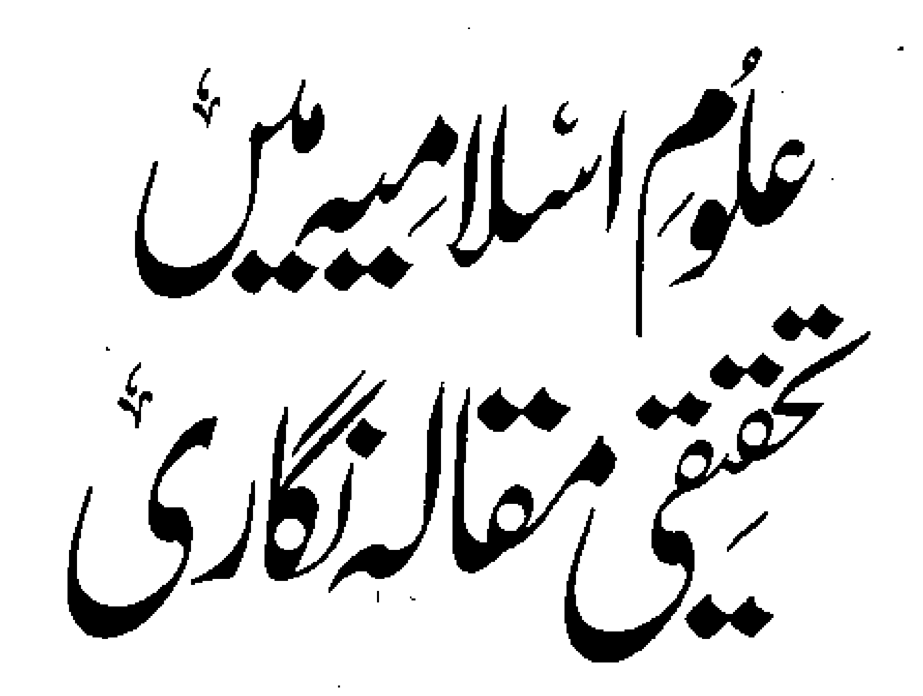


انتخاب موضوع، خاکہ سازی اور تحریر کے بنیادی ضوابط



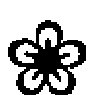
پروفیسر خورشید احمد سعیدی
فیکلٹی آف اصول الدین (اسلامک اسٹڈیز)
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

صبح نور پبلی کیشنز



علوم اسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری

انتخاب موضوع، خاکہ سازی اور تحریر کے بنیادی ضوابط



تصنیف

پروفیسر خورشید احمد سعیدی

فیکلٹی آف اصول الدین (اسلامک اسٹڈیز)
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

صبح نور پبلی کیشنز

نام کتاب : علوم اسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری

انتخاب موضوع، خاکہ سازی اور تحریر کے بنیادی ضوابط

مصنف : پروفیسر خورشید احمد سعیدی

khursheedsaeedi2010@gmail.com

طبع اول : اپریل ۲۰۱۸ء

طبع دوم : دسمبر ۲۰۲۰ء

صفحات : 336

ناشر : محمد اعجاز احسن گوندل

صبح نور پبلی کیشنز

ملنے کا پتہ

صبح نور پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37350476 0321-4771504

سرگودھا روڈ بالمقابل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف 0300-6081906

Email: subhenoorpublications@gmail.com

www.subhenoorpublications.pk

facebook.com/subhenoorbookbank

فہرست موضوعات

پیش لفظ

(دوسرا ایڈیشن)

اللہ کریم کا بے حد شکر ہے کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت مقبول اور تحقیق کاروں کے لیے مفید ثابت ہوا۔ کئی دوستوں نے موجودہ ایڈیشن کے لیے تعمیری اور اصلاحی تجاویز دیں۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہی مشوروں کے پیش نظر نہ صرف کتاب کے مواد کی ترتیب بہتر، پیش کاری کی ساخت اور ترتیب احسن اور فصول و مباحث کا اضافہ ہوا بلکہ نئے مواد اور ملحقات کے سبب کتاب کے صفحات بھی بڑھ گئے ہیں۔

بہت اہم اور مفید اضافہ فصل چہارم اور پنجم کا ہے۔ فصل چہارم میں موضوعِ تحقیق کے متعلق مصادر و مراجع کی انواع و اقسام اور ان کے مطالعے کے اصول اور جمع مواد کے نئے طریقے زیر بحث آئے ہیں۔ فصل پنجم میں ابواب و فصل کی تحریر پر اطلاقِ اصولِ تحقیق اور تحقیقی مقالہ لکھنے کے دوران درپیش مسائل کو وضاحت سے سمجھایا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں "قرآنیات میں تحقیقی مقالہ نگاری" کے نام کی ایک فصل شامل کرنے کا اِرادہ بنا تھا۔ اس پر کام بھی کیا لیکن اس کے میدانوں اور موضوعات کی تفہیم کا بیان بہت طویل ہو کر ایک الگ کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اللہ کریم نے توفیق بخشی تو زیر نظر کتاب کی اِشاعت کے بعد وہ بھی عنقریب تحقیق کاروں کے ہاتھوں میں ہو گی۔

اکیسویں صدی عیسوی کی پہلی دو دہائیوں کے دوران تعلیمی اداروں کے منظر نامے پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جامعات کی تعداد، اُن میں ایم فل / ایم ایس اور پی ایچ ڈی کے تحقیق کاروں کی تعداد میں بھی کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے برعکس چاہے جامعات کی لائبریریاں ہوں چاہے سرکاری اور ذاتی کتب خانے تو نہ ان کی تعداد میں اور نہ ہی ان کی نئی کتب میں حسبِ ضرورت اضافہ ہوا ہے۔ مزید یہ کہ اُن میں

نئے تحقیقی موضوعات کے متعلق تازہ ترین انسائیکلوپیڈیے، ریسرچ جرنل، رسائل و جرائد، اخبارات، کانفرنسوں کی ریکارڈ کردہ ویڈیو، وغیرہ بھی خاطر خواہ دستیاب نہیں ہیں۔

انہی مسائل سے جڑا ہوا ایک مسئلہ خواتین اِسکالرز اور تحقیق کاروں کو پیش آتا ہے۔ اُن کا اکیلے کسی اچھی لائبریری میں استفادہ کے لیے سفر کرنا یا دُور کی علمی لائبریریوں سے حصول مواد کا مرحلہ اچھا خاصا مشکل اور بعض اوقات حوصلہ شکن ثابت ہوتا ہے۔ اِن مسائل اور مشکلات کے پیش نظر کتاب کے اس ایڈیشن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں کی سینکڑوں آن لائن لائبریریوں کی فہارس پندرہ مختلف مُلحقات میں پیش کی گئی ہیں۔ ان لائبریریوں سے ہر سطح کا تحقیق کار مفت کتب ڈاؤن لوڈ کر سکتا ہے۔ مزید بر آں ایک ملحق میں انٹرنیٹ سے بآسانی مطلوبہ مواد تلاش اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے طریقے وضاحت سے پیش کیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ کتاب پہلے ایڈیشن سے کئی لحاظ سے اور کئی گنا بہتر اور مفید ہے۔ الحمدللہ و الشکر للہ۔ اسے مزید بہتر بنانے کے لیے مخلص تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

کتاب کے اِس ایڈیشن کے محرک اِدارہ "صبح نور پبلی کیشنز، لاہور" کے منتظم و منصرم مُخلص دوست جناب محمد اعجاز احسن گوندل ہیں۔ کتاب کو جلد مکمل کرنے کے لیے اخلاص و محبت سے معمور اُن کی بار بار کی یاد دہانی ناقابل فراموش ہے۔ مزید بر آں انہوں نے اور برادرِ مکرم جناب مظہر حسن سعیدی نے عرق ریزی کے ساتھ کتاب کو نہایت باریک بینی، دِقت نظر، امانت داری اور مکمل اخلاص سے پڑھا۔ انواع واقسام کی جو اصلاحات انہوں نے تجویز کیں اُن سے مجھے اغلاط کی تصحیح کے ساتھ ساتھ بہت سی نئی لسانی اور تکنیکی چیزیں سیکھنے کا موقع ملا۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

15 / ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ / یکم دسمبر ۲۰۲۰ء

پیش لفظ

(پہلا ایڈیشن)

اس کتاب میں بنیادی طور پر میرے ان دو تحقیقی مقالات کو کتابی شکل میں پیش کیا گیا ہے جو پہلے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی و علوم اسلامیہ کے علمی و تحقیقی مجلہ 'معارف اسلامی' میں ۲۰۱۴ء اور اور ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ یہ مجلہ ہائر ایجوکیشن آف پاکستان سے منظور شدہ ہے۔

پہلا مقالہ جو اس کتاب میں فصل اول کے طور پر شامل ہے وہ معارف اسلامی کے علاوہ پاکستانی رسائل ضیائے حرم، اسلام آباد، جلد ۴۵، شمارہ ۳، دسمبر ۲۰۱۴ء؛ مجلہ فیوض الحرمین، ملتان، جلد ۲، شمارہ ۶۔۷، دسمبر ۲۰۱۴ء؛ ماہنامہ انوار الفرید، ساہیوال، نومبر، دسمبر ۲۰۱۴ء؛ ماہنامہ متاع کاروان، بہاول پور، دسمبر ۲۰۱۴ء؛ حکمتِ بالغہ، جھنگ، جنوری تا مارچ ۲۰۱۵ میں شائع ہوا تھا۔ ان کے علاوہ یہ ہندوستانی رسائل بالخصوص جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ماہنامہ رسالہ اشرفیہ میں بھی شائع ہوا تھا۔

دوسرا مقالہ جو اس کتاب میں فصل دوم کے نام سے شامل ہے وہ بھی پہلے معارف اسلامی کے علاوہ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۲۰۱۷ء، متاع کارواں بہاولپور کے شمارہ دسمبر ۲۰۱۷ء کے علاوہ ہندوستان سے ماہنامہ اشرفیہ میں جنوری ۲۰۱۸ء سے قسط وار شائع ہوا۔

رسائل و جرائد میں کثرتِ اِشاعت کے علاوہ یہ دونوں مقالات پاکستانی جامعات کے علوم اسلامیہ کے اساتذہ اور طلبہ کے درمیان بہت مقبول ہوئے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے ساتھ ساتھ فیصل آباد، بہاول پور، ملتان، لاہور

وغیرہ میں جامعات کے کئی اساتذہ نے ملاقات کے دوران بالمشافہ اور بعض نے فیس بک اور وٹس ایپ پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

یہ مقالات دراصل انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں میری تدریس، طلبہ سے مشاورت، تحقیقی مقالات کی نگرانی اور ریسرچ پیپرز کے جائزے کے تجربات کے نتیجے کے طور پر قید تحریر میں آئے تھے۔

ان مقالات میں کچھ مزید کا اضافہ کرنے کے بعد میرا انہیں کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ تو تھا لیکن عکس پبلی کیشنز لاہور کے ایک بہت متحرک اور نوجوان دوست محمد فہد صاحب نے مجھے انہی دو کو ہی کتابی شکل میں شائع کرنے کا نہ صرف کہا بلکہ کئی ماہ مسلسل فون پر فون کر کے یاد دلایا کہ میں ان کے پاس اشاعت کے لیے بھیجوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب اپنی موجودہ شکل میں انہیں کی وجہ سے شائع ہوئی ہے تو غلط نہ ہو گا۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے ان پر نظر ثانی کی ہے۔ کچھ اضافے کر سکا ہوں اور کچھ رہ گئے ہیں۔ برطانوی جامعات کے علمی مخزنوں سے استفادے کے لیے ان کی ویب سائٹوں کی فہرست پیش کی ہے۔ آخر میں اطلاق تحقیق کے قواعد وضوابط کی ایک فہرست بھی شامل کی ہے۔ اللہ کریم اس کاوش کو مزید قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

۴ر شعبان ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۱ر اپریل ۲۰۱۸ء

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستانی جامعات میں بی ایس، ایم اے، ایم ایس / ایم فل، پی ایچ ڈی اور بعض دینی مدارس میں علوم اسلامیہ کے طلبہ کے لیے مروّجہ نظامِ تعلیم و تربیت کے آخری مرحلہ میں طلبہ کو آخری درجہ، سمسٹر، سال یا مقررہ مدت میں ایک تحقیق طلب موضوع پر مقالہ لکھنا ہوتا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ علوم اِسلامیہ کے موجودہ نظام تعلیم میں زیر تربیت طلبہ کی ایک بھاری اکثریت میں اپنے تحقیقی مقالہ کا عنوان خود منتخب کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ اُن میں سے بعض طلبہ جو اپنے تحقیقی مقالہ کا عنوان خود منتخب کر سکتے ہیں وہ تحقیق کے ابتدائی مرحلے یعنی خاکہ سازی کا مناسب علم اور مشق نہ ہونے کی وجہ سے ایک قابلِ قبول خاکہ اور پھر لائق تعریف مقالہ تیار نہیں کر سکتے۔

یہ صورت حال صرف دینی مدارس کے طلبہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یونیورسٹیوں کے طلبہ و طالبات کی اچھی خاصی تعداد کا بھی یہی حال ہے۔ اِس مشکل مرحلہ میں مدد فراہم کرنے کے لیے اُردو زبان میں تحقیق اور اُصولِ تحقیق کے موضوع پر کئی اَساتذہ اور ماہرینِ فن نے قلم اُٹھایا ہے۔ علوم اسلامیہ، عربی و اُردو زبان و ادب اور شعبۂ تعلیم کے طلبہ کی علمی مشکلات کے حل، فنی کمزوریوں کے اِزالے اور تحقیقی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بہت سی کتب لکھی گئی ہیں۔

اُن کتب کے مشمولات پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ کتب مختلف گروہوں میں تقسیم نظر آتی ہیں۔ اُن میں سے بعض علوم اسلامیہ و عربیہ میں تحقیقی فکر اور تصورات کو پروان چڑھانے کے لیے لکھی گئی ہیں؛ بعض علوم اِسلامیہ و عربیہ میں فنی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں؛ کچھ اُردو و عربی زبان و ادب میں تحقیق کرنے والے طلباء اور اسکالرز کے لیے قلم بند کی گئی ہیں؛ اور کچھ تحقیق سے متعلق مقالات و مضامین پر مشتمل ہیں۔

عمومی لحاظ سے اور اپنی اپنی جگہ پر یہ کتب بہت مفید ہیں لیکن اگر علوم اِسلامیہ میں تحقیق کے معاصر رُجحانات، تحقیق کاروں کی صلاحیتوں کی سطح اور اَب سن ۲۰۲۰ء میں کروناوائرس کے سبب حالات کے دِگرگوں ہونے کی وجہ سے اُن کی مشکلات کا بنظر غائر جائزہ لیں تو اُن کتب میں بہت سے موضوعات پر رہنمائی اَدھوری اور ناکافی ہیں۔ اس پس منظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نو آموز تحقیق کار طلبہ اور طالبات کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اس کتاب کی پہلی پانچ فصول پیشِ خدمت ہیں۔

کتاب کی چھٹی فصل کے مخاطبین ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان (HEC) کے منظور شدہ تحقیقی مجلات میں اِشاعت کے لیے مقالات لکھنے والے تحقیق کار اور اساتذہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایچ ای سی نے پاکستانی جامعات میں تعلیم و تحقیق کے معیار کو بلند کرنے اور ملکی ترقی کی رفتار کو بہتر بنانے پر بہت توجہ دی ہے۔ اس سلسلے کے اہم اقدامات میں تحقیقی مقالات کی اشاعت کرنے والے مجلات کا اجراء، اُن کی درجہ بندی، اُن کی تعداد میں اضافہ، اُن کی باقاعدہ نگرانی اور مالی سرپرستی بھی شامل ہیں۔

ایچ ای سی نے معیار کی کچھ شرائط کی بنیاد پر ان مجلات کو W، X، Y، اور Z کیٹیگریوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ سب سے اُوپر ڈبلیو کیٹیگری کے مجلّات ہیں اور سب سے

نچلی سطح کے مجلات کو زیڈ کیٹیگری میں شامل کیا جاتا ہے۔ کسی تحقیقی مقالے کو اِن میں سے کسی کیٹیگری میں شائع ہونے سے قبل اُس کی شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں۔[1]

تحقیقی مجلہ کے مدیر کو ملنے والے مقالات کی عموماً تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کے مصنفین کو قابلِ اشاعت تحقیقی مقالہ کی ساخت، عناصرِ ترکیبی اور اُن کے متعلقہ تقاضوں کا علم ہوتا ہے۔ وُہ اپنے مقالات اُن تقاضوں کے پیشِ نظر لکھتے ہیں تو اُن کے مقالات آسانی سے شائع ہو جاتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ مقالات آتے ہیں جن کے کچھ پہلو اچھے، کچھ کمزور اور بعض ناقص ہوتے ہیں۔ ایسے مقالات ماہرِ مضمون کی جائزہ رپورٹ کے مطابق نظرِ ثانی اور مجوزہ ترمیم و اضافوں کے بعد شائع ہو جاتے ہیں۔

تیسری قسم میں وہ مقالات شامل ہیں جن کے مصنفین مُبتدی، نو آموز یا کم تجربہ کار ہوتے ہیں۔ اُن کے مقالات چونکہ مطلوبہ معیار پر پورے نہیں اُترتے اِس لیے شائع نہیں ہو پاتے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ ہمت ہار جاتے ہیں، وہ ملکی ترقی میں اپنا علمی، تحقیقی اور تخلیقی حصہ نہیں ڈال سکتے اور معاشرہ اُن کی خُداداد صلاحیتوں کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ موجودہ حالات میں اُنہیں اپنی مشکل کا فوری حل نظر نہیں آتا کیونکہ ایسے مسائل پر قابو پانے کے لیے تربیتی پروگرام اور رہنما تحریریں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ اُردو زبان میں اُصولِ تحقیق یا تحقیق کے فن پر جتنی کتابیں آسانی سے دستیاب ہیں ان میں سے کسی بھی کتاب میں راقم کو تحقیقی مجلات کے

---

[1] مختلف علوم و فنون کے لیے ایچ ای سی کے منظور شدہ تحقیقی مجلات اور اُن کی کیٹیگریوں کی تفصیل اِس ویب لنک پر پائی جاتی ہے:

http://www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/QALI/QADivision/Pages/HECRecognizedJournals.aspx

مقالات کی ساخت، عناصرِ ترکیبی، معیار، اُصول وضوابط اور تقاضوں کو زیرِ بحث لانے والا کوئی باب، فصل یا کوئی مستقل کاوش تادمِ تحریر نظر نہیں آئی۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام خان نے اپنی کتاب ''اُصول تحقیق: جدید ریسرچ کے اصول و ضوابط'' میں ایک ضمیمہ 'علمی مجلات کے لیے مقالات کیسے لکھیں' کے عنوان سے قارئین کو پیش کیا ہے۔ اس ضمیمہ کے ذیلی اجزاء تمہید، مجال بحث، بحث کا بنیادی ہیکل، استنتاجات، مترتب شدہ نتائج اور مآخذ ہیں۔ لیکن اس میں دی گئی رہنمائی اس کتاب کی اشاعت اول (جنوری ۱۹۹۵ء) کے علمی منظر نامے کے مطابق تو درست ہو سکتی ہے آج چھبیس سال بعد ۲۰۲۰ء میں دستیاب وسائل اور تحقیقی تحریر کے نظریات و اسالیب کے مطابق نہیں ہے۔[1]

اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد زبیری نے اپنی کتاب ''تحقیق کے طریقے'' میں ایک ضمیمہ ''تحقیقی پرچہ لکھنے کا طریقہ: ایک مثال'' کے نام سے شامل کیا ہے۔ یہ دراصل ایک انگریزی مجلے میں شائع شدہ ایک تحقیق کا خلاصہ ہے جو علوم اسلامیہ کے طلبہ کے لیے زیادہ مفید نہیں ہے۔[2]

ایسی صورت حال میں زیر نظر کتاب کی آخری فصل کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ قابلِ اِشاعت تحقیقی مقالے کی ساخت، عناصرِ ترکیبی اور اُن کے

[1] ملاحظہ ہو: ڈاکٹر ظفر الاسلام خان، **اصول تحقیق: جدید ریسرچ کے اصول وضوابط**، (پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۸۳۔۱۸۷۔

[2] دیکھیے: نثار احمد زبیری، **تحقیق کے طریقے**، (کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی، ط ۳، ۲۰۱۳ء)، ص ۴۵۹۔۴۶۶۔

تقاضوں کو زیر بحث لاتی ہے۔ اس کی تیاری کے دوران علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے متعدد تجربہ کار اساتذہ، محققین، مصنفین، اور جائزہ کاروں (Evaluators) کے انٹرویوز لیے گئے تاکہ اُن ماہر اُساتذہ کی تازہ ترین آراء، اِرشادات اور رَہنمائی کو مقالہ نگاروں کے اِستفادہ کے لیے پیش کیا جاسکے۔

چھٹی فصل کی اِفادیت یہ ہے کہ اِس کے مُطالعے، تفہیم اور مشق سے مبتدی اور نَو آموز تحقیق کاروں کو اَپنی مشکل حل کرنے کے لیے رہنمائی اور عملی تجاویز ملیں گی۔ اُن کی مدد سے وہ قابلِ اِشاعت تحقیقی مقالات پیش کر سکیں گے۔ اِس سے جہاں اُن کی علمی اور پیشہ ورانہ ترقی کی ایک بڑی رُکاوٹ دُور ہو گی وہاں مُسلم معاشرے میں نہ صِرف منجھے ہوئے محققین کی تعداد میں اضافہ ہو گا بلکہ اُن کے جدید نظریات، متنوع تحقیقات اور علمی تخلیقات کی بدولت اُمّتِ مسلمہ میں علم و ہنر اور تحقیق و تربیت کا معیار بھی بلند ہونے کی قوی امید ہے۔ محققین کی تعلیم، تدریس اور تحقیق کا معیار اعلیٰ ہو گا تو وہ ملکی و ملّی مسائل کی تفہیم اور حل میں مؤثر کردار ادا کر سکیں گے۔ اس طرح ملکی ترقی کی رفتار بہتر اور مستقبل تابناک ہو جانے کی قوی امید ہے۔

فصل اول

تحقیقی مقالے کا تصور اور تفہیم: رہنما کتب اور تحریروں کا تعارف

تحقیقی مقالے یعنی تھیس کے لیے موضوع کی تلاش اور انتخاب سے پہلے نو آموز تحقیق کاروں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ تحقیقی کام اور اس کے مختلف مراحل کو اچھی طرح سمجھیں۔ چونکہ تحقیق مختلف جوانب، متعدد جہات، متنوع سطحیں رکھنے والا اور گتھیاں سلجھانے والا ایک سنجیدہ علمی و فکری کام ہے اس لیے اس میں مصروف ہونے والے تحقیق کار کو ہر لحاظ سے جامع رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مختلف ماہرین اور میدانِ تحقیق کی شناسائی رکھنے والوں نے اُردو زبان میں بھی مبتدی افراد کے لیے کئی کتب شائع کی ہیں۔ ان کتب کو اُن کے مؤلفین اور مصنفین کی اغراض و مقاصد کے تنوع کی بنا پر مختلف عناوین کے تحت تقسیم کر کے متعارف کروایا جا سکتا ہے۔

اس فصل میں اردو زبان میں شائع شدہ اصولِ تحقیق یا فنِ تحقیق کی کتب کا مختصر تعارف پیش ہے تاکہ نو آموز تحقیق کار ان کے مطالعہ سے اپنے تحقیقی کام کے مختلف پہلوؤں، حدود، گہرائی و گیرائی، نوعیت، مزاج اور تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہو کر اپنے اَہداف کو مکمل اِعتماد سے حاصل کر سکیں۔

ان میں سے بہت سی کتب اب انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹوں میں تلاش کر کے ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہیں جبکہ بعض کے حصول کے لیے خود ذاتی طور پر لائبریریوں میں جانا پڑے گا۔ میں نے انہیں اسلام آباد کی مختلف لائبریریوں میں ملاحظہ کیا۔ چند ایک کتب

کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے اساتذہ کے گھر میں ان کی ذاتی لائبریری میں جا کر دیکھا۔ کچھ کتب اسلام آباد میں لگنے والے سالانہ کتاب میلہ سے خریدی تھیں۔

ان تمام کتب کی نوعیت، سطح، اہداف اور مندرجات کی تفہیم کے پیش نظر اِس فصل کو ذیل کے پانچ مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

مبحث اول: عمل تحقیق کے لیے سوچ و فکر کو فروغ دینے والی کتب

مبحث دوم: علوم اِسلامیہ و عربیہ میں فنِ تحقیق کی کتب

مبحث سوم: اُردو زبان وادب میں فن تحقیق کی کتب

مبحث چہارم: اُردو میں تحقیق و تدوین کی کتبِ تحقیق و مقالات

مبحث پنجم: تعلیم اور سائنسی علوم کے متعلق اُردو زبان میں فن تحقیق کی کتب

مبحث اول

عمل تحقیق کے لیے سوچ و فکر کو فروغ دینے والی کتب

عُلوم اسلامیہ میں تحقیق کے تناظر میں دیکھیں تو متعدد کتب ایسی ہیں جو تحقیق کاروں کی سوچ، فکر اور تصورات کے فروغ اور دُرستی کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں یعنی وہ فنی سے زیادہ فکری و نظریاتی نوعیت کی ہیں۔ یہاں اُن میں سے سات کتب کا مختصر تعارف پیش ہے۔

1. اس جگہ پہلا کتابچہ "علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح؟" سید ابو الاعلیٰ مودودی کے ایک لیکچر کی تحریری شکل ہے۔[1] اس لیکچر میں انہوں نے مسلمانوں کے دورِ عروج کی طرف اشارہ کیا اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان کے سامنے کرنے کے کیا کام ہونے چاہئیں۔ اس فکری تربیتی کتاب میں تحقیق کے میدان میں دلچسپی پیدا کرنے، نصابِ تعلیم کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے اور دینِ اسلام کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لیے بنیادی خطوط کے حوالے سے انہوں نے اپنا تصور، طریقۂ کار اور ترجیحات بیان کی ہیں۔ گویا انہوں نے داخلی اور خارجی ضروریات کے پیشِ نظر علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح ہونی چاہئیں؟ کے سوال اور اس کے جواب سے بحث کی ہے۔

[1] ستائیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مولانا مودودی کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے ستمبر ۱۹۶۳ کو ادارۂ معارفِ اسلامی کراچی میں دیا تھا۔ اسے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی نے پہلی بار ۱۹۸۴ء میں کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ زیرِ نظر کتاب پر دوسرے ایڈیشن کے لیے نظرِ ثانی کے وقت یہ کتاب مجھے جماعت اسلامی خواتین ونگ کی ویب سائٹ (http://jamaatwomen.org) پر ملی۔

2. دوسرا کتابچہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین کا "اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار" ہے۔ یہ اڑتالیس صفحات کا ایک مختصر مگر فکری جلا بخشنے والا کتابچہ ہے۔ اس میں مصنف نے پینتیس نکات میں اپنے افکار پیش کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں: اسلامی تحقیق کے معنی، میکانکی اور اصلی اسلامی تحقیقات، اصلی اسلامی تحقیق کے وظائف، میکانکی اسلامی تحقیق کے وظائف، مستشرقی تحقیق، مسلمان مستشرق کا اصلی کام، وحی اور عقل، موجودہ دور میں اسلام کو حکیمانہ افکار کا چیلنج، اسلامی تحقیق ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے، غیر مسلم کو اسلام کا معتقد بنانے کا طریقہ، فلسفی کا طریق کار، ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا کام، سچا اجتہاد، علمائے متقدمین کی اسلامی تحقیق ہمارے زمانہ کے چیلنج کا جواب نہیں بن سکتی، اسلامی تحقیق کے فن کی تعلیم اور تربیت ضروری ہے، وغیرہ۔[1]

3. اس سلسلے کی تیسری کتاب "مسلمان مورخین کا اُسلوبِ تحقیق: عصر خلفاء راشدین" ہے۔ ایک سو چھپن (۱۵۶) صفحات کی یہ کتاب ڈاکٹر محمد سعد صدیقی نے لکھی تھی۔ اس کا مواد پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں تاریخ کا مفہوم اور تاریخ نگاری اور خلافت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں حضرت ابو بکر صدیق، تیسرے میں حضرت عمر، چوتھے میں حضرت عثمان اور پانچویں میں حضرت علی رضی اللہ

---

[1] دیکھیے: محمد رفیع الدین، ڈاکٹر، **اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار**، (لاہور: دار الاشاعت الاسلامیہ، ط۱، ۱۹۶۹ء)، ص ۳-۴۔ اسے دوسری بار دسمبر ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ماہنامہ رسالہ حکمتِ قرآن کے خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا۔ اس شمارے میں ماہنامہ حکمت قرآن مئی ۸۶ تا نومبر ۸۶ کے اشاعتوں کا اشاریہ (ص ۴۹ تا ۷۰) بھی پایا جاتا ہے۔

تعالیٰ عنہم کی خلافت کے بارے میں مسلمان مؤرخین کے اُسلوبِ تحقیق کے بارے میں مؤلف کے مقالات شامل ہیں۔[1]

4. اس سلسلے کی چوتھی کتاب "لائبریری سائنس کا اِرتقاء اور مسلمانوں کی خدمات" ڈاکٹر احمد خان کی تالیف ہے۔ اِس میں انہوں نے اپنے آٹھ اور قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے دو مضامین شامل کیے ہیں جن کے عناوین یہ ہیں: مسلمانانِ سلف اور جمع و مطالعۂ کتب کا شوق؛ اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقینِ کتب؛ اندلس میں ایک نمونے کا کتب خانہ؛ عہدِ اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق؛ مسلمانوں کا ذوقِ کتاب داری؛ مسلمانوں کا فنِ کتاب سازی و کتاب داری؛ قرونِ وسطیٰ میں اسلامی کتب خانے اور اُن کا طریقہ کار؛ لائبریری سائنس کا ارتقاء اور مسلمانوں کی خدمات؛ وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی؛ اور ہمارے علمی ورثے کی بربادی۔[2] اس کتاب کے سارے مضامین نئے تحقیق کاروں اور مقالہ نگاروں کے لیے بہت مفید ہیں۔

5. اسی سلسلے کی دو مفید کتابیں ڈاکٹر عمر فاروق غازی نے لکھی ہیں۔[3] ایک کتاب "تحقیق کے اصول و ضوابط احادیث نبویہ کی روشنی میں" ہے۔ دو سَو چوبیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کے دو باب ہیں۔ پہلے باب کا عنوان 'احادیثِ نبوی میں تحقیق کے

---

[1] دیکھیے: محمد سعد صدیقی (مؤلف)، **مسلمان مؤرخین کا اُسلوبِ تحقیق: عصر خلفاء راشدین**، قائداعظم لائبریری (شعبہ ریسرچ سیل)، باغ جناح، لاہور، ۱۹۸۸ء.

[2] دیکھیے: احمد خان، ڈاکٹر، **لائبریری سائنس کا ارتقاء اور مسلمانوں کی خدمات**، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء.

[3] ڈاکٹر عمر فاروق غازی (کرنل ریٹائرڈ) سید مودودی بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ، وحدت روڈ، لاہور کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔

اُصول وضوابط' ہے۔ اِس میں پانچ فصول ہیں جن کے مباحث یہ ہیں: تحقیق کی ضرورت واہمیت، تحقیق کا مفہوم وتعریف، تحقیق کی غرض وغایت، تحقیق کے اُصول، اور تحقیق کے مصادر۔ دوسرے باب کا عنوان 'اُصول حدیث میں تحقیق کے اُصول وضوابط' ہے۔ اِس میں چار فصول ہیں۔ اُن کے مباحث یہ ہیں: علم الحدیث میں تحقیق کے موضوعات مسائل اور تعریف، علم حدیث میں تحقیق کے طریقے، علم حدیث میں تحقیق کے اصول وضوابط، اور علم الحدیث کے تحقیقی اصول وضوابط کا دوسرے علوم پر اثر۔[1]

6. ایک سو تینتالیس صفحات پر مشتمل اُن کی دوسری کتاب "تحقیق کے بنیادی عوامل وارکان قرآن کی نظر میں" ہے۔[2] اِس کے پانچ ابواب ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں: تحقیق کا مفہوم، تحقیق کے اغراض ومقاصد، تحقیق کے بنیادی عوامل وارکان، تحقیق کے تقاضے اور تحقیق کے طریقے۔[3]

7. اس سلسلے کی ایک نئی کتاب "تحقیق-- تصورات اور تجربات" ہے جس میں پروفیسر خورشید احمد، ڈاکٹر سفیر اختر اور ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا کے پانچ مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ ان مقالات کے عناوین "اسلامی تصورِ تحقیق، تحقیقی عمل میں سیاق وسباق کی اہمیت،

---

[1] دیکھیے: عمر فاروق غازی، **تحقیق کے اصول وضوابط احادیث کی روشنی میں**، میٹرو پرنٹر، لاہور، ط ۱، ۱۹۹۸ء، ط ۲، ۲۰۰۷ء۔

[2] ان دونوں کتابوں کو وسیع استفادے کی غرض سے انٹرنیٹ پر رکھ دیا گیا ہے۔ انہیں مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے کتاب وسنت کی ویب سائٹ سے رجوع کیا جاسکتا ہے:

http://kitabosunnat.com

[3] دیکھیے: عمر فاروق غازی، **تحقیق کے بنیادی عوامل وارکان قرآن کی نظر میں**، میٹرو پرنٹر، لاہور، ط ۱، ۱۹۹۹ء۔

تحقیق کا سفر، کتاب پر تبصرہ کا فن، اور عالمی مالیاتی بحران پر ایک نظر" ہیں۔ یہ کتاب دراصل جماعت اسلامی پاکستان کے ایک تربیتی ادارے اِنسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد میں ۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۰ء کے دوران نئے تحقیق کاروں کی تربیت کے لیے منعقدہ نشستوں میں پیش کیے گئے سینئر محققین کے لیکچرز کا منتخب مجموعہ ہے۔[1]

اِن سات کتابوں میں تحقیقی عمل کے فنی پہلوؤں اور مراحل کے متعلق براہِ راست بات انتہائی کم کی گئی ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ علوم اسلامیہ میں سے کسی علم یا فن میں تحقیق کے لیے موضوع کیسے منتخب کیا جائے یا یہ کہ اُس کی خاکہ سازی کیسے کی جائے بلکہ قومی، علاقائی اور عالمی سطح پر ہونے والی مختلف الانواع تبدیلیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تحقیق کاروں کی فکر، سوچ اور تصورات کو وُسعت دینے کے ساتھ ساتھ ترجیحات کی تشکیل نو پر ایک خاص نقطہ نظر سے زور دیا گیا ہے۔

---

[1] دیکھیے: خورشید احمد، سفیر اختر اور محمد عمر چھاپرا، **تحقیق — تصورات اور تجربات**، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء۔

مبحث دوم

علوم اِسلامیہ و عربیہ میں فنِ تحقیق کی کتب

علوم اِسلامیہ و عربیہ میں نئے تحقیق کاروں کی رہنمائی اور اساتذہ کی مدد کرنے کے لیے بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اُن میں سے بھی صرف چند ایسی ہیں جو ایم فل اور پی ایچ ڈی کے اسکالرز کی ضرورت پورا کر سکتی ہیں۔ اُن کا اجمالی تعارف ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

1. اردو زبان میں اس سلسلے کی تازہ ترین کتاب "کُنّاشہ تحقیق: اسلامی علوم میں تحقیق و تالیف کے آداب و اخلاق" کے نام سے ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ کھگہ نے لکھی ہے۔[1] اس میں جن موضوعات کے تحت مواد پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: 'اسلامی علوم میں بحث و تحقیق'؛ 'اسلامی علوم میں تحقیق کا نظریہ'؛ 'علوم اسلامیہ میں تحقیق کے مناہج اور اسالیب'؛ 'تحقیق و تدوین کے آداب اور مسلم محققین'؛ 'علم و معرفت کی اشاعت میں ورّاقین کا کردار'؛ 'آدابِ تالیف و تصنیف'؛ 'علمی سرقہ و انتحال قانونی، فقہی و اخلاقی ضوابط'؛ اور 'محققین علوم اسلامیہ کے لیے اہم اخلاقی لوازم'۔

ڈاکٹر کھگہ لکھتے ہیں کہ وہ گذشتہ دس سالوں سے ایم اے اور ایم فل سطح پر "اصول و مناہج تحقیق" کی تدریس میں مشغول رہے ہیں اور اسی دوران محاضرات کے لیے اخلاقی اقدار سے متعلق مفید علمی نکات جمع کرتے رہے ہیں۔ انہیں جمع کر کے اب "کناشہ تحقیق" کے نام سے کتابی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔[2]

---

[1] ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ کھگہ یونیورسٹی آف سرگودھا میں صدر شعبہ اسلامی و عربی علوم ہیں۔

[2] دیکھیے: محمد فیروز الدین شاہ کھگہ، **کناشہ تحقیق: اسلامی علوم میں تحقیق و تالیف کے آداب و اخلاق**، مجلس تحقیق علوم قرآنی، لاہور، ۲۰۱۸ء۔

اس کتاب کے مندرجات کو بغور ملاحظہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فنی سے زیادہ فکری اور نظریاتی نوعیت کی کتاب ہے۔ اس میں مقدار سے زیادہ معیار کی دعوت ہے۔

2. دوسری کتاب ''اُصولِ تحقیق'' ڈاکٹر افتخار احمد خان[1] کی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن دوسو آٹھ جبکہ دوسرا ایڈیشن دوسواسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو گیارہ اَبواب میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام یہ ہیں: تحقیق، تحقیق کار اور نگران؛ تحقیق کی اقسام اور مناہج تحقیق؛ موضوع تحقیق کا انتخاب اور خاکہ کی تیاری؛ مصادر و مراجع کی تحدید؛ مواد کی جمع آوری، جانچ پڑتال اور حزم واحتیاط؛ تحقیق میں فرضیہ کی اہمیت، شروط وخصائص؛ مقالہ کی تسوید وتحریر اور معیاری مقالہ کی خصوصیات؛ مقالہ کی حوالہ بندی؛ مخطوطات کی تحقیق وتدوین؛ فہارس سازی؛ اور کتبِ اُصول تحقیق وتدوین مخطوطات۔

زیر نظر فصل کے متعلق اس کتاب کا باب نمبر ۳ ہے۔ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں پانچ صفحات پر انتخاب موضوع اور شروط موضوع جبکہ خاکہ سازی کو چھ سے کم صفحات میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہاں خاکہ کے عناصر کے نام اور ان کی مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے لیکن خاکہ اور تحقیقی کام کی جان یعنی تحقیق کے بنیادی سوالات کا ذکر نہ تو خاکہ کے ضروری عناصر میں ہے نہ اس کے عدم ذکر کی کوئی دلیل۔[2] مزید برآں، مصنف نے سابقہ مطالعات کے جائزہ کے لیے ایچ ای سی کے ذریعے اور انٹرنیٹ

---

[1] ڈاکٹر افتخار احمد خان گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد میں شعبہ علوم اسلامیہ وعربی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

[2] دیکھیے: افتخار احمد خان، ڈاکٹر، **اصولِ تحقیق**، (فیصل آباد: شمع بکس، سن ندارد)، ص ۳۲۔۴۱۔ اس کتاب میں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کی تقریظ کے آخر میں محرم ۱۴۳۶ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

پر دستیاب وسائل سے متعلق کوئی قابل ذکر بات نہیں کی۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن پہلے سے بہتر ہے جس میں بہت مفید اُمور کا اضافہ کیا گیا ہے۔

3. اس سلسلے کی ایک نئی کتاب ''اسلامی اصولِ تحقیق'' کے نام سے پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی[1] نے لکھی ہے۔ تین سَو چھہتر صفحات کی اس کتاب کے متنوع موضوعات کو آٹھ ابواب میں پیش کیا گیا ہے۔ اِس کتاب کی تمہید میں مصنف نے تحقیق کے میدان میں مسلمانوں کے کارناموں کا تذکرہ کیا ہے؛ اسلام میں تحقیق کی حقیقت، اہمیت اور ارتقاء، اور اصول تحقیق پر مفصل گفتگو کی ہے۔ اسلامی اصول تحقیق میں مصادر، مقاصد اور محقق کی خصوصیات پر بات کی ہے۔ تحقیق کی اقسام کے تعارف کے ساتھ ساتھ اردو، عربی اور انگریزی میں اصولِ تحقیق کی اہم کتب کی فہرست بھی پیش کی ہے۔ موضوع کے انتخاب اور خاکہ سازی پر بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔ تحقیقی مقالہ کے مشمولات اور مراحلِ تحقیق کے اختتام پر زبانی امتحان تک طلبہ کو اپنے افکار اور تجربات سے آگاہ کیا ہے۔ آخری باب میں اقتباسات، حواشی اور رسمیاتِ مقالہ پر کلام کیا ہے۔

یہ کتاب بہت مفید ہے اور مصنف نے اسے ایک جامع رہنما بنانے کی اچھی کوشش کی ہے۔ اگرچہ مصنف نے مقالے کے موضوع سے متعلق پانچویں باب میں انتخابِ موضوع اور چھٹے میں اس کی خاکہ سازی پر تقریباً سینتیس صفحات میں اپنی گفتگو کو قلم بند کیا ہے لیکن علوم اسلامیہ میں معاصر میدانوں اور شعبہ ہائے تحقیق کی نشاندہی نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ خاکہ سازی میں بھی خاکہ کے عناصر کی تشریح وتوضیح میں تشنگی اور

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی متعدد کالجوں میں پڑھاتے رہے۔ آخر میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ سے منسلک ہوئے۔ اس کے ڈین بھی بنے اور وہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔

مثالوں کا فقدان ہے۔[1] بالخصوص سابقہ کام کا جائزہ لینے کے لیے انٹرنیٹ پر دستیاب مفید وسائل اور معتبر لائبریریوں سے روشناس نہیں کروایا گیا حالانکہ اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے سے طلبہ کا رجحان اس طرف زیادہ ہے۔

4. اس سلسلے کی ایک اہم کتاب "اصول تحقیق" کے نام سے ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی نے لکھی ہے۔[2] مصنف کا تعلق چونکہ علوم اِسلامیہ بالخصوص تخصص فی التفسیر و علوم القرآن، اور حدیث اور علوم حدیث سے ہے اس لیے کتاب میں موضوع پر زیادہ چھاپ علوم اِسلامیہ و عربیہ کی ہے۔ تین سَو پینتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب سترہ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے علوم اسلامیہ میں تحقیق سے متعلق مباحث کا اِحاطہ کرنے کی لائق تحسین کوشش کی ہے۔ کتاب کے باب نمبر ۴ کا عنوان 'موضوعِ تحقیق کا انتخاب اور خاکہ' ہے۔ چار صفحات کے اندر موضوع تحقیق کے اِنتخاب اور سات صفحات میں موضوع تحقیق کا خاکہ بنانے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۳ء میں منصہٴ شہود پر آئی۔ اس وقت پاکستانی طلبہ اور محققین کو انٹرنیٹ کی دستیابی عام اور آسان نہیں تھی۔ اس لئے علوم اسلامیہ میں تحقیق کے لیے آن لائن وسائل اور مصادر و مراجع پر کلام اور رہنمائی اس کتاب کے زیر نظر ایڈیشن میں نہیں ملتی۔ آج کے طلبہ کی مشکلات کو سامنے رکھیں تو موضوع کا خاکہ اور اس کے عناصرِ ضروریہ کو بیان کرنے میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ خاکہ کے بعض عناصر مثلاً

---

[1] دیکھیے: محمد باقر خان خاکوانی، پروفیسر ڈاکٹر، **اسلامی اصول تحقیق**، (لاہور: ادبیات، ط ۱، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۱۱۔۲۴۶. اس کتاب کا طبع دوم ۲۰۱۵ء میں شائع کیا گیا۔

[2] ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبۂ قرآن و تفسیر کے چیئرمین ہیں۔ اُن کی کتاب 'اصول تحقیق' کا طبع اول ۲۰۰۳ء، طبع دوم ۲۰۱۲ء اور طبع سوم ۲۰۱۳ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

اہمیت موضوع، اسباب اختیار موضوع، تحقیق کے اہداف وغیرہ اس باب میں شامل نہیں کیے گئے۔[1]

البتہ اس کتاب کا وہ ایڈیشن جسے نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے دسمبر ۲۰۱۵ء میں شائع کیا بہت سے جدید اضافوں کے ساتھ مزین اور ترامیم کے ساتھ منقّح ہے۔ اس ایڈیشن کے ۴۴۴ صفحات ہیں۔ مصنف نے 'حصول مواد کے جدید ذرائع' کے عنوان سے ایک ملحق کتاب کے آخر میں لگایا ہے۔ اس ملحق میں اردو زبان میں آن لائن لائبریریوں کی فہرست، اُردو زبان میں آن لائن مجلات کی فہرست، عربی زبان میں آن لائن مجلات کی فہرست، عربی کتب کی آن لائن لائبریریوں کی فہرست، عربی و اسلامی سافٹ ویئرز اور سرچ انجنز، وغیرہ جیسے مفید اضافے کیے گئے ہیں۔[2]

5۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے علوم اسلامیہ و عربیہ میں ایم فل کی تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے چار کورس 'اصول تحقیق'، 'اسلام میں تحقیق کے اصول ومبادی'[3]، 'اطلاقِ تحقیق' اور 'تحقیق نگاری' مقرر کیے تھے۔ پہلا کورس ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش جبکہ باقی تینوں کورس ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے تحریر کیے تھے۔ اِن میں سے چوتھے کورس میں علوم اسلامیہ میں تحقیق کے لیے انتخابِ موضوع اور خاکہ سازی کے متعلق یونٹ نمبر ۲، ۳ اور ۶ میں گفتگو تو ہوئی ہے لیکن بہت مختصر رہنمائی کی گئی ہے۔

---

[1] دیکھیے: عبد الحمید خان عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، **اصول تحقیق**، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ط ۲۰۱۳ء)، ص ۱۲۱۔ ۱۳۲۔

[2] دیکھیے: عبد الحمید خان عباسی، ڈاکٹر، **اصول تحقیق**، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اشاعت دوم دسمبر ۲۰۱۵ء)، ص ۴۲۱۔ ۴۳۴۔

[3] ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے یہ کورس ۱۹۸۷ء میں لکھا تھا۔ دیکھیے: کورس کا تعارف، ص ۲۔

کمپیوٹر کی دستیابی اور انٹرنیٹ تک رسائی کی وجہ سے آج کی صورتِ حال کے پیش نظر علوم اسلامیہ میں تحقیق نگاری کے رُجحانات میں جن اُمور کو سامنے رکھا جاتا ہے وہ اس کتاب میں شامل نہیں ہیں۔[1]

6. اسی سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک (چیئرمین شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے "عربی، اسلامی علوم اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقہ کار" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔[2] یہ بنیادی طور پر دو ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب کی چھ فصلوں میں تحقیق کی اقسام، تحقیق کے بنیادی عناصر، محقق کی خصوصیات، کتب خانے، مقالہ نگاری کے مراحل اور مقالہ کی کمپوزنگ اور آخری کتابی شکل کے مباحث پر گفتگو کی ہے۔ دوسرے باب کی تین فصول میں مخطوطات کی تدوین کے مختلف مراحل پر قلم اُٹھایا گیا ہے اور آخر میں پانچ ملحقات ہیں۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب جدید اور بہت مفید ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب کی پانچویں فصل میں انتخابِ موضوع اور خاکۂ تحقیق کی تیاری پر اگرچہ بہت مفصل کلام کیا گیا ہے لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب کا اصل میدان عربی ادب اور لسانیات ہے اس لئے اُن کی گفتگو اور مثالیں زیادہ تر عربی زُبان و اَدب کے طلبہ کے لیے مفید ہیں۔

اس کتاب میں نہ تو علوم اسلامیہ میں تحقیق کے متنوع میدانوں اور شعبوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور نہ اُردو زبان میں دستیاب آن لائن مصادر و مراجع کی طرف کوئی خاص

---

[1] دیکھیے: طفیل ہاشمی، **مطالعاتی رہنما: تحقیق نگاری**، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ایڈیشن اول، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۵۔۱۲۷ اور ۴۱۔۴۵۔

[2] چار سو چالیس صفحات کی اِس کتاب کا پہلا ایڈیشن اورینٹل بکس نے ۲۰۱۲ء بمطابق ۱۴۳۳ھ میں لاہور سے شائع کیا تھا۔

رہنمائی کی گئی ہے۔ مزید بر آں اگر چہ اس کتاب میں انٹرنیٹ پر موجود متعدد مجلات اور مکتبات کا ذکر اور اُن کے ویب ایڈریسز دیئے گئے ہیں اور اسی طرح مختلف سوفٹ ویئرز اور مکتبہ شاملہ کے استعمال پر بھی اچھی خاصی تفصیل پیش کی گئی ہے لیکن اِس میں وہ مکتبات اور عربی زبان کے آن لائن مجلات کا ذکر نہیں کیا گیا جو اِس کتاب کی اشاعت کے بعد وجود میں آئے ہیں۔[1]

7. پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک نے اِس سے پہلے ایک کتاب "منہج البحث والتحقیق" کے نام سے لکھی تھی۔ یہ مفید کتاب کئی بار شائع ہوئی۔[2] اِس کتاب کی الفصل الخامس میں مصنف نے اختیار موضوع البحث اور اِعداد خُطۃ البحث پر اچھی خاصی تفصیل اور بہت مفید رہنمائی پیش کی ہے مگر اس سے زیادہ تفصیل، جدید طریقوں اور مصادر و مراجع کے وسائل پر کلام اپنی کتاب 'تحقیق و تدوین کا طریقہ کار' میں کیا ہے جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔

8. اس سلسلے کی ایک کڑی ڈاکٹر ظفر الاسلام خان کی کتاب "اُصول تحقیق: جدید رِسرچ کے اُصول و ضوابط" بھی ہے۔ اس کتاب کے مواد کو چار ابواب کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نام 'علمی تحقیق کی غرض و غایت اور اس کے مبادی'؛ 'بنیادی اور ثانوی مآخذ'؛ 'کچھ بنیادی مآخذ'؛ اور 'علمی تحقیق کے فنی پہلو'۔ اس کے بعد تین ضمیمے ہیں۔ پہلے میں علمی مجلات کے لیے مقالات؛ دوسرے میں مغربی تصنیفات میں مستعمل رموز و

---

[1] دیکھیے: خالق داد ملک، پروفیسر ڈاکٹر، **تحقیق و تدوین کا طریقہ کار**، (لاہور: اورینٹل بکس، ط ا، ۲۰۱۲ء)، ص ۶۷۔۱۱۳۔

[2] ڈاکٹر خالق داد ملک کی کتاب "**منہج البحث والتحقیق**" کا طبع اول ۱۹۹۹ء، طبع دوم ۲۰۰۶ء، اور طبع سوم ۲۰۰۹ء میں گنج بخش پرنٹرز لاہور سے شائع ہوا تھا۔

اوقاف؛ اور تیسرے میں عربی، فارسی اور اردو کو لاطینی رسم الخط میں لکھنے کی اسکیم پر گفتگو کی گئی ہے۔

ان موضوعات کے مختلف پہلوؤں میں ظفر الاسلام خان کے پی ایچ ڈی تھیسس کے سپروائزر مستشرق بوزورتھ کی فکر کے اثرات شامل ہیں۔ ظفر الاسلام خان نے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض اور مدینہ منورہ میں معہد الدعوۃ والاعلام میں ۱۹۹۱ء میں اصول تحقیق پر لیکچر دیئے تھے۔ بعد ازاں یہ لیکچرز مقالات کی شکل میں رسالہ البعث الاسلامی لکھنؤ میں ۱۹۹۲ تا ۱۹۹۳ میں شائع ہوئے۔ بعد میں انہی مقالات کو ایک کتاب شکل میں ''اُصول تحقیق: جدید ریسرچ کے اُصول وضوابط'' کے نام سے غالباً ۱۹۹۵ء میں شائع کیا گیا۔[1]

[1] دیکھیے: ظفر الاسلام خان، ڈاکٹر، **اُصول تحقیق: جدید ریسرچ کے اصول وضوابط**، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۔۲۱۔

مبحث سوم

اُردو زبان وادب میں فن تحقیق کی کتب

یہاں اُن کتب کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو اگرچہ اردو زبان وادب میں فن تحقیق سے متعلق ہیں لیکن اُن میں بہت سی ایسی معلومات اور توضیحات ہیں جو علوم اسلامیہ و عربیہ میں تحقیق کرنے والے اُفراد کے لیے بھی مفید ہیں۔

1. اُردو زبان وادب میں بہت مشہور کتاب پروفیسر ڈاکٹر گیان چند کی ''تحقیق کا فن'' ہے۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے سنہ ۲۰۱۲ء میں اس کتاب کا طبع سوم شائع کیا جو جلد ختم ہو گیا۔ مقتدرہ قومی زبان کے ایک سابق صدر نشین پروفیسر فتح محمد ملک نے اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ اُن کے اَلفاظ کو اُن کے بعد آنے والے صدر نشین ڈاکٹر انوار احمد نے دُہرایا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا:

> ''میری نظر سے اس موضوع پر ابھی تک کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جسے تحقیق کے سارے پہلوؤں اور طلبہ و اساتذہ کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر تحریر کیا گیا ہو۔ یہ کتاب تحقیق کے سلسلے میں اسی لیے ایک بنیادی حوالے کی کتاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب اپنی اشاعت کے بعد سے ہی تحقیق سے متعلق لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہی اور طالب علموں اور درس گاہوں میں اس کتاب کی بلند آہنگ طلب کے پیش نظر اسے شائع کرنے میں فوقیت دی جا رہی ہے۔''[1]

---

[1] گیان چند، پروفیسر، تحقیق کا فن، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط ۳، ۲۰۱۲ء)، پیش لفظ۔

جس کتاب کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے وہ چھ سو سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اس کتاب کے بائیس ابواب ہیں۔ ان کے عنوانات یہ ہیں: تحقیق اور تحقیق کار، تحقیقی مقالہ، موضوع، خاکہ، مواد کی فراہمی، مطالعہ اور نوٹ لینا، مواد کی پرکھ اور حزم و احتیاط، مقالے کی تسوید، زبان اور بیان، ہیئت، ایک ادیب پر مقالہ، ادبی تاریخ، ادب کے کسی جزء پر تحقیق، صنف، تحریک، دبستان، رُجحان، تدوین متن، اجتماعی تحقیق، حوالے کی کتاب، بین العلومی تحقیق، ادبی لسانیات، تصحیحی تحقیق، سندی تحقیق کی آخری منزلیں، خاتمہ: فن کار، نقاد اور عالم۔ فہرست کتابیات کے بعد اس کتاب کو اشاریہ پر ختم کیا گیا ہے۔

2. اُردو اَدب اور لسانیات میں تحقیق کے لیے ڈاکٹر محمد ہارون قادر نے بھی ایک سو اَسی صفحات پر مشتمل ایک کتاب "ابجدِ تحقیق" شائع کی ہے۔ محمد ہارون قادر کا تعلق شعبہ اُردو سے ہے۔ انہوں نے 'احوالِ واقعی' کے تحت پندرہ اور 'وسائل تحقیق' کے تحت چھبیس ایسے موضوعات سے بحث کی ہے جن کا تعلق زیادہ تر اردو ادب اور لسانیات میں تحقیق سے ہے۔ احوال واقعی کے تحت موضوع نمبر ۸ اور ۱۱ کا تعلق انتخاب موضوع اور اُس کی خاکہ سازی سے ہے لیکن علوم اسلامیہ میں تحقیق کے تناظر میں اس جگہ کی گئی گفتگو اَدھوری اور ناکافی ہے۔[1]

3. اُردو زبان واَدب میں تحقیق کے لیے پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ایک کتاب "اُردو تحقیق: صورتِ حال اور تقاضے" لکھی ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عقیل نے اس میں "اپنے وہ مقالات اشاعت کے لیے یکجا کر دیے ہیں جو انہوں نے گزشتہ چند برس کے دوران اُردو تحقیق کو پسماندگی سے

[1] دیکھیے: محمد ہارون قادر، ابجدِ تحقیق، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء) ص ۵۱-۶۵ اور ۸۲-۹۸۔

نجات دلانے کے جذبے سے وقتاً فوقتاً قلم بند کیے تھے۔"[1] یہ کتاب اپنے موضوع اور اُردو لسانیات کے بارے میں تو ایک اچھی رہنما ہو سکتی ہے لیکن پروفیسر فتح محمد ملک کے اِس بیان اور کتاب کی فہرستِ موضوعات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مصنف نے عُلوم اسلامیہ سے متعلق کسی موضوع کا انتخاب اور اس کی خاکہ سازی کے بارے میں براہِ راست قلم نہیں اُٹھایا۔

4۔ پروفیسر عقیل کی باسٹھ صفحات کی کتاب "رسمیاتِ مقالہ نگاری: اردو میں تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹیفک اصول" بھی شائع ہوئی ہے۔ اس میں 'سر آغاز'، 'معروضات'، اور 'تاریخی پس منظر' کے بعد رسمیاتِ مقالہ نگاری کے تحت تحقیقی مقالہ سے متعلق سولہ اُمور پر محققین کے جدید تر رُجحانات اور ترجیحات پر گفتگو کی ہے۔ یہ ساری باتیں اُن کی کتاب "اُردو تحقیق: صورتِ حال اور تقاضے" میں پہلے شائع ہو چکی ہیں۔[2] اس کے بعد ضمیمہ میں "چند اہم اصطلاحات کی تشریح" کے تحت کچھ اضافی چیزوں یعنی متن، ترتیبِ متن/تدوین متن، حاشیہ، پاورقی حوالہ یا حاشیہ، ماخذ، تعلیق، قوسین، واوین، مقدمہ، کتابیات، فہرستِ محولہ یا سر فہرستِ اسنادِ محولہ، اور اشاریہ کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔[3]

[1] ڈاکٹر معین الدین عقیل کی چار سو پچاس صفحات پر مشتمل اِس ضخیم کتاب کا طبع اول مقتدرہ قومی زبان پاکستان نے ۲۰۰۸ء میں اسلام آباد سے شائع کیا۔

[2] دیکھیے: عقیل، معین الدین، پروفیسر ڈاکٹر، **اردو تحقیق: صورتِ حال اور تقاضے**، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط۱، ۲۰۰۸ء)، ص ۳۹۲۔ ۴۵۰۔

[3] ملاحظہ ہو: عقیل، معین الدین، پروفیسر ڈاکٹر، **رسمیاتِ مقالہ نگاری: اردو میں تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹیفک اصول**، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء۔

5. اسی سلسلے میں ڈاکٹر عطش درّانی نے ایک کتاب "جدید رسمیاتِ تحقیق: زبان و ادب" لکھی تھی۔[1] ڈاکٹر عطش نے اردو زبان اور علم التعلیم میں ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اس کتاب کے عنوان، اس کے چودہ ابواب اور ضمیمہ جات پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اِس کتاب میں مصنف کی توجہ زُبان واَدب میں تحقیق پر مرکوز رہی ہے۔ اس کے تیسرے باب میں انہوں نے "تحقیقی منصوبے سے خاکے تک" کے موضوع پر گفتگو کی ہے لیکن چند ایک عمومی معلومات کے سوا علوم اسلامیہ کے طلبہ کے لیے اس میں کوئی براہِ راست رہنمائی نہیں پائی جاتی۔[2] ڈاکٹر عطش درّانی کی ایک اور کتاب "اُصول تحقیق: زبان وادب" ہے۔ یہ کتاب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے اُن طلبہ کا ایک کورس ہے جو پاکستانی زبانیں واَدب کے شعبے میں ایم فل کرتے ہیں۔ اس کتاب کے یونٹ ۱۱ میں موضوع کے طریقہ انتخاب اور خاکہ سازی پر گفتگو کی گئی ہے لیکن اس میں بھی اُن طلبہ کو مدِ نظر رکھا گیا ہے جو ادب اور لسانیات کے شعبہ میں تحقیق کرتے ہیں۔[3]

6. اسی سلسلے کی ایک کتاب "فنِ تحقیق: مبادیات، اُصول اور تقاضے" ہے۔ دو سَو بہتر صفحات کی یہ کتاب بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلے حصے میں 'تحقیق کے مختلف مراحل'، دوسرے میں 'تنقید و تحقیق کے تقاضے' اور تیسرے حصے میں 'متن کی تحقیق و تدوین کا فن' کے تحت اَٹھارہ ابواب میں تفصیل سے موضوع پر بات کی

---

[1] ڈاکٹر عطش درّانی کی چھ سو آٹھ صفحات پر مشتمل اِس ضخیم کتاب کا طبع اول اُردو سائنس بورڈ نے ۲۰۰۵ء میں لاہور سے شائع کیا تھا۔

[2] دیکھیے: عطش درّانی، **جدید رسمیاتِ تحقیق: زُبان وادب**، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ط۱، ۲۰۰۵ء)، ص۸۷۔۱۳۸۔

[3] دیکھیے: عطش درّانی، **اصول تحقیق: زبان وادب**، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ط۱، ۲۰۰۴ء)، ص۲۹۹۔۳۴۳۔

گئی ہے۔ تاہم علوم اسلامیہ میں تحقیق کے لیے انتخابِ موضوع اور اُس کی خاکہ سازی پر کوئی رہنمائی نہیں کی گئی۔ صرف تیرہواں باب تصوف کے میدان میں تحقیق سے متعلق ہے۔ ابواب کے عنوانات کو دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصنف کی توجہ اردو ادب اور لسانیات پر مرکوز رہی ہے۔[1]

7. پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر ایمریطس وسابق صدرِ شعبہ فارسی، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ، نے اپنی چھیانوے صفحات کی کتاب "تصحیح و تحقیق متن" میں عرضِ مؤلف اور پیش لفظ کے بعد یہ موضوعات شامل کیے ہیں: تصحیح و تحقیق متن، اسناد تحقیق، اسناد کا استعمال، ترتیبِ متن، تعلیقات و حواشی، تخریج، انتقادی متن کا مقدمہ اور فہرست سازی۔[2]

8. ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے ایک کتاب "ادبی تحقیق کے اُصول" کے نام سے شائع کی ہے۔ اِس کتاب میں انہوں نے اپنے مواد کو نو عنوانات کے تحت پیش کیا ہے جو یہ ہیں: جدید اُردو تحقیق: افکار و مسائل، تحقیقی مباحث، تحقیقی موضوع کے انتخاب کا مسئلہ، مفروضہ کیا ہے؟ تحقیق کی تین اقسام، دستاویزی تحقیق، مطالعۂ احوال، سروے، اور حوالہ نگاری کا فن۔[3]

---

[1] دیکھیے: رانا سلطان محمود، **فن تحقیق: مبادیات، اُصول اور تقاضے**، بک ٹاک ٹمپل روڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

[2] نذیر احمد، پروفیسر، **تصحیح و تحقیق متن**، ادارۂ یادگارِ غالب کراچی، ۲۰۰۰ء۔

[3] ملاحظہ فرمائیں: تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کے اُصول**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط ا، ۱۹۹۲ء۔

کئی لحاظ سے یہ کتاب بھی علوم اسلامیہ کے تحقیق کاروں کے لیے مفید ہے لیکن مصنف نے علوم اسلامیہ میں تحقیق کرنے والے افراد کو مدِ نظر نہیں رکھا۔ اُن کی ترجیحات کچھ اور تھیں۔

9. ڈاکٹر قاضی عبد القادر نے ایک کتاب "تصنیف و تحقیق کے اُصول" کے نام سے تحقیقی کام سے شغف رکھنے والوں کے لیے پیش کی ہے۔ بیانوے صفحات کی اِس مختصر کتاب کو مصنف نے چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جن کے عنوانات یہ ہیں: 'علمی مضمون کیسے لکھیں؟'، 'علمی مضمون کی قسمیں'، 'موضوع اور مطالعہ'، 'لکھنے کا عمل: اخلاقی افق'، 'تحقیق کے فکری اور منطقی تقاضے' اور 'حوالہ جاتی اُصول'۔

عمومی اعتبار سے اس کتاب کی اِفادیت سے انکار نہیں مگر اِن عنوانات سے واضح ہے کہ مصنف کی توجہ ایک علمی مضمون یا ریسرچ پیپر لکھنے کے سلسلے میں اپنے تجربات اور افکار روشناس کرانے پر تھی۔[1]

10. ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے "اُصول تحقیق و ترتیب متن" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ تین سَو باوَن صفحات کی اس ضخیم کتاب میں پیش لفظ اور حرفِ آغاز کے بعد یہ مشمولات ہیں: متن اور رِوایت متن، تالیفِ متن، تنقیدِ متن، تحقیقِ متن، تاریخ متن، تاریخ کتابتِ متن، تاریخ طباعتِ متن، تصحیح متن، ترتیب متن، تحشیۂ متن، تعلیقاتِ متن، مآخذ اور اشاریات۔[2]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: عبد القادر، قاضی ڈاکٹر، **تصنیف و تحقیق کے اصول**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط ۱، ۱۹۹۲ء۔

[2] دیکھیے: تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **اصول تحقیق و ترتیب متن**، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۴ء)، ص ۹.

11. ڈاکٹر نور الاسلام صدیقی نے دو سو چون (۲۵۴) صفحات کی اپنی کتاب "ریسرچ کیسے کریں؟" کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ریسرچ مرحلہ بمرحلہ، تنقید و تحقیق، تحقیق و تدوین متن، اور کتابیات کو باب چہارم کا نام دے کر کتاب کو ختم کیا ہے۔ پہلے باب میں ریسرچ کیا ہے؟ ریسرچ کے عنوانات، ریسرچ کے ابتدائی مراحل، لائبریری کی ضرورت، اسکالر کی صفات و خصوصیات، مواد کی فراہمی، تحقیقی مقالے کی ترتیب، مقالے کی فائنل کاپی کے موضوعات شامل ہیں۔ دوسرے باب میں تحقیق، تنقید اور ان کا باہمی رشتہ، تذکرے کا تنقیدی مطالعہ، تصوف کی کتاب کا تنقیدی مطالعہ، ادبی کتاب کا تنقیدی مطالعہ شامل ہے۔ باب سوم میں تحقیق و تدوین متن، نسخوں کی تلاش اور طریقے، نسخوں کے مراتب، متن کی ترتیب و تدوین اور مخطوطات سے متعلق ہدایات شامل ہیں۔[1]

12. عبد الرزاق قریشی نے "مبادیاتِ تحقیق" لکھی تھی۔ انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی کی شائع کردہ ایک سو چھ صفحات کی اس کتاب کے چھ ابواب کے عنوانات یہ ہیں: فن تحقیق، لائبریری کا استعمال، آغازِ کار، مقالہ کی تیاری، مقالہ کی تسوید، تحقیق و تصحیح متن۔[2]

تقریباً نصف صدی قبل شائع ہونے والی یہ کتاب اپنی اشاعت کے بعد تحقیق کے میدان میں ہونے والی بے شمار تبدیلیوں کے بارے میں رہنمائی سے قاصر ہے۔ اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تحقیق کاروں کے کام کو آگے بڑھانے میں اس کتاب نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: نور الاسلام صدیقی، ڈاکٹر، **ریسرچ کیسے کریں؟**، شاد پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔

[2] دیکھیے: عبد الرزاق قریشی، **مبادیات تحقیق**، (بمبئی: ادبی پبلشرز، ۱۹۶۸ء)، ص ۷۔۹۔

13. ڈاکٹر، ش، اختر نے دو سَو صفحات کی اپنی کتاب "تحقیق کے طریقہ کار" میں دیباچہ کے بعد "تحقیق کے طریقہ کار" کا مواد آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ باب اول میں تحقیق کی تعریف، تحقیق کی قسمیں، اسکالر کے مسائل؛ باب دوم میں موضوع کا انتخاب، ریسرچ یونیورس اور سی ناپسس، تحقیق کا ڈیزائن، مفروضات اور اُن کی نوعیت، تصورات، تحقیق کا نظریات سے رِشتہ؛ باب سوم میں مواد کی حصول یابی اور مواد کی صحت کی جانچ اور تجزیہ؛ باب چہارم میں تحقیق کا طریقہ کار، مشاہدات، انٹرویو، انٹرویو کے فوائد، نمونوں کی قسمیں اور سروے، کیس اسٹڈی؛ باب پنجم میں تحقیق کے آلات، سوال نامہ، سوال نامہ کا ڈیزائن، اقتباسات؛ باب ششم میں اعداد و شمار کی پروسسنگ، کوڈنگ، تدوین، فٹ نوٹس، ضمیمہ، حوالوں کا نظام، اشاریہ، نقشہ اور تصویریں؛ باب ہفتم میں مقالہ کی تدوین و تنقید اور تحقیقی رپورٹ؛ اور باب ہشتم میں کتابیات کے موضوعات شامل ہیں۔[1]

14. امجد علی شاکر نے اپنی کتاب "تحقیق و تدوین: اُصول و مبادی" میں 'ابتدائیہ' کے بعد تیرہ موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ وہ موضوعات یہ ہیں: تحقیق کا مفہوم اور مقاصد؛ تحقیق کی چند نمایاں اقسام؛ اردو میں تحقیق کی روایت؛ بنیادی اور ثانوی مآخذ؛ موضوع کے تعین میں کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے؛ حواشی و اقتباسات؛ تحقیق میں داخلی اور خارجی شواہد کی اہمیت؛ تحقیق کی زبان اور اُسلوب تخلیقی زبان اور اُسلوب؛ تدوین متن (شعری اور نثری متن) مسائل و مشکلات؛ تنقید متن، تصحیح متن اور تحقیق؛ متن اور متن کی اقسام؛ مخطوطہ شناسی۔۔ اصول و ضوابط؛ اور حافظ محمود شیرانی کی مخطوطہ شناسی۔[2]

---

[1] ش، اختر، ڈاکٹر، **تحقیق کے طریقہ کار**، سنٹر فار سائنٹیفک اسٹڈیز اینڈ کلچر، رانچی، سن ندارد۔

[2] دیکھیے: امجد علی شاکر، **تحقیق و تدوین: اصول و مبادی**، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء۔

امجد علی شاکر کی یہ کتاب مختلف اوقات میں ان کے شائع شدہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر اردو زبان وادب کے طلبہ اور محققین کے لیے زیادہ مفید ہے جیسا کہ اس کے موضوعات اور عنوانات سے واضح ہے لیکن علوم اسلامیہ کے نو آموز تحقیق کار بھی اس سے اِستفادہ کر سکتے ہیں۔

15. سید جمیل احمد رضوی نے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) صفحات کی ''لائبریری سائنس اور اُصولِ تحقیق'' لکھی ہے۔ اِس کتاب کے بارہ ابواب اور متعدد فصول بنائی ہیں۔ باب ۱: تعارف (تحقیق کے بنیادی تصورات، تحقیق کی اہمیت، حصول علم کے طریقے)؛ باب ۲: سائنسی طریقِ تحقیق؛ باب ۳: سائنسی تحقیق اور لائبریرین شپ (سائنسی تحقیق کا لائبریرین شپ پر اطلاق، لائبریرین شپ میں تحقیق کے وسائل)؛ باب ۴: تحقیقی منصوبہ (تحقیق کے موضوع کا انتخاب، موضوع کی جانچ پرکھ، تحقیقی منصوبے کا خاکہ)؛ باب ۵: فرضیہ (فرضیات کے ذرائع، فرضیے کے خصائص، فرضیہ لکھنے کے متعلق چند تجاویز، فرضیے کی اہمیت، کیا فرضیہ ہمیشہ ضروری ہوتا ہے؟)؛ باب ۶: دستاویزی طریق تحقیق؛ باب ۷: سروے/وضاحتی تحقیق؛ باب ۸: مطالعہ احوال؛ باب ۹: تحقیق کے آلات (سوال نامہ، سوال نامے کے نقصانات، سوالنامے کی تیاری، سوال نامے کی تنظیم، شرح واپسی بڑھانے کا طریق کار، انٹرویو)؛ باب ۱۰: تحقیقی رپورٹ کی تیاری (رپورٹ کے حصے، انداز تحریر)؛ باب ۱۱: تحقیقی رپورٹ کی جانچ پرکھ؛ باب ۱۲: پاکستان میں لائبریرین شپ کے شعبے میں تحقیق۔ اس کے بعد ضمیمے، اصطلاحات اور کتابیات پر کتاب ختم ہوتی ہے۔[1]

---

[1] رضوی، سید جمیل احمد، **لائبریری سائنس اور اُصولِ تحقیق**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط ۱، ۱۹۸۷ء۔

مبحث چہارم

تحقیق و تدوین کے متعلق کتبِ تحقیق و مقالات

تحقیق کے متعلق ذخیرۂ کتب میں ایسی کتابیں بھی ملتی ہیں جن کے نام میں تحقیق، تدوین یا تنقید کے الفاظ ملتے ہیں مگر اُن میں تحقیق و تدوین کے عملی اور فنی پہلوؤں پر کم جبکہ ادبی موضوعات پر زیادہ تحقیقی مقالات و مباحث پیش کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے کی چند ایک کتب یہ ہیں۔

1. غلام عباس ماہو نے ایک سو چورانوے صفحات کی اپنی کتاب "تحقیق و تدوین" کا مواد ابواب کی بجائے تیئس موضوعات میں پیش کیا ہے۔ وہ موضوعات یہ ہیں: فن تحقیق کیا ہے؟، معاشرتی علوم و لسانیات میں تحقیق کی اہمیت، لسانیاتی تحقیق، موضوع کا انتخاب اور مقاصد تحقیق، ذرائع کی تحقیقی اہمیت و افادیت، تحقیق کی اہم اقسام، تحقیق کے ابتدائی اور ثانوی مآخذ کا فرق، تحقیق و تنقید کا باہمی ربط و تعلق، مقتدرہ قومی زبان، انجمن ترقی اردو، اصول تدوین، تدوین کے مآخذ، تدوین کی اہمیت، فنی تدوین کی معیار بندی، مخطوطوت کی تحقیق کا مسئلہ، قدیم متنوں میں تصرفات و تحریفات کی وجوہات، زبان اور رسم الخط، متن کے محقق کی ضروری اہلیت و صلاحیت، متن اور روایت متن۔ اس کے بعد اقبالیات کے عنوان کے تحت: محقق اقبالیات کے اوصاف، کلام اقبال کی تنقید میں تحقیق سے استفادے کی صورت، کلام اقبال کی تحقیق کے لئے تحقیق کی اقسام، اقبالیات کی تحقیق میں حواشی، تعلیقات اور مآخذ کی اہمیت کے موضوعات شامل ہیں۔[1]

---

[1] غلام عباس ماہو، **تحقیق و تدوین**، مکتبہ دانیال لاہور، سن ندارد۔ اس کتاب پر کیپی ٹل بک ڈپو، اردو بازار راولپنڈی کی مہر میں تاریخ ۱۹ر دسمبر ۲۰۰۰ء کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سن ۲۰۰۰ء میں یا اس سے پہلے شائع ہوئی تھی۔

2. ڈاکٹر جمیل جالبی نے تین سو تراسی صفحات کی اپنی کتاب "ادبی تحقیق" میں پیش کلام کے بعد "ادبی تحقیق" کے بارے میں بقیہ گفتگو جن تیرہ عنوانات کے تحت رقم کی ہے وہ یہ ہیں: تحقیق کے جدید رُجحانات، اردو تحقیق کی روایت، دکنی اور گجراتی ادب، اردو زبان کی پہلی تصنیف: مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، حَسن شوقی: دسویں صدی ہجری میں اردو شاعری کی روایت، دیوانِ نصرتی، ولی کا سالِ وفات، دیباچہ گلزارِ عشق: محمد باقر آگاہ، نکات الشعراء کا تنقیدی مطالعہ، مصحفی کے تذکرے: ایک تجزیاتی مطالعہ، نساخ کا ایک نایاب تذکرہ: تذکرۃ المعاصرین، پاکستان کی قدیم اُردو شاعری اور بابا فرید کی اُردو شاعری۔[1]

3. رشید حسن خان اردو ادب میں تحقیق کے بڑے رہنماؤں میں شامل ہیں۔ انہوں نے تین سو باون صفحات کی ایک کتاب "اَدَبی تحقیق کے مسائل اور تجزیہ" لکھی ہے۔ اس کے موضوعات یہ ہیں: ابتدائیہ، کچھ اصول تحقیق کے بارے میں، غیر معتبر حوالے، تحقیق سے متعلق بعض مسائل (۱۔ فارسی مآخذ کے اُردو ترجمے، ۲۔ دانش گاہوں میں تحقیق کے مسائل، ۳۔ تحقیق اور بُل ہوسی، ۴۔ علمی منصوبے اور اخلاقیات)، تدوین اور تحقیق کے رُجحانات، حوالہ اور صحتِ متن، دیوانِ غالب صدی اڈیشن، اُردو شاعری کا انتخاب، علی گڑھ تاریخِ ادبِ اردو، تاریخِ ادبِ اُردو۔[2]

4. ڈاکٹر سید معین الرحمن نے دو سو چوبیں صفحات پر مشتمل ایک کتاب "یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق" لکھی ہے۔ اس کتاب میں 'حرفِ چند: کچھ اس کتاب کے بارے' کے بعد ان عنوانات پر گفتگو کی ہے: اردو میں ڈاکٹریٹ کی اولین اسناد، یونیورسٹیوں میں مطالعہ اقبال کے چالیس سال (صد سالہ جشن ولادت ۱۹۷۷ء تک)،

---

[1] جمیل جالبی، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق**، مجلس ترقی ادب، لاہور، ط۱، ۱۹۹۴ء۔

[2] رشید حسن خان، **اَدَبی تحقیق کے مسائل اور تجزیہ**، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ط۱، ۱۹۷۸ء۔

یونیورسٹیوں میں مطالعہ اقبال کے دس سال (۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۸ء)، پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کے چالیس سال (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۸ء) اور تحقیق کے لیے موضوع کا انتخاب۔ تین ابواب میں فہرست مقالات دی گئی ہے۔[1]

5. ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ایک سو چوراسی صفحات کی ایک کتاب "پاکستان میں اردو تحقیق: موضوعات اور معیار" کے نام سے بھی لکھی ہے۔ اس کتاب میں 'حرفِ چند'، 'حرفِ آغاز' اور 'ذخائر و مآخذ' کے بعد کچھ صفحے 'اصول تحقیق' پر لکھے ہیں۔ کتاب کا زیادہ حصہ 'تحقیقی کاموں کا جائزہ' کے لیے وقف کیا ہے۔ 'حرف آخر' لکھنے کے بعد کتاب کو اشاریہ پر ختم کیا ہے۔[2]

6. جابر علی سید نے دو سو سولہ (۲۱۶) صفحات کی اپنی کتاب "تنقید و تحقیق" میں چوبیں موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ اردو نثر و نظم سے متعلق یہ زیادہ تر فکری نوعیت کے موضوعات ہیں۔ اس میں تحقیق کاروں کے لیے فن تحقیق یا عمل تحقیق سے متعلق کوئی اُصولی نوعیت رہنمائی پیش نہیں کی گئی۔[3]

7. ڈاکٹر فرمان فتح پوری (شعبہ اردو جامعہ کراچی) نے دو سو پچاس (۲۵۰) صفحات کی اپنی کتاب "تحقیق و تنقید" میں 'انتساب' اور 'کتاب سے پہلے' میں اظہار خیال کے بعد اٹھارہ موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ غالب، درد، جگر، فراق، انشاء، عبدالحق، محمد حسین،

---

[1] سید معین الرحمن، ڈاکٹر، **یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق**، یونیورسل بکس، لاہور، ط ا، ۱۹۸۹ء۔

[2] معین الدین عقیل، ڈاکٹر، **پاکستان میں اردو تحقیق: موضوعات اور معیار**، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ط ا، ۱۹۸۷ء۔

[3] ملاحظہ فرمائیں: جابر علی سید، **تنقید و تحقیق**، کاروانِ ادب، ملتان، ط ا، ۱۹۸۷ء۔

داغ وغیرہ کے علاوہ اردو رسم الخط، ڈرامہ، علاقائی زبانیں، افسانوں اور اردو غزل سے متعلق مضامین لکھے ہیں۔ اس کتاب میں اصول تحقیق یا فن تنقید پر کوئی بات نہیں ہے۔[1]

8. ڈاکٹر وحید قریشی نے دو سو بہتر (۲۷۲) صفحات کی اپنی اس کتاب "مقالاتِ تحقیق" میں اٹھارہ مقالات شامل کیے ہیں۔ جو یہ ہیں: پاکستان میں اردو تحقیق کے دس سال (۱۹۵۸۔۱۹۶۸ء)؛ پنجاب یونیورسٹی کا ایک تحقیقی مقالہ؛ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ؛ دیوان شوق۔ ایک جائزہ؛ حالاتِ حسن کے دو مآخذ؛ سحر البیان کا ایک نادر قلمی نسخہ؛ میر حسن اور سحر البیان؛ خوانِ نعت: ایک محاکمہ؛ مقدمہ مثنویات میر حسن؛ جہاندار شاہ؛ مقدمہ کلام آتش: ایک جائزہ؛ گلستان سخن: ایک تجزیہ؛ بنیادی اردو: ایک تجزیہ؛ حوالہ جات قانون فوجداری پر ایک طائرانہ نظر؛ مشرق میں فہرست سازی کی روایت؛ کتابیاتِ تحقیق و تنقید؛ کتاب نامہ شبلی پر ایک نظر؛ اور آخر میں فن تاریخ گوئی۔[2]

اس طرح یہ کتاب بھی اصولِ تحقیق یا فنِ مقالہ نویسی کے بارے میں تحقیق کاروں کو کوئی رہنمائی مہیا کرنے کے لیے نہیں لکھی گئی۔

9. ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے "اُردو میں اُصولِ تحقیق" کے نام سے دو جلدیں مرتب کی ہیں جو پہلی بار ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئیں۔ یہ دراصل تحقیق سے متعلق منتخب مقالات ہیں۔ اِن دو جلدوں میں شامل عنوانات یہ ہیں: تحقیق کے تقاضے، تحقیق و تنقید، فن تحقیق، تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول، تحقیقی عمل کے مراحل، موضوع کا انتخاب، دستاویزی طریق تحقیق، مقالہ کی پیش کش، مقالہ کی تسوید، تدوین اور تحقیق کے

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، **تحقیق و تنقید**، قمر کتاب گھر، اردو بازار، کراچی، ط ۱، ۱۹۶۳ء، ط ۲، ۱۹۷۷ء۔

[2] ملاحظہ فرمائیں: وحید قریشی، ڈاکٹر، **مقالاتِ تحقیق**، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ط ۱، ۱۹۸۸ء۔

رُجحانات، تحقیق و تصحیح متن کے مسائل، متن اور روایت متن، تنقید متن، متن کے سَنِ تصنیف کا تعین، کتابیات، اُردو ادب میں تحقیق کی روایت، اصول تحقیق، اردو میں لسانی تحقیق، ادبی تحقیق کے مسائل، قدیم دَوَاوِین کی ترتیب کے مسائل، حوالہ اور صحتِ متن، اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے، ہندوستان میں اردو تحقیق اور تدوین کا کام ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ تک، پاکستان میں اردو تحقیق، ہندوستانی اور پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق وغیرہ۔[1]

یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اردو ادب و لسانیات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کی تحقیقی ضروریات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی تھی۔ علوم اسلامیہ میں تحقیق کے تناظر میں یہ کتاب اگرچہ چند عمومی پہلوؤں کے پیش نظر تو مفید ہے لیکن تقریباً تیس سال پہلے کے ماحول اور حالات میں لکھے گئے مقالات وافکار آج کے طالب علم کی ضروریات کے پیش نظر ناکافی ہیں۔

10. مقتدرہ قومی زبان پاکستان نے ایک کتاب "اُردو تحقیق: منتخب مقالات" شائع کی ہے۔[2] یہ کتاب دراصل اُن اٹھائیس منتخب مقالات پر مشتمل ہے جو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پشاور یونیورسٹی اور بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں ۱۹۷۶ء تا ۲۰۰۲ء کے سالوں میں منعقدہ سیمینارز میں پڑھے گئے تھے۔ یہ سارے مقالات شعبہ اُردو سے تعلق رکھتے ہیں علوم اسلامیہ سے نہیں۔ البتہ اس کتاب میں ایس

[1] دیکھیے: ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر (مرتب)، **اُردو میں اُصول تحقیق**، (اسلام آباد: ورڈویژن پبلشرز، ط ۴، ۲۰۰۱ء)، ج ۱، ص ۵؛ ج ۲، ۷۔۸۔

[2] دیکھیے: عطش درّانی (مرتب)، **اُردو تحقیق: منتخب مقالات**، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء۔

ایم شاہد کا ایک مقالہ 'تحقیقی خاکے کی تیاری یا تحقیقی تجویز؟' اور ڈاکٹر محسنہ نقوی کا ایک مقالہ 'اُردو کا تحقیقی خاکہ' ہے لیکن اِن دونوں مقالات کا روئے سخن اردو زبان و ادب میں تحقیق کی طرف ہے۔

11. ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے دو سو نوے صفحات کی کتاب "آزادی کے بعد دہلی میں اُردو تحقیق" لکھی ہے۔ اس میں 'حرفِ آغاز' اور 'دہلی میں اردو تحقیق ایک منظر نامہ' کے بعد بقیہ موضوعات پر گفتگو کو اصولیاتِ تحقیق اور تحقیقی تنقید کے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلے حصے میں مخطوطات، ادبی تحقیق کے بعض مسائل، ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، بنیادی نسخہ، متن اور روایت متن کے موضوعات ہیں۔ دوسرے حصے میں غالب کے چند غیر مطبوعہ فارسی رُقعات حضرت غمگین کے نام، زبان اور قواعد ایک تنقیدی جائزہ، بیاض غالب، غالب کا جذبۂ حب الوطنی اور سنہ ستاون، مومن کا مسلک، پریم چند کی کہانیوں پر تحقیقی نظر، بیاضِ غالب: تحقیقی جائزہ، میر حسن: خاندانی حالات، رُباعی کے اُصول اور اَوزان: ایک عروضی تحقیق، تذکرۂ آثار الشعراء اور بہادر شاہ ظفر۔[1]

12. مقتدرہ قومی زُبان کی شائع کردہ ایک کتاب "تحقیق اور اُصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات" ہے۔ یہ کتاب دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں 'اُصول وضع اصطلاحات' سے متعلق چھ اور دوسرے حصے میں 'اصول تحقیق' سے متعلق پانچ منتخب مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ یہ مقالات مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام یا شراکت سے منعقدہ مختلف سیمینارز میں ماہرین تحقیق نے پیش کیے تھے۔[2] اگرچہ

---

[1] تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، (مرتب)، **آزادی کے بعد دہلی میں اُردو تحقیق**، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۰ء۔

[2] دیکھیے: اعجاز راہی (مرتب)، **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طا، ۱۹۸۶ء)، ص: ہ۔ ح۔

یہ گیارہ مقالات علوم اسلامیہ میں انتخابِ موضوع اور تحقیق سے متعلق نہیں ہیں پھر بھی یہ عمومی لحاظ سے ایک تحقیق کار کے لیے بہت مفید ہیں۔

13. شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی کا شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ "تحقیق" ہے۔ اس مجلے میں مسائل تحقیق، فہارس مخطوطات، موضوعاتی مقالات، رفتار تحقیق اور اصول تحقیق سے متعلق مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔[1] ششماہی 'فکر و تحقیق' کا تدریس دکنی ادب نمبر بھی بہت مفید نمبر ہے۔ دو سو اٹھاسی صفحات کا یہ شمارہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں تدریس کے مسائل، دوسرے حصے میں مطالعہ و تدریس اور تیسرے حصے میں تحقیق و تنقید پر کل تئیس مقالات ہیں۔[2]

14. ڈاکٹر انصار الدین مدنی نے ساٹھ صفحات پر مشتمل ایک کتاب "کمال تحقیق" کے نام سے مرتب کی۔ اس میں پہلے وائس چانسلر کا پیغام، اس کے بعد جستجوئے سخن، اور اس کے بعد منہاج التحقیق کے تحت گیارہ صفحات پر انتہائی اختصار کے ساتھ تحقیقی مراحل بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد جامعات کو بھیجا گیا خط، فارم اور آخر میں بتیس صفحات پر پاکستانی جامعات میں مصروف عمل محققین کی ایک فہرست پیش کی گئی ہے۔[3]

---

[1] اس تحریر کے وقت راقم الحروف کے سامنے مجلہ تحقیق کا شمارہ نمبر ۳، ۱۹۸۹ء، شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء، اور شمارہ نمبر ۵، ۱۹۹۱ء تھا۔ اس مجلہ کے بعض شمارے اس ویب سائٹ سے بھی مل جاتے ہیں:

http://sujo-old.usindh.edu.pk/index.php/TAHQIQ

[2] دیکھیے: **تدریس دکنی ادب نمبر**، ششماہی فکر و تحقیق، جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۱۹۸۹ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، انڈیا۔

[3] ملاحظہ فرمائیں: انصار الدین مدنی، ڈاکٹر (مرتب)، **کمال تحقیق**، گرینج یونیورسٹی، پاکستان، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

مبحث پنجم

تعلیم اور سائنسی علوم کے متعلق اُردو زبان میں فن تحقیق کی کتب

یہاں کچھ ایسی کتب کا مختصر تعارف فائدہ سے خالی نہیں ہو گا جو اردو زبان میں لکھی گئی ہیں مگر اُن کا تعلق علوم اسلامیہ و عربیہ یا اردو زبان و ادب سے نہیں۔ اس کے باوجود علوم اسلامیہ کے میدانوں میں تحقیق کاروں کے لیے اِن کتب میں بھی مفید معلومات ملتی ہیں۔

1. ڈاکٹر اسلم ادیب نے ایک کتاب "تحقیق کی بنیادیں" لکھی ہے۔[1] اسلم ادیب چونکہ شعبہ تعلیم سے منسلک رہے ہیں اِس لئے کتاب کے مشمولات اور افکار پر اُن کے شعبے کی گہری چھاپ واضح ہے۔ اس کتاب میں شعبہ تعلیم کے طلبہ کو تحقیق میں مدد دینا پیش نظر رہا ہے۔ اس کتاب کے تیسرے باب کا عنوان "تحقیق اور تحقیقی عمل" ہے۔ اگرچہ اس میں مصنف نے انتخابِ موضوع اور اس کی خاکہ سازی سے بحث کی ہے لیکن علوم اسلامیہ کے طلبہ کی تحقیق کے لیے اس میں رہنما مواد ناکافی ہے۔

2. فیکلٹی آف ایجوکیشن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کے پروفیسر ایس ایم شاہد کی دو سو بتیس صفحات پر مشتمل کتاب "تحقیقی مقالہ نویسی کا فن" نو ابواب میں منقسم ہے۔ تحقیق کا معنی و مفہوم بیان کرنے کے بعد انہوں نے انتخاب موضوع،

---

[1] ڈاکٹر اسلم ادیب صدر شعبہ تعلیم اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور رہے۔ اُن کی دو سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل اِس کتاب کو بیکن بکس (لاہور، ملتان) نے پہلے ۲۰۰۳ء اور پھر ۲۰۰۷ء میں ملتان سے شائع کیا تھا۔

پروپوزل کی تیاری، مقالہ کمیٹی، تحقیق منصوبے کی منظوری، تحقیق کا انصرام، مسودے کی لکھائی، مقالے کا دفاع اور آخر میں مقالے کی تکمیل اور مستقبل کا باب قلم بند کیا ہے۔[1]

3. شعبہ ابلاغ عامہ جامعہ کراچی کے پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد زبیری نے ایک سو بہتر (۱۷۲) صفحات پر مشتمل اپنی کتاب "تحقیق کے طریقے" میں 'حرفِ آغاز' اور 'کچھ اس کتاب کے بارے میں' کے بعد ان موضوعات پر قلم اٹھایا ہے: تحقیق: کیا اور کیوں؟، سائنسی نقطۂ نظر، تحقیق کی اقسام، چند اہم تعریفات، عمل تحقیق، مفروضہ، تاریخی تحقیق، مساحت کا طریقہ، نمونہ بندی، تجزیہ مشتملات، عصری اکائی کا مطالعہ، تجربے کا طریقہ، ابتدائی شماریات، مقالے کی تحریر، حوالہ جات، اتفاقی اعداد کی جدول اور کائی اسکوائر کی جدول۔[2]

اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن زیادہ ضخیم (۵۱۰ صفحات) ہے۔ اس میں کئی اضافے کیے گئے ہیں۔ مثلاً جن مکمل ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: پیمائش، شماریاتی پیکیج برائے علوم عمرانی، تحقیقی پرچہ لکھنے کا طریقہ اور فرہنگ۔[3]

نثار احمد زبیری کی اس کتاب کے کئی ابواب میں علوم اسلامیہ کے طلبہ کے لیے استفادے کا سامان موجود ہے۔

4. "علم تحقیق کا تعارف" پروفیسر ڈاکٹر تحسین اقبال کی کتاب ہے۔ پروفیسر تحسین اقبال کا شعبہ فزیالوجی ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ یعنی باب اول تا ششم میں 'تحقیق کے مختلف پہلو'، دوسرے حصہ یعنی باب ہفتم تا نہم

---

[1] ایس ایم شاہد، **تحقیق مقالہ نویسی کا فن**، مجید بک ڈپو، لاہور، ط ا، ۲۰۰۲ء۔

[2] نثار احمد زبیری، ڈاکٹر، **تحقیق کے طریقے**، فضلی سنز، کراچی، ط ا، ۲۰۰۰ء۔

[3] دیکھیے: نثار احمد زبیری، **تحقیق کے طریقے**، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ط ۳، ۲۰۱۳ء۔

'تحقیقی تحریریں' اور تیسرے حصہ میں 'اضافی مواد' پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ مصنف نے چھٹے باب میں کمپیوٹر پر دستیاب مواد اور نویں باب میں تحقیقی خاکہ سے گفتگو کی ہے لیکن اِن ابواب کی ساری رہنمائی فزیالوجی کے شعبہ میں تحقیق کرنے والے طلبہ کے لیے ہے۔[1]

اِس فصل کے موضوع سے متعلق سابقہ کام کے ایک اِجمالی جائزے سے یہ امر واضح ہے کہ اِن کتابوں نے اپنے دور کے طلبہ کو بہت اچھی رہنمائی پیش کی ہوگی اور عمومی پہلوؤں میں یہ اب بھی مفید ہیں لیکن انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی، اس تک آسانی سے رسائی، معاصر طلبہ کی تربیتی صورت حال، کثرت تعداد، متنوع رجحانات اور مالی مشکلات کو مدِ نظر رکھیں تو اِن کتابوں میں کئی لحاظ سے کچھ نہ کچھ کمی ضرور پائی جاتی ہے۔ یہی وہ خلا ہے جسے اس کتاب کی فصل دوم پورا کرنے کی ایک کوشش کرتی ہے۔

وباللہ التوفیق

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

[1] دیکھیے: تحسین اقبال، **علم تحقیق کا تعارف**، ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی ۲۰۰۷ء۔

فصل دوم

اِسلامی علوم میں تحقیق، وسائلِ مواد، مسئلہ اور انتخابِ موضوع

کسی موضوع پر سنجیدہ کام سے ایک تحقیق کار کو اپنی دلچسپی کے میدان میں کئی صداقتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جو تحقیق کار اپنے کام میں محنت اور عدل و انصاف سے کام لیتا ہے اس کے مزاج میں شجاعت، قیادت اور خود اعتمادی کے عناصر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یہی خصائص اُسے اپنے معاشرے اور میدان میں قائدانہ کردار کی لیاقت عطا کرتے ہیں۔ اس لئے آج کے تاریخی دور (۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۰ء) میں تحقیقی کام کی نوعیت، کیفیت اور معیار ایسا ہو کہ وہ حضرتِ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یعنی موضوع پر اجتہادی اَنداز میں تحقیقی کام کے بعد تحقیق کار اس موضوع پر رہنمائی کے لیے اِمامت کے درجے پر فائز ہو سکے اور بعد میں آنے والے تحقیق کار رہنمائی کے لیے اُسی قائد شعبہ سے رجوع کریں۔ اس میدان میں قدم رکھنے والے مسلمان تحقیق کاروں کو ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ کل بھی اقوامِ عالم کے امام تھے اور آج بھی دنیا بھر کے لیے لائق تقلید نمونہ بن سکتے ہیں۔

اٹھ کہ اَب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

علومِ اِسلامیہ میں قابلِ تحقیق موضوعات کے معاصر میدان اور شعبہ ہائے علوم کیا ہیں؟ اِن میدانوں یا شُعبوں کے متعلق حل طلب مسائل، سابقہ کام اور وسائلِ مواد کیا کیا ہیں؟ انتخابِ موضوع کے لیے کن اخلاقی اُصولوں کا لحاظ کرنا چاہیے؟ مسائل اور وسائل کے پیشِ نظر قابلِ تحقیق موضوع کیسے منتخب کیا جائے؟

ان سوالات کے پیشِ نظر یہ فصل چار بڑے مباحث میں منقسم ہے اور انہی کے متعلق تفصیلی بحث کرتی ہے تاکہ تعلیم و تربیت کے اِس مرحلے میں مشغول آج کے ضرورت مند طلبہ و طالبات اور اسکالر اِس سے استفادہ کریں اور اپنی مشکلات پر قابو پا سکیں۔

مبحث اول: علوم اسلامیہ میں تحقیق کے اہم میدان

مبحث دوم: مسئلہ اور موضوعِ تحقیق کے متعلق وسائل مواد

مبحث سوم: مسئلے کی تفہیم اور انتخابِ موضوع کے اَخلاقی فکری اُصول

مبحث چہارم: مسئلے کی تفہیم اور انتخابِ موضوع کے مراحل

مبحث اول

علومِ اسلامیہ میں تحقیق کے اہم میدان

علومِ اسلامیہ میں قابلِ تحقیق موضوع کے انتخاب سے پہلے اُس کے میدان کی نوعیت اور طبیعت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ موضوع کے متلاشی نئے مقالہ نگار اور تحقیق کار کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کس علمی میدان اور اُس کے کس نوعیت کے موضوع میں رغبت رکھتا ہے؟ کس علم یا فن میں اُس کا میلانِ طبع پایا جاتا ہے؟ اُس کے نزدیک کس شعبۂ زندگی میں تحقیق اور حل طلب مسائل پائے جاتے ہیں؟ ذاتی اور شخصی ترجیح کے باوجود یہ بات پیش نظر رہے کہ تحقیق کار کو ابتداء سے جو علوم پڑھائے گئے ہیں اور تعلیم وتربیت کے مختلف درجات کے نصاب میں جو کچھ اُسے سکھایا گیا ہے اُس سے باہر کوئی حل طلب مسئلہ اور موضوعِ تحقیق منتخب کر کے اُس پر مقالہ لکھنا بہت مشکل یا شاید ناممکن ہوگا۔

علومِ اسلامیہ کے موجودہ اور مروّج نصابِ تعلیم میں عموماً جو علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں ان میں (۱) تفسیر، (۲) اُصول تفسیر، (۳) علوم القرآن، (۴) حدیث، (۵) اُصول حدیث، (۶) سیرت، (۷) فقہ السیرہ اور سیرت نگاری، (۸) عربی ادب، (۹) فقہ و اصولِ فقہ، (۱۰) فقہی مذاہب، (۱۱) بلاغت، (۱۲) تاریخ، (۱۳) اصول تاریخ نگاری، (۱۴) تجوید، (۱۵) قراءات، (۱۶) صَرف ونحو، (۱۷) عقائد، (۱۸) فرائض، (۱۹) کلام، (۲۰)، تقابل ادیان، (۲۱) مناظرہ، (۲۲) منطق، (۲۳) فلسفہ قدیمہ، اور (۲۴) دعوت وتبلیغ شامل ہیں۔ یونیورسٹیوں میں ان کے علاوہ اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی معاشیات، سیاسیات، عمرانیات، جدید فلسفہ، استشراق، مذاہب میں معاصر رُجحانات، مکالمہ بین المذاہب وغیرہ کے مضامین بھی شامل نصاب ہوتے ہیں۔

دورانِ تعلیم انہی اَساسی علوم و فُنون پر زیادہ توجہ رہتی ہے اور تحقیق کار انہی کے متعلق محدود مصادر و مراجع سے حتی المقدور واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ تاریخ کے وسیع و عریض دامن میں پھیلے یہ علوم وفنون اپنے اپنے دائرے میں مزید شعبوں میں بھی تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح اِن علوم وفُنون کا ایک طرف ماضی ہے تو دوسری طرف معاصر رُجحانات بھی ہیں۔

اِس لئے ایک تحقیق کار اپنی دلچسپی کے میدان پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد یہ دیکھے کہ وہ اُس کے تاریخی پہلو اور ماضی کی تحقیقات میں دلچسپی رکھتا ہے یا کہ اُس کے معاصر رُجحانات میں سے کسی کو اپنی تحقیق و تخصُّص کا میدان بنانا چاہتا ہے؟ مسئلہ اور موضوعِ تحقیق کے انتخاب میں یہ ابتدائی قدم شمار کیا جاتا ہے جسے سوچ سمجھ کر اُٹھانے میں ہی بہتری ہوتی ہے۔

مسئلہ اور موضوعِ تحقیق علوم کی جن شاخوں اور جوانب کے متعلق ہو سکتا ہے انہیں اِجمالی طور پر درج ذیل جدوَل میں ذکر کیا گیا ہے۔[1] انہیں میدان ہائے تحقیق بھی کہہ سکتے ہیں۔ علومِ اِسلامیہ کے مقالہ نگار کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِن میں سے کس شعبہ علم اور میدان میں دلچسپی اور تخصص کا میلان رکھتا ہے؟

اُصول تدوین حدیث	تدوین حدیث
علوم حدیث	تاریخ حدیث
فارسی میں شرح الحدیث	عربی میں شرح الحدیث

[1] کتاب کے پہلے ایڈیشن میں اس جدول میں قرآن مجید کے متعلق میدان بھی شامل تھے۔ اب چونکہ قرآنیات میں تحقیقی مقالہ نگاری کے لیے ایک الگ کتاب لکھی ہے تو قرآنیات کے لیے تفصیل اُس میں دیکھیں۔

اردو میں شروح حدیث	اسماء الرجال
نقد حدیث	اِنکارِ حدیث
مناہج تدریس حدیث	مناہج المحدثین
احادیثِ موضوعہ	حجیتِ حدیث
استشراق اور حدیث نبوی	حدیث میں مناہج مستشرقین
شیعہ محدثین کے مناہج	شیعہ اُصول حدیث
ردشبہات میں جہودِ علماء حدیث	شیعی نقدِ حدیث
احادیثِ احکام	آیات الاحکام
اصول فقہ	اجتہاد
جدید فقہی مسائل	یورپی مسلمانوں کے فقہی مسائل
فقہ حنفی	فقہ شافعی
فقہ مالکی	فقہ حنبلی
فقہ شیعہ امامیہ	فقہ شیعہ اسماعیلیہ
فقہ شیعہ زیدیہ	فتویٰ اور اصول فتویٰ
اردو میں کتب فتاویٰ	عربی میں کتب فتاویٰ
مسلم اقلیات اور فقہ	مقاصد شریعہ
مسلم ممالک کا عدالتی نظام	استشراق اور فقہ اسلامی
بین الاقوامی اسلامی قانون	غیر مسلم اور فقہِ اسلامی
سیرت نگاری کے اُصول	عربی میں سیرت نگاری
اردو میں سیرت نگاری	انگریزی میں سیرت نگاری
فارسی میں سیرت نگاری	تحفظ ناموسِ رسالت

سیرت نبوی اور ختم نبوت	شمائل نبوی
سیرت نبوی کا سیاسی پہلو	سیرت نبوی کا معاشی پہلو
معجزات النبی ﷺ	سیرت نبوی کا عسکری پہلو
سیرت نبوی کا سماجی پہلو	فقہ السیرۃ
سیرت نبوی اور نظام تبلیغ دین	بشارات النبی ﷺ
استشراق اور سیرتِ نبوی	سیرت نبوی اور نظام تعلیم
اسلامی معاشیات	اسلامی بینک کاری
سودی نظام اور اس کی انواع	اسلامی و غیر اسلامی معاشیات
اسلام کا نظام تجارت	اسلام کا نظام کفالت
مسلم تاریخ نویسی	اصول تاریخ نگاری
عالم عرب کی اسلامی تاریخ	جنوبی ایشیا کی اسلامی تاریخ
افریقہ میں اسلام کی تاریخ	اندلس کی اسلامی تاریخ
یورپ میں اسلام کی تاریخ	وسطی ایشیا میں اسلام کی تاریخ
شمالی امریکہ میں اسلام	جنوبی امریکہ میں اسلام
عدلیہ اور قانون	تاریخ نگاری کے رُجحانات
مسلم۔ غیر مسلم جنگیں	مدارس کا نظام تعلیم
نومسلم افراد کے فقہی مسائل	مسلمانوں کے عائلی نزاعین
انسانی حقوق	مسلمانوں کے سماجی مسائل
فلسفہ اور منطق	اسلامی اور غیر اسلامی فلسفہ
علم الکلام	حقوق نِسواں کی تحریکیں
مکالمہ بین المذاہب	مذہبی تحریکیں

مسلمانوں کا مطالعہ یہودیت	مسلمانوں کا مطالعہ عیسائیت
مسلمانوں کا مطالعہ بدھ مت	مسلمانوں کا مطالعہ جین مت
مسلمانوں کا مطالعہ ہندو مت	مسلمانوں کا مطالعہ مجوسیت
مسلم۔ مسیحی تعلقات	مسلم۔یہودی تعلقات
مسلم۔ سکھ تعلقات	مسلم۔ جین تعلقات
مسلم۔ہندو تعلقات	اسلام۔ کنفیوشس ازم تعلقات
مسلم۔ شنٹو تعلقات	مسلم۔بدھ تعلقات
یہودی اخلاقیات	مسیحی اخلاقیات
اسلام۔ تاؤمت تعلقات	ہندو اخلاقیات
سکھ اخلاقیات	جین اخلاقیات
تاؤمت کی اخلاقیات	شنٹو اخلاقیات
بدھ اخلاقیات	کنفیوشس ازم کی اخلاقیات
اسلام اور شنٹو ازم	یہود کی مذہبی تحریکیں
سکھوں کی مذہبی تحریکیں	عیسائیوں کی مذہبی تحریکیں
شنٹو ازم کی تحریکیں	ہندوؤں کی مذہبی تحریکیں
بدھ مت کی مذہبی تحریکیں	مذہب اور نفسیات
لسانیت و عصبیت	دہشت گردی اور تشدد پسندی
ارتداد اور الحادی رُجحانات	مذہب اور معاشیات
مذہب اور سائنس	فلسفہ اخلاق
بین المذاہب شادیاں	مذہب اور جدیدیت
فلسفہ مذہب	مذہب اور مابعد الجدیدیت

مذہبی مکالمے اور مناظرے	مذہبی ہم آہنگی
مذہبی اجتماعات اور معاشرہ	معاصر اسلامی فکر
مذہب اور سیکولرازم	مذہب اور میڈیا
معاصر قانون اور شریعت	تصوف اور شریعت[1]
تصوف اور سلسلہ قادریہ	تصوف اور سلسلہ سہروردیہ
تصوف اور سلسلہ چشتیہ	مغرب میں تصوف کا رجحان
تصوف اور سلسلہ نقشبندیہ	التصوف المقارن
مسلم فرقے اور مسالک	پاکستان میں تعلیمی پالیسیاں
مذہب اور سیاست	نصاب تعلیم اور قرارداد مقاصد

اِن میں سے جس میدان میں تحقیق کار کا اِرادہ پختہ ہو اُس کے متعلق کتب اور سنجیدہ تحریریں پڑھنے کی عادت ڈالے؛ ذاتی مشاہدات کی مدد سے تازہ ترین صورت حال

---

[1] "برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات" ایک ایسی کتاب ہے جس میں عربی وفارسی کتب اور ان کے اردو تراجم کی بنیادی معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب محمد نذیر رانجھا کی تالیف ہے۔ تہذیب اخلاق، روحانی ریاضت و ترقی، طرق سلاسل اور تزکیہ نفس کے متعلق تحقیقی موضوع پر کام کرنے والے افراد کے لیے یہ کتاب ایک ایسا اشاریہ ہے جس میں ہزاروں مصادر و مراجع کی معلومات جمع ہیں۔ اسے میاں اخلاق احمد اکیڈمی، لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا تھا۔ مزید برآں: مرکز معارف اولیاء، محکمہ اوقاف و مذہبی امور حکومتِ پنجاب کا مجلہ 'معارف اولیاء' بھی ہے۔ اس میں تصوف اور صوفیاء سے متعلق علمی مقالات شائع ہوتے ہیں۔ ستمبر ۲۰۱۳ء تک اپنی عمر کے گیارہ سالوں میں اس کی چھتیس اشاعتیں آئی تھیں۔

سے واقف بنے؛ اور متعلقہ شعبے کے اساتذہ اور محققین سے حصول رہنمائی کے لیے روابط قائم کرے۔

درج بالا جدول میں جن میدانوں کی نشاندہی کی گئی ہے وہ مسلمان علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء، علمائے تقابل ادیان، مؤرخین، مفکرین وغیرہ کی کاوشوں کے میدان ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ علومِ اسلامیہ میں تحقیق کے متعلق کئی اہم میدان غیر مسلموں کے مطالعات اور تحقیقات ہیں۔ اہل علم اور اصحابِ فکر و دانش جانتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا مطالعہ دُنیا کی کئی غیر مسلم اَقوام نے گزشتہ کئی صدیوں سے جاری کیا ہے۔ خصوصا یورپی اور امریکی ممالک میں رہنے والے یہود و نصاریٰ نے تو اِسلامی علوم پر اپنی کاوشوں سے کتب خانوں کو بھر دیا ہے۔

اِس سلسلے میں اُن غیر مسلموں کے اپنے اَغراض و مقاصد، اَہداف اور متنوع مناہج تحقیق ہیں۔ علومِ اِسلامیہ میں جس طرح اُنہوں نے گزشتہ صدیوں میں ہزاروں کتب شائع کی ہیں اُسی طرح آج بھی وہ مسلمان فرقوں، مدارس دینیہ، بین المسالک روابط اور بین المذاہب تعلقات، اور معاشرت و سیاستِ مسلمین وغیرہ موضوعات پر تسلسل سے مطالعے کرتے؛ سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کرتے؛ اور اپنی ترقی اور غلبے کے تسلسل کے لیے پالیسیاں وضع کرتے ہیں۔ اِس طرح کی بہت سی کاوشوں کو استشراق کا نام بھی دیا جاتا ہے جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔[1] آج کے مسلمان کو اِس طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اِس لئے علوم اسلامیہ کے طلباء چاہیں تو اپنے تحقیقی مقالہ کا موضوع استشراقی میدانوں سے بھی منتخب کر سکتے ہیں۔

---

[1] استشراق کے میدان میں دلچسپی رکھنے والے تحقیق کار اس کتاب کے ملحق نمبر ۱۲ میں اہم کتبِ استشراق کی فہرست ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق کے میدان میں موضوع کی نوعیت اور طبیعت کبھی انفرادی ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی بھی۔ مثلاً مذکورہ علوم وفنون میں سے کسی ایک میں مشہور امام، حکمران، قائد یا شخصیت کی خدمات اور تفردات پر تحقیق کرنا موضوع کی انفرادی نوعیت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ لیکن اگر اِن علوم و فنون کے متعدد آئمہ یا شخصیات کی آراء، مواقف، مذاہب یا خدمات کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ موضوع میں وُسعت اور اُس کی اجتماعی حیثیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسلامیات کا تحقیق کار مستقبل کے اپنے اَغراض و مقاصد کے پیشِ نظر اِس قسم کے میدان سے بھی موضوع منتخب کر سکتا ہے۔

علومِ اِسلامیہ کے طلباء جو نصاب پڑھتے ہیں اُس میں شامل موضوعات کو عقائد، عبادات، معاملات، اور اخلاقیات کے بڑے میدانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اُن علوم کی دو قسمیں علوم آلیہ اور علوم عالیہ کے لحاظ سے بھی کی جاتی ہیں۔ اس تناظر میں بھی موضوع کی نوعیت اور طبیعت سمجھی جا سکتی ہے۔ ایک تحقیق کار اپنی ترجیحات اور میلانات کے پیشِ نظر اِس شعبہ سے تقابلی نوعیت کے موضوع کا انتخاب کر سکتا ہے۔ وہ اگر مستقبل میں عالمی سطح پر اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہے تو اُسے معاملاتِ زندگی اور اخلاقیات سے جڑے کسی مسئلے کو اپنی تحقیق کا موضوع بنانا چاہیے۔

حل طلب مسئلہ اور موضوعِ تحقیق اِنسانی زندگی، معاشرے اور قوم کے کسی نہ کسی شعبے، پیشے یا مسئلے سے جڑا ہوتا ہے۔ اِس لئے موضوع کو منتخب کرنے کے لئے کسی ایک شعبہ ٔزندگی پر بھی توجہ مرکوز کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اسلامی سیاست و قانون، معیشت و اقتصادیات، نظامِ معاشرت وخاندان، ادیان و مذاہب، مکالمہ بین المذاہب، نظامِ تعلیم و تربیت، تعلقاتِ عامہ، بین الممالک والملل روابط، تاریخ عالم یا تاریخ مذاہب، مختلف مذہبی و غیر مذہبی تحریکات، نظامِ زراعت و باغبانی، نظامِ عدل و انصاف، نظامِ انتظام و انصرام، وغیرہ۔ دِین اسلام چونکہ زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے اِس لئے علوم اسلامیہ کے ایک تحقیق کار کا پہلا قدم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ انسانی زندگی اور معاشرے کے اِن

میدانوں اور شعبوں میں تخصص کے لئے کسی مناسب و متعلق مسئلے کو زیر بحث لائے اور قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا حل پیش کرے۔

کسی میدان سے منتخب کردہ مسئلے اور موضوعِ تحقیق کی اُس کے مزاج کے پیش نظر تین قسمیں بنتی ہیں۔ ایک قسم ایسی ہوتی ہے جس کے لیے تحقیق کار ایک یا زیادہ لائبریریوں میں جاکر شائع شدہ کتب، انسائیکلوپیڈیاز، مجلات، رسائل و جرائد، اخبارات، رپورٹس وغیرہ سے متعلقہ مواد جمع کرکے اپنے مسئلہ تحقیق کا جواب تلاش اور تیار کرلیتا ہے۔

دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ جس کے مسئلہ تحقیق کے حل یا بنیادی سوالات کے جواب کی تلاش کے لیے تحقیق کار کو نہ صرف لائبریریوں میں موجود کتب کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے معاشرے میں متعلقہ افراد، گروہوں کے پاس جاکر ذاتی طور پر مشاہدہ اور سروے کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اسے انٹرویوز اور سوالنامے کے ذریعے بھی مواد جمع کرنا پڑتا ہے۔

تیسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ جس کے مسئلہ تحقیق کے حل یا بنیادی سوالات کے جواب کے لیے تحقیق کار کو شائع شدہ کتب سے نہیں بلکہ مکمل طور پر معاشرے میں نئے مسائل، واقعات اور حادثات کی جگہوں پر جاکر ذاتی مشاہدات، سوالنامے اور انٹرویوز کے ذریعے مواد، معلومات اور شواہد جمع کرنا پڑتے ہیں۔ لہٰذا موضوع کی منظوری سے پہلے اس امر کو اچھی طرح جان لینا چاہیے۔

کسی حد تک تحقیق کے مختلف میدان اور شعبہ ہائے علوم و فنون جاننے کے بعد اب آیئے دیکھیں کہ حل طلب مسئلے کے متعلق حقائق، معلومات اور مواد جمع کرنے کے لیے وسائل کی انواع کیا ہیں؟ انتخابِ موضوع کے مراحل کیا ہوتے ہیں؟ اور اِس سلسلے میں کیا طریقے اختیار کیے جاتے ہیں؟

مبحث دوم

مسئلہ اور موضوعِ تحقیق کے متعلق وسائلِ مواد

تحقیقی مقالہ نگاری کے سلسلے میں سب سے پہلا مرحلہ دلچسپی کے علمی میدان کا تعین اور اختیار ہے۔ یہ مرحلہ طے کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ اُس میدان یا شعبے کے سُلگتے مسائل، قابل توجہ مشکلات، نامکمل فکری کاوشیں، پُر کیے جانے کے لائق علمی خلا، اَچھوتے آفاق اور انسانی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔

تحقیق کار اِن مسائل میں سے کسی ایک کو منتخب کرتا اور اُسے موضوعِ تحقیق بنا دیتا ہے۔ یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہی قابل تحقیق موضوع کی بنیاد اور مقالے کی اَساس ہوتا ہے۔ اُس مسئلے کو ایک جامع اَساسی سوال یا متعدد بنیادی سوالات کے ذریعے اُٹھایا اور بیان کیا جاتا ہے۔ اُن سوالات کی عبارتوں اور صفحہ عنوان پر لکھی موضوع کی عبارت میں بہت گہرا ربط ہونا چاہیے۔ اس لیے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تحقیقی کام کے لیے ایک مناسب اور قابل حل مسئلہ کیسے منتخب کیا جائے؟

حل طلب اہم مسئلے کا علم اُن وسائل، تحریروں کی چھان بین اور واقعات و حادثات کے مشاہدات سے ہوتا ہے جہاں سے مقالے کے لیے مستند معلومات اور قابل اعتماد مواد جمع کیا جا سکتا ہے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ مسئلہ اور موضوعِ تحقیق چاہے انفرادی نوعیت کا ہو یا اجتماعی؛ وہ چاہے اُن علوم و فنون میں سے نکلا ہو جو کسی مقالہ نگار کو اُس کی مادرِ علمی نے پڑھائے سکھائے یا اُن سے باہر کا ہو؛ وہ چاہے مقامی یا قومی ہو یا بین الاقوامی معاشرے کے کسی شعبے سے جڑا ہو، کیسا بھی ہو اس کی فہم اور انتخاب انتہائی سنجیدگی سے کرنے والا کام ہے۔ اُسے سمجھنے کا کام دراصل انتخابِ موضوع سے پہلے اور موضوع پر عملاً

تحقیقی کام شروع کرنے سے کئی ماہ یا کئی سال پہلے کرنا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں معلومات کے وسائل اور مستند مواد کے ذرائع سے آگاہی ہی بہتر معاونت کرتی ہے۔

جس اسکالر نے تحقیقی مقالہ لکھنا ہو وہ سب سے پہلے مختلف ذاتی کتب خانوں اور عوامی لائبریریوں میں نہ صرف آمد ورفت رکھے بلکہ وہاں موجود مختلف دائرہ ہائے معارف، انسائیکلوپیڈیاز، معاجم، قوامیس، ڈکشنریوں، کتب، رسائل وجرائد، اخبارات، مخطوطات، اشاریہ جات، کتبِ فہارس وغیرہ سے شناسائی پیدا کرے تاکہ اپنی پسند کے تخصص کے متعلق مسائل، معلومات، کام اور مواد کو جان سکے۔ ایک جائزے کے بعد وہ اُن مسائل پر غور کر کے کسی ایک ایسے موضوع کو اپنے لیے منتخب کرے جو نہ صرف اہم ہو بلکہ مقالہ لکھنے کے لیے مقررہ مدت کے اندر اُس پر تحقیق مکمل کرنا ممکن بھی ہو۔

اس سلسلے میں ایک انتہائی مفید مشورہ یہ ہے کہ تحقیق کار لائبریریوں کے سربراہ بالخصوص چیف لائبریرین اور اُس کے ماتحت عملے سے مخلصانہ علمی دوستی بنائے۔ اس سے بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں؛ وقت بچتا ہے اور کئی پریشانیوں سے نجات ملتی ہے۔ اُن کا تعاون نہ ہو تو تحقیق کے لیے جمع مواد کا کام آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔

موضوع کے متعلق معلومات کے ذرائع اور جمع مواد کی تفصیل کے لیے اس مبحث کے دو مطالب ہیں۔

مطلب اول: آن لائن مخزن، فہارس، اشاریے اور آرکائیو

مطلب دوم: مطبوعہ کتب، مجلات اور رسائل

مطلب اول

آن لائن مخزن، فہارس، اشاریے اور آرکائیو

مختلف زبانوں میں عالمی جامعات کے مخزن (Repository)، تحقیقاتی کام کے ذخائر اور لائبریریوں میں دستیاب کتب کی فہارس اور تحریریں آج کل انٹرنیٹ کے ذریعے آن لائن بھی بآسانی مل جاتی ہیں۔ ان میں چند اہم کا ذکر درج ذیل ہے۔

1. ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے مخزن

ہر پاکستانی یونیورسٹی کا ویب ایڈریس اور اُن سب کی فہرست ایک جگہ دیکھنا چاہیں تو یہ آپ کو ہائر ایجوکشن کمیشن (HEC) کی ویب سائٹ پر مل سکتی ہیں۔[1] اس کے ذریعے جس یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر جائیں گے وہاں اُس کی لائبریری کا آن لائن کیٹالاگ (OPAC) ملے گا۔ اُس کیٹالاگ میں تلاش کے ذریعے اپنی ضرورت کی کتب اردو، عربی، فارسی اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ تلاش کتاب کے نام سے اور مصنف کے نام سے بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک طالب علم اگر انٹرنیٹ کو استعمال کرنے کا فن اچھی طرح سیکھ لے تو اپنے گھر یا اپنے ادارے میں بیٹھے بیٹھے معلوم کر سکتا ہے کہ اُس کی دلچسپی اور ضرورت کی کتاب کس لائبریری میں مل سکتی ہے۔

ہائر ایجوکشن کمیشن پاکستان نے نئے تحقیق کاروں کے استفادے کے لیے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تکمیل شدہ مقالہ جات کا ذخیرہ آن لائن فراہم کیا ہے۔[2] اُن کے کسی ایک باب کو یا پورے مقالہ کو ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے مطالعے سے ایک تحقیق کار سابقہ مسائل اور موضوعاتِ تحقیق سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ ایچ ای سی نے ایک

---

[1] دیکھیے: www.hec.gov.pk/english/universities/pages/recognised.aspx

[2] دیکھیے: http://prr.hec.gov.pk/jspui/

آن لائن لائبریری (www.digitallibrary.edu.pk) بھی فراہم کی ہے جہاں سے انگریزی زبان میں ہزاروں کتب اور تحقیقی مضامین حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

2. برطانوی جامعات کے علمی مخزن

برطانوی جامعات کے مخزن ہائے تحقیق کی ایک فہرست اور ویب ایڈریسز اس کتاب کے آخر میں ملحق نمبر ا کے تحت پیش کیے گئے ہیں۔ اُن ذخیروں میں فراہم کردہ مواد بھی نئے حل طلب مسئلے کی تفہیم، موضوع کی تحدید اور اسے آخری شکل دینے میں مدد کرتی ہے۔ اس فہرست کا ہدف یہ ہے کہ ایک مقالہ نگار برطانیہ کی ایک سو پندرہ یونیورسٹیوں کے محققین اور طلبہ کے تحقیقی مقالے، تھیسز اور کتب تک بذریعہ انٹرنیٹ رسائی، حصول اور استفادے کے بعد اپنے منتخب موضوع پر ایک قابل تعریف تحقیق پیش کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

3. ہندوستانی یونیورسٹیوں کا مخزن شُدھ گنگا

جامعاتی سندی مقالہ جات کو جس طرح ایچ ای سی نے اپنی ویب سائٹ پر فراہم کیا ہے اس سے ملتی جلتی ایک ویب سائٹ ہندوستان میں لکھے جانے والے تحقیقی مقالہ جات کے لیے بھی تیار کی گئی ہے۔ اس کا نام شدھ گنگا (Shodhganga) ہے۔ اس کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے: https://shodhganga.inflibnet.ac.in/ ۔[1] نئے تحقیق کار اس سائٹ سے کئی طرح سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

4. مجلات و جرائد کی آرکائیو

ملکی و عالمی مسائل پر انٹرنیٹ کے علاوہ کئی ٹی وی چینلز پر دینی، علمی اور تحقیقی نوعیت کے مذاکرے اور مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ اُن کے بارے میں خبریں مختلف اخبارات و

---

[1] زیر نظر کتاب کے اس ایڈیشن کے لیے نظر ثانی کے وقت اس ویب سائٹ کو ملاحظہ کیا۔ معلوم ہوا کہ اس پر دو لاکھ نواسی ہزار سات سو ستائیس مقالات کا پورا متن فراہم کیا جا چکا ہے۔

رسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بہت سے قومی و بین الاقوامی اخبارات و رسائل نے محققین کے استفادے کے لئے گزشتہ کئی سالوں کے اخبار و رسائل "آرکائیو" یا "گزشتہ شمارے" کے نام سے آن لائن مہیا کیے ہیں۔ انگریزی میں گزشتہ شماروں کو Archive اور عربی زبان میں انہیں "الأرشیف" یا "الأعداد السابقة" یا "الأعداد الصادرة" بھی کہتے ہیں۔ اُن سے واقفیت اور شناسائی مناسب مسئلے کی تفہیم اور موضوع کے انتخاب میں بہت فائدہ دیتی ہے۔

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مختلف شعبوں سے عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع ہونے والے چھ اہم تحقیقی مجلات یعنی حولیۃ الجامعۃ، الدراسات الاسلامیہ، معیار، فکر و نظر، Islamic Studies, Islamabad Law Review کے تازہ اور سابقہ شماروں کے تمام مقالات اب آن لائن فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی یہ ویب سائٹ ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

http://irigs.iiu.edu.pk:64447/gsdl/cgi-bin/library

اسی طرح انٹرنیٹ پر کئی محققین نے اپنے اپنے تخصصات کے فورم بنائے ہوئے ہیں۔ مثلاً ملتقی اہل التفسیر[1]، ملتقی اہل الحدیث[2]، ملتقی اہل الفقہ[3]، ملتقی اہل اللغۃ[4]، وغیرہ۔ اِن ویب سائٹوں پر باہم دلچسپی کے موضوعات پر تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہتا ہے اور متعدد موضوعات پر کام کی تجاویز، رفتار یا نوعیت کی معلومات بھی ملتی ہیں۔ مزید بر آں، یہاں

[1] دیکھیے: http://vb.tafsir.net

[2] دیکھیے: www.ahlalhdeeth.com

[3] دیکھیے: www.feqhweb.com/vb

[4] دیکھیے: http://vb.tafsir.net

متعلقہ لوگ یونیورسٹی سطح پر لکھے گئے 'الرسائل الجامعیة' یعنی مقالات اور تھیسِز کی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔

5. مجلات وجرائد کے اشاریہ جات

بہت سے علمی مجلات، جرائد اور رسائل ایسے ہیں جن کے اشاریے مرتب اور شائع کیے جا چکے ہیں۔ مثلاً ادارہ تحقیقات اسلامی نزد فیصل مسجد اسلام آباد نے اپنے علمی مجلے "فکر و نظر" کا اشاریہ دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔[1] ماہنامہ "فقہِ اسلامی" کراچی کے مدیر پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اپنے اس فقہی مجلے کا اشاریہ شائع کیا ہے؛ ماہنامہ ضیائے حرم کا بھی ایک ضخیم اِشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[2] ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کا ۱۹۲۰ء سے ۲۰۱۰ء تک کی اِشاعتوں کا اِشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[3] ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ہند کا ۱۹۱۶ء تا ۲۰۱۱ء ایک ضخیم اشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[4] بصیر پور اوکاڑہ سے شائع ہونے والا ایک وقیع رسالہ "نور الحبیب" بھی ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ

---

[1] شیر نوروز خان نے اِدارہ تحقیقات اسلامی نزد فیصل مسجد اسلام آباد کے سہ ماہی علمی مجلے 'فکر و نظر' کا اِشاریہ تیار کیا۔ اس اشاریہ کی پہلی جلد میں فکر و نظر کی پندرہ جلدوں کا اشاریہ ۱۹۷۹ء میں شائع کیا گیا؛ اس کی دوسری جلد میں فکر و نظر کی اگلی پندرہ جلدوں (۱۹۷۸۔۱۹۹۳ء) کا اشاریہ ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ تیسری جلد کا اشاریہ طباعت کے مراحل میں ہے۔

[2] دیکھیے: عابد حسین شاہ (مرتب)، اشاریہ ضیائے حرم (اکتوبر ۱۹۷۰۔ ستمبر ۱۹۹۰ء)، ناشر: بہاؤالدین زکریا لائبریری بمقام چھونبی، چکوال ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء۔

[3] دیکھیے: انوار احمد، ڈاکٹر صاحبزادہ، اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ۱۹۲۰ء تا ۲۰۱۰ء، مجلس مرکزیہ حزب الانصار پاکستان، بھیرہ، ط۱، ۲۰۱۱ء۔

[4] ماہنامہ معارف کا اِشاریہ اس ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے:

http://shibliacademy.org/maarif/Ishariya-Index

سال کے آخری شمارے میں شائع کیا جاتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ نے اپنے ہاں ۱۹۵۲ء سے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی فہرست کتابی شکل میں شائع کی ہے جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیا جاتا ہے۔[1] شعبہ علوم اسلامیہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے بھی اپنے تحقیقی مقالات کی فہرست ایک کتابچے کی صورت میں شائع کی ہے۔ انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ اردو کی پروفیسر نجیبہ عارف نے اردو کے بارہ تحقیقی مجلات میں شائع شدہ مقالات کا ایک ''اشاریہ اردو جرائد: ۱۹۹۱ تا ۲۰۱۳ء'' تیار کیا ہے۔ یہ ضخیم اشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[2] اس کے علاوہ بھی کئی مجلات ایسے ہیں جن کے اشاریے شائع ہوئے ہیں۔ اِن کے مطالعے سے ایک تحقیق کار تحقیقی موضوعات اور سابقہ تحقیق کاروں کے رُجحانات سے واقف ہو کر اپنے لیے حل طلب مناسب مسئلہ اور موضوعِ تحقیق منتخب کر سکتا ہے۔

6. کتابیات اور فہارس

محققین کے لیے مجلات، رسائل اور جرائد کے اشاریوں کی طرح وہ کتب بھی بہت مفید ہوتی ہیں جنھیں کتابیات یا فہرست کہا جاتا ہے۔ مثلاً ''قرآن کریم کے اُردو تراجم: کتابیات''، ''اُردو تفاسیر: کتابیات''، ''احادیث کے اُردو تراجم: کتابیات''، ''پاکستان میں

---

[1] ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور نے اِس اشاریے کی طبع اول ۱۹۹۰ء، دوم ۱۹۹۷ء، سوم ۲۰۰۱ء، چہارم ۲۰۰۶ء، پنجم ۲۰۰۸ اور ششم اکتوبر ۲۰۱۰ء میں شائع کی۔ اس آخری اشاعت میں ۱۹۵۲ تا ۲۰۱۰ء کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی فہرست شامل کی گئی تھی۔

[2] ۲۰۱۴ء میں شائع ہونے والا چھ سو اَرسٹھ صفحات کا یہ اشاریہ بک سنٹر، ادارۂ تحقیقات اسلامی، فیصل مسجد کیمپس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مخطوطات کی فہرستیں: کتابیات"، "جامع فہرست مطبوعات پاکستان: اسلامیات" اور "فہرست قومی نمائش کتب سیرت ۱۹۸۴ء"۔[1]

7. قومی کتابیات پاکستان

"قومی کتابیات پاکستان" ایسی فہارس ہیں جنہیں حکومتِ پاکستان محکمہ کتب خانہ جات نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد کی طرف سے ہر سال تیار کیا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب کے پہلے ایڈیشن کی تیاری کے وقت راقم الحروف کے سامنے حکومت پاکستان محکمہ کتب خانہ جات نیشنل لائبریری آف پاکستان کے تیار کردہ تین شمارے تھے۔ تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل 'قومی کتابیات پاکستان ۲۰۰۴ء کا شمارہ ؛ تین سو پچھتر صفحات پر مشتمل 'قومی کتابیات پاکستان ۲۰۰۹ء کا شمارہ جس میں علاقائی زبانوں میں تحریر کردہ ایک ہزار دو سو ستاسی جبکہ انگریزی زبان میں شائع کردہ تین سو اڑسٹھ کتب شامل ہیں اور چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل 'قومی کتابیات پاکستان ۲۰۱۱ء کا شمارہ جس میں مجموعی طور پر دو ہزار چار سو بیاسی کتب شامل ہیں۔

اگست 2020ء میں جب میں نے کتاب پر دوسرے ایڈیشن کے لیے نظر ثانی کی تب ذہن میں یہ بات آئی کہ نیشنل لائبریری آف پاکستان کی ویب سائٹ کو ملاحظہ کر

---

[1] دیکھیے: احمد خان، ڈاکٹر (مرتب)، قرآن کریم کے اردو تراجم (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء؛ جمیل نقوی (مرتب)، اردو تفاسیر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء؛ محمد نذیر رانجھا (مرتب)، احادیث کے اردو تراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء؛ عارف نوشاہی، پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء؛ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (مرتب)، جامع فہرست مطبوعات پاکستان: اسلامیات (حصہ دوم ۱۹۷۳۔۱۹۸۳ء)، نیشنل بک کونسل آف پاکستان، اسلام آباد، ط ۱، ۱۹۸۸ء؛ فہرست قومی نمائش کتبِ سیرت ۱۹۸۴ء، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، س ن۔

لینا چاہیے۔ دیکھا تو سنہ 1947ء سے 2017ء تک شائع شدہ پاکستانی کتب کی فہارس (National Bibliography of Pakistan) کے نام سے پی ڈی ایف فارمیٹ میں دستیاب تھیں۔ کچھ سالوں کے لیے ایک ایک فہرست اور کچھ سالوں کے لیے دو دو فہارس۔ ایک فہرست میں اردو زبان کی کتب جبکہ دوسری فہرست میں انگریزی زبان کی کتب۔

یہ فہارس ایک تحقیق کار کو ہزاروں کتابوں سے متعارف کرواتی ہیں۔ ان کی مدد سے تحقیق کار یہ بات جان سکیں گے کہ پاکستانی اہل قلم نے کس کس میدان میں، کس کس موضوع پر کس کس پہلو سے کیا کیا کتابیں شائع کی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو ہر میدان، ہر موضوع کے متعلق اہل قلم و تحقیق کے رجحانات کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔ ان بہت مفید فہارس کو ملاحظہ کرنے کے بعد کئی لوگوں کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ یہ کتب فلسفہ، نفسیات، تقابل ادیان، سماجی علوم، لسانیات، طبعی علوم، ریاضی، عملی علوم یعنی صنعت و حرفت، فنون و کھیل تماشے، ادبیات، جغرافیہ، سوانح اور تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان فہارس کے شمارے آن لائن بھی دستیاب ہیں۔[1]

8. تحقیقی مقالات اور تھیسز

حل طلب مسئلے کی تفہیم اور موضوعِ تحقیق کے متلاشی ایک تحقیق کار کو ایم اے، ایم فل، یا پی ایچ ڈی سطح کے تکمیل شدہ تھیسز دیکھنے چاہئیں۔ اس سے موضوع منتخب کرنے میں بہت مدد ملتی ہے لیکن اُسے پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جس موضوع کو بھی ذہن میں لاتا ہے اُس پر تو پہلے ہی کوئی نہ کوئی تھیسس لکھا جا چکا ہے؛ یا کسی تحقیقی مجلہ میں اُس پر مقالات شائع ہو چکے ہیں؛ یا کسی مصنف / مؤلف کی کتاب آچکی ہے؛ وغیرہ۔

---

[1] ملاحظہ کیجیے: www.nlp.gov.pk/booking.html

اس سلسلے میں تحقیق کاروں کو ڈاکٹر سعید الرحمن کی مرتب کردہ کتاب "تحقیقاتِ اسلامیات: اردو اسلامک ریسرچ انڈکس" ضرور دیکھنی چاہیے۔ ۵۲۲ صفحات پر مشتمل یہ انڈکس ۲۰۱۷ء میں چھپی تھی۔ اس میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے ۸۳۲۰ مقالات کے عنوانات اور چند ضروری معلومات شامل ہیں۔

اِن سب کی موجودگی کے باوجود بھی اُنہی موضوعات کے کسی نہ کسی پہلو پر کام ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی محقق کسی موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وقت بدلتا ہے؛ حالات نیا رُخ لیتے ہیں؛ ضروریات، ترجیحات اور تقاضے بدلتے ہیں؛ جہاں پہلے آسانیاں تھیں وہاں بعد میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں؛ تحقیق کے سوالات بدلتے ہیں؛ نئے نئے افکار سامنے آتے ہیں۔ اس دُنیا میں تغیر و تبدل کا یہ مستقل سلسلہ نئے نئے موضوعات پر تحقیق کی ضرورت اور مواقع پیدا کرتا ہے۔

9. تحقیقی مقالات کے نگران اساتذہ اور محققین سے رابطہ

تحقیقی مقالہ کے موضوع کے انتخاب کے لیے مدارس اور جامعات کے اندر تحقیقی کام کرنے والے اساتذہ اور اسکالرز سے ملاقاتیں اور مشورے کر کے بھی اپنی پسند کا موضوع منتخب کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص ایسے پروفیسر صاحبان جو کسی تحقیقی ادارے میں کام کرتے ہوں یا ایم اے، ایم فل، ایم ایس یا پی ایچ ڈی کی سطح کے مقالہ جات کی نگرانی کرتے ہوں وہ چونکہ عملاً تحقیقی کام میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے وہ بہتر رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ایسے اہل علم سے ملاقاتیں قابل تحقیق موضوع کے انتخاب میں بہت مفید ہوتی ہیں۔

علوم اسلامیہ سے منسلک علماء اور محققین پاکستان کے تقریباً ہر بڑے شہر میں ملتے ہیں اور وہ تحقیقی کام کرنے والے طلبہ کو نہ صرف اپنا قیمتی وقت دیتے ہیں بلکہ اُن کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔ ایسی ملاقاتوں میں تحقیقی مزاج رکھنے والے طلبہ کی جو فکری تراش و خراش اور تہذیب ہوتی ہے اُس سے اپنی پسند کے موضوع کو منتخب کرنے اور اُس کے مختلف گوشوں کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

اُن کے پاس جب جائیں تو گفتگو سے پہلے اپنی ڈائری اور قلم سنبھال کر ادب و احترام سے بیٹھیں؛ بامقصد اور مطلب کے سوالات پوچھیں اور ضروری باتیں لکھتے جائیں۔ ایسے لوگوں کے پاس ملاقات کے لیے جاتے وقت اگر ایک بڑی یو ایس بی ڈرائیو یا ہارڈ ڈِسک لے جائیں گے تو ہو سکتا ہے کہ تحقیق کار کو بہت سا جمع شدہ مواد بھی مل جائے۔ اس سے اس کا وقت بچے گا اور ذہنی کوفت سے نجات مل سکے گی۔

اگر یہ جاننا ہو کہ وہ کون پروفیسر، محققین اور نگرانِ مقالہ ہیں جن سے ایک تحقیق کار استفادہ کر سکتا ہے اور وہ کہاں ملیں گے؟ تو واضح رہے کہ اُن کے نام، شعبۂ تخصص، ادارہ، فون نمبر اور ای میل ایڈریس کی فہرست ایچ ای سی کی ویب سائٹ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔[1] دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیوں کی ویب سائٹ پر شعبہ علوم اسلامیہ کے فیکلٹی ممبرز کو تلاش کریں۔ وہاں اُن کے نام، علمی کام کی تفصیل، رابطہ کے لیے فون نمبر اور ای میل وغیرہ اُن کی CV حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح اُن سے رابطہ کرنے سے ایک مقالہ نگار مقالہ لکھنے سے پہلے اور بعد میں استفادہ کر سکتا ہے۔

10. سیمینار اور کانفرنسوں میں شرکت

دُنیا بھر کی طرح پاکستانی یونیورسٹیوں اور بڑے شہروں کے مختلف اداروں میں وقتاً فوقتاً کئی موضوعات پر علمی و تحقیقی سیمینار اور کانفرنسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ اُن میں شرکت کرنے سے موضوع کی تلاش میں سرگرداں طلبہ کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ وہ ایسے سیمینارز اور کانفرنسوں میں نہ صرف مختلف علوم وفنون کے جدید مسائل اور تحقیق طلب

---

[1] اس سلسلے میں ایچ ای سی کی ویب سائٹ پر پیش کی جانے والی معلومات وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ ویب سائٹ کا متعلقہ صفحہ یہ ہے:

www.hec.gov.pk/english/scholarshipsgrants/ASA/Pages/SearchaSupervisor.aspx

موضوع کے متعدد پہلوؤں سے واقف ہو سکتے ہیں بلکہ اُن میں مقالات پڑھنے والے محققین سے شناسائی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ وہاں اُن سے ملاقات اور دلچسپی کے موضوع پر مشورہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ اُن کے ساتھ روابط استوار کرنے سے بعد میں ضرورت کے اوقات میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔

اس لئے گاہے گاہے پاکستانی یونیورسٹیوں کی ویب سائٹوں کو دیکھتے رہنا چاہیے۔ وہاں منعقد ہونے والے سیمینار اور کانفرنسوں کے اعلان، موضوعات اور انعقاد کی تاریخوں کی تفصیل دی ہوتی ہے۔ وقت نکال کر ان میں شرکت کرنی چاہیئے۔ اِس سے دلچسپی کے موضوع پر معلومات کو وسیع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں کی معلومات انٹرنیٹ کی ایک بہت مفید ویب سائٹ (https://conferencealerts.com/) سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک سال کے دوران دنیا میں کسی بھی ملک میں ہونے والی اہم کانفرنسوں کی اطلاع اور بنیادی معلومات بہت پہلے مہیا کر دیتی ہے۔ اگر ایک تحقیق کار کسی ملک میں مختلف شعبوں کی کانفرنسوں کے موضوعات اور انعقاد کی تاریخیں اور مقامات جاننا چاہتا ہو یا کسی ایک میدان اور شعبہ علوم میں منعقد ہونے والی دُنیا بھر کی کانفرنسوں کی تفصیل جاننا چاہتا ہو تو یہ ویب سائٹ اُسے بنیادی اور ضروری معلومات مہیا کرتی ہے۔

سنہ ۲۰۰۱ء سے پاکستانی جامعات میں بھی کانفرنسوں اور سیمینار کے انعقاد و اہتمام میں خوش کن اضافہ ہوا ہے۔ اُن کے ہاں ہونے والی کانفرسوں اور سیمینار کی ضروری معلومات اُن کی ویب سائٹوں پر بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ ملکی اور عالمی نوعیت کے مسائل پر تجربہ کار علماء اور پالیسی ساز ماہرین اس میں شرکت کرتے ہیں۔ ان میں شرکت سے جامعاتی سندی سطح کے مقالہ نگار بھی گوناگوں استفادہ کر سکتے ہیں۔

11. گوگل الرٹ سے استفادہ

تحقیقی ذہن اور اضطرابی مزاج رکھنے والے لوگ وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والی ملکی و غیر ملکی کانفرسوں سے مطلع اور باخبر رہنے اور حسبِ ضرورت استفادہ کرنے کے لیے گوگل الرٹ(www.google.com.pk/alerts) کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ گوگل الرٹ کے ذریعے وہ کانفرنسوں کی معلومات اپنی ای میل میں منگوا لیتے ہیں۔ اس طرح کوئی وقت ضائع کیے بغیر متعلقہ ویب سائٹ تک پہنچ جاتے ہیں اور اس سے اپنے موضوع کے متعلق جدید ترین معلومات اور اہم مواد جمع کر لیتے ہیں۔

بہت سے ادارے اپنے سیمینار اور کانفرنسوں کا ویڈیو ریکارڈ بھی تیار کرتے ہیں۔ اُن میں سے بعض اُن ویڈیوز کو انٹرنیٹ پر بھی فراہم کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کئی یوٹیوب کی ویڈیو ویب سائٹ سے بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اگر کوئی محقق اُن سیمیناروں میں کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکا ہو تو وہ اُن ویڈیوز سے استفادہ کر سکتا ہے۔

12. المكتبة الشاملة

دینی موضوعات پر کام کرنے والے مقالہ نگاروں کو بعض اساتذہ کے مطابق **المكتبة الشاملة** سے کام شروع کرنا چاہیے۔ اڑتالیس، چوہتر اور ایک سو پچاس جی بی حجم کا مکتبہ شاملہ آج کل طلبہ کے درمیان مروّج ہے۔ ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو مکتبہ شاملہ کا ایک نیا اِصدار پیش کیا گیا تھا۔ اس میں نہ صرف کتب کی اکثریت پی ڈی ایف فارمیٹ میں ہے بلکہ اس کی مدد سے کام کرنے کے لیے کئی نئی خوبیاں بھی متعارف کروائی گئی ہیں۔ ڈاؤن لوڈ کرنے کے بعد اس کا حجم تقریباً پچہتّر جی بی جبکہ اَیکس ٹریکٹ کرنے کے بعد اس کا حجم تقریباً پچانوے جی بی ہو جاتا ہے۔[1]

---

[1] مکتبہ شاملہ کو ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے کتاب کے پہلے ایڈیشن میں پیش کی گئی ویب سائٹ اب کام نہیں کر رہی۔ اس لیے کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں یہاں اس ویب سائٹ کا ایڈریس پیش کیا گیا ہے جہاں سے اب مکتبہ شاملہ ڈاؤن لوڈ ہو سکتا ہے۔

http://shamela.ws/index.php/page/download-shamela

تفسیر، علوم القرآن، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، شروح حدیث، اسماء الرجال، جرح و تعدیل، فقہ، اصول فقہ، فقہ مذاہب اربعہ، اخلاقیات، بلاغت، معاجم، صرف و نحو، منطق و فلسفہ، تاریخ، ادب عربی، وغیرہ علوم کے متعلق مکتبہ شاملہ میں شامل بہت سی کتب اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ بات اہل علم و اصحابِ تحقیق سے مخفی نہیں کہ اس وقت مکتبہ شاملہ میں شامل ساری کتب عربی زبان میں ہیں۔ اس کے ہیکل میں مزید عربی کتب کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اس کے استعمال میں مہارت ہونی چاہیے۔

13. عربی شاعری کا آن لائن موسوعہ

علوم اسلامیہ و عربیہ کے متداول نصابِ تعلیم سے طلبہ کو عربی ادب بالخصوص عربی شاعری سے آگاہی ہوتی ہے۔ وہ مقامات حریری کے ساتھ ساتھ سبعة معلقات، دیوان حماسة اور دیوان متنبی وغیرہ بھی پڑھتے اور اپنے ذوق کے اشعار یاد بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی تحقیق کار اس علم یا فن میں سے تحقیقی موضوع منتخب کرنا اور جدید عرب شعراء کے کلام کو جاننا چاہے تو اسے "الموسوعة العالمية للشعر العربي" اور 'الديوان' میں یقیناً دلچسپی ہوگی۔ ان میں لاکھوں اشعار شامل ہیں۔ بہت سے اشعار کی آڈیو آواز (الديوان الصوتي) بھی اس موسوعة میں شامل ہے۔

انہیں انٹرنیٹ پر گوگل سرچ انجن کی مدد سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ انہیں ان دو ویب سائٹوں (/http://www.adab.com) اور (www.aldiwan.net) پر بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ اپنی مختلف اغراض کے لیے ان سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

مطلب دوم

مطبوعہ و آن لائن کتب، مجلات اور رسائل

اس بحث میں حل طلب مسئلے کی تلاش، تفہیم اور انتخابِ موضوع کے متعلق ایسے وسائل اور مصادر و مراجع کی تفصیل پیش ہے جو مطبوعہ ہیں اور آن لائن دستیاب بھی۔

1. اردو اور فارسی کتب کی لائبریریاں

اگر ایک مقالہ نگار اپنے منتخب موضوع پر کام کرنے کے لیے مواد اردو و فارسی زبانوں میں حاصل کرنا چاہتا ہو تو اُسے انٹرنیٹ پر کئی مختلف لائبریریاں ملتی ہیں۔ یہ ایسی ویب سائٹیں ہیں جن پر تفسیر، علوم القرآن، حدیث، سیرت، تصوف، فقہ، اسلام اور عیسائیت، ختم نبوت، منطق، مناظرہ، فلسفہ وغیرہ علوم و فنون سے متعلق ہزاروں کتب مفت ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہیں۔ یہاں پاک و ہند وغیرہ کے علماء کی کتب اَصل شکل میں دستیاب ہیں۔ ایک مقالہ نگار اِن آن لائن لائبریریوں سے اپنے موضوع کے متعلق کتب کا مطالعہ کر سکتا ہے اور پھر سابقہ کام کا جائزہ لے کر کسی فکری یا علمی خلا کو پا سکتا اور بالآخر اپنے موضوعِ تحقیق کو آخری شکل دے سکتا ہے۔[1]

آن لائن لائبریریوں کے علاوہ تحقیق کار کو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری نزد فیصل مسجد اسلام آباد؛ الندوہ لائبریری اسلام آباد؛ سردار مسعود جھنڈیر لائبریری میلسی؛ سنٹرل لائبریری بہاولپور؛ لانگے خان لائبریری ملتان؛ اسٹیٹ بنک آف پاکستان کراچی کی لائبریری؛ ہمدرد یونیورسٹی کراچی کی لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اور دیال سنگھ لائبریری لاہور کا ذاتی مطالعاتی دورہ ضرور کرنا چاہیے۔

---

[1] اردو اور فارسی زبانوں میں کتب کی آن لائن لائبریریوں کی ایک فہرست کتاب کے ملحق نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیے۔

2. عربی زبان کی لائبریریاں

اسلامیات کے میدان میں کوئی بھی سنجیدہ تحقیق کار اپنے موضوع سے متعلق عربی زبان میں کتب کے استفادے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اسلامیات کے اصل اور تاریخی اہمیت کے مصادر و مراجع عربی ہی میں ہیں۔ ان میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کتب اب آن لائن لائبریریوں کی شکل میں فراہم کی جاچکی ہیں۔ موضوع کے انتخاب اور اس پر کام کے دوران آن لائن عربی کتب کی طرف رجوع بہت اہم بھی ہے اور اب بہت آسان بھی ہو گیا ہے۔ جتنی کتب چاہیں مفت میں ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔[1]

تحقیق کار اپنے منتخب موضوع پر سابقہ کام کا تعارف کروانے کے لئے کچھ قدیم اور کچھ معاصر کتب دیکھے۔ مقالات، جامعات کے تحقیقی تھیسیز، حکومتی سطح پر ہونے والے مکالمہ بین المذاہب کے پروگرام، ٹی وی چینلز پر ہونے مسلم مسیحی مذاکرات، روزنامہ جنگ، نوائے وقت، ایکسپریس وغیرہ اخبارات میں شائع ہونے والے کالموں کا الگ الگ ذکر کر کے وہ اُن کے اہم نکات کی تشریح کر کے یہ بتائے گا کہ وہ کام جو منصۂ شہود پر آچکا ہے وہ کیا ہے؟ اور اس کام کا کونسا پہلو ہے جس پر یہ مقالہ نگار تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر ابھی تک کسی نے اُس جانب توجہ نہیں کی۔

3. دینی صحافت کے رسائل و جرائد

بعض دینی موضوعات کے متعلق تازہ ترین تحقیقات، آراء و اقوال پر محققین اور علماء کے رُجحانات علمی رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین کے ذریعے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ یہ رسائل و جرائد دینی صحافت شمار ہوتے ہیں۔ اِن میں کئی دفعہ ایسے اداریے یا مضامین شامل ہوتے ہیں جو کسی قابل تحقیق موضوع کا پتا دیتے ہیں۔ اِن

---

[1] عربی زبان میں شائع ہونے والی کتب کی آن لائن لائبریریوں کی ایک فہرست کتاب کے ملحق نمبر ۲ کی جدول میں پیش ہیں۔ اس سے استفادہ کریں۔

کی مدد سے نئے نئے مذہبی، تحریکی، سیاسی اور سماجی رُجحانات پر تحقیقی موضوع اور مواد مل سکتا ہے۔[1]

انٹرنیٹ پر دستیاب رسائل وجرائد کے علاوہ اور بھی بہت سے رسائل ایسے ہیں جن کی اپنی ویب سائٹ ابھی تک شاید نہیں بنی۔ مثلاً **بشار**، کراچی، **السعید** ملتان، **فقہ اسلامی** کراچی، **معارف رضا** کراچی، **متاع کاروان** بہاولپور، **فیض عالم** بہاول پور، **انوار الفرید** ساہیوال، **نور الحبیب** بصیر پور، **ضیائے حرم** لاہور، **سوئے حجاز** لاہور، **عرفات** لاہور، **النظامیہ** لاہور، **جہان رضا** لاہور، **البرھان** واہ کینٹ، **دعوت تنظیم الاسلام** گوجرانوالہ، **الجامعہ** جھنگ، **کاروانِ قمر** کراچی، **نوید سحر** مانسہرہ، وغیرہ۔

مزید بر آں ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک، **الخیر** ملتان، **حق چار یار** لاہور، **الحامد** لاہور، **تعلیم القرآن** راولپنڈی، **العصر** پشاور، **الفاروق** کراچی، **تعمیر افکار** کراچی، **مکالمہ بین المذاہب** لاہور، سہ ماہی **ایقاظ** لاہور، **طلوع اسلام** لاہور، **دعوۃ** اسلام آباد، سہ ماہی **حکمت قرآن** لاہور، سہ ماہی **تعلیمی زاویے** اسلام آباد، سہ ماہی **الاقرباء** اسلام آباد، **البرھان** لاہور، وغیرہ۔

اسی طرح **ترجمان الحدیث** فیصل آباد، **الحرمین** لاہور، **رشد** لاہور، **اسوہ حسنہ** کراچی، **نداء الجامعہ** کراچی، **صحیفہ اہل حدیث** کراچی، **الاعتصام** لاہور، **اہلحدیث** لاہور، **حدیبیہ** کراچی، وغیرہ۔ ان کو دیکھنے سے بھی مناسب عصری موضوع منتخب کرنے سے بہت مدد مل سکتی ہے۔

اِنسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (IPS) اسلام آباد کی طرف سے اِن مجلات کے مطالعے، جائزے اور اِن کے افکار میں نئے رُجحانات کی نشاندہی کرنے والا ایک جریدہ

---

[1] اردو زبان میں شائع ہونے والے آن لائن دینی صحافت کے رسائل وجرائد کے نام اور ان کی ویب سائٹوں کی ایک فہرست کتاب کے ملحق نمبر ۴ کی جدول میں پیش ہیں۔ اس سے استفادہ کریں۔

'دینی صحافت' کے نام سے شائع ہوتا رہا ہے۔ وہ بوجوہ بند ہوا تو کچھ عرصہ بعد اسی نوعیت کا ایک جریدہ 'مباحث' شروع کیا گیا۔ اِنسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کا ایک جریدہ 'نقطۂ نظر' بھی ہے جس میں نئی کتابوں پر تبصرے شائع ہوتے ہیں۔ ان کا کچھ تعارف آئی پی ایس کی ویب سائٹ پر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ نئے اور مصروفِ عمل مقالہ نگاروں کے لیے اِن کا مطالعہ بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔

پاکستان میں اردو، عربی، انگریزی اور علاقائی زبانوں میں شائع ہونے والے مجلات، جرائد اور رسائل کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے والی لائبریری نیشنل لائبریری آف پاکستان، نزد وزیر اعظم ہاؤس اسلام آباد ہے۔ اس کا آن لائن کیٹالاگ بھی ہے۔ یہاں استفادہ کا بہترین موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ پاکستانی تحقیق کار ضرور اس لائبریری سے استفادہ کیا کریں۔

4. مجلات وجرائد کے خاص نمبر

بہت سے علمی و تحقیقی مجلات ایسے ہیں جو کبھی کبھی کسی موضوع یا شخصیت پر اپنے مجلے کا خاص نمبر نکالتے ہیں۔ یہ خاص نمبر بہت مفید اور معلوماتی ہوتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے کسی موضوع پر تازہ ترین تحقیقات کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور کام کو آگے بڑھانے کا پہلو یا گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح ایک محقق کو مزید تحقیق کے لیے قابل تحقیق موضوع مل جاتا ہے۔ یہاں چند مجلات وجرائد کے خاص نمبروں کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ موضوع کے متلاشی مقالہ نگاروں کو کام کے لیے راستہ مل سکے۔

1. ادارہ تحقیقات اسلامی اور دعوۃ اکیڈمی، نزد فیصل مسجد اسلام آباد نے قرآن، حدیث، سیرت اور ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم، سید مودودی نمبر، اقبال نمبر، وغیرہ سے متعلق اپنے مجلے فکر و نظر اور دعوۃ کے خاص نمبر شائع کیے ہیں۔[1]

2. تحقیق و تفسیر ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی نے اپنے علمی، فکری، تحقیقی، مجلہ التفسیر کے بھی کئی خصوصی اشاعت نمبر نکالے ہیں۔[2]

3. علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی و علوم اسلامیہ نے بھی اپنے علمی و تحقیقی مجلہ معارف اسلامی کے نمبر نکالے ہیں۔[3]

---

[1] دیکھیے: برصغیر میں مطالعہ قرآن، فکر و نظر، جلد ۳۶، شمارہ نمبر ۳۔۴، جنوری۔جون ۱۹۹۹ء؛ ڈاکٹر حمید اللہ، فکر و نظر، جلد ۴۰۔۴۱، شمارہ ۴، ۱، اپریل۔ستمبر ۲۰۰۳ء؛ برصغیر میں مطالعہ حدیث، فکر و نظر، جلد ۴۲۔۴۳، شمارہ نمبر ۴، ۱، اپریل۔ستمبر ۲۰۰۵ء؛ سیرت نگاری میں جدید رجحانات، فکر و نظر، جلد ۴۹، شمارہ نمبر ۲۔۳، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۱۔جنوری۔مارچ ۲۰۱۲ء؛ جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، فکر و نظر، جلد ۵۰، ۵۱، شمارہ ۴، ۱، جمادی الاول۔شوال ۱۴۳۴ھ/اپریل۔ستمبر ۲۰۱۳ء؛ اقبال نمبر، ماہنامہ دعوۃ، جلد ۹، شمارہ ۶، نومبر ۲۰۰۲ء؛ سید مودودی نمبر، ماہنامہ دعوۃ، جلد ۱۰، شمارہ ۷۔۹، دسمبر ۲۰۰۳ء۔فروری ۲۰۰۴ء۔

[2] مثلاً ملاحظہ ہو: شخصیات نمبر، شمارہ ۱۸۔۱۹، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء؛ تفردات نمبر، شمارہ نمبر ۲۱، جنوری تا جون ۲۰۱۳ء؛ برصغیر کے مفسرین اور ان کی تفاسیر، شمارہ نمبر ۲۳، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء۔

[3] مثلاً ملاحظہ ہو: ششماہی معارف اسلامی، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کے خصوصی نمبر: ڈاکٹر محمد حمید اللہ نمبر، جلد ۲، شمارہ ۲، جلد ۳ شمارہ ۱، جولائی ۲۰۰۳ء تا جون ۲۰۰۴ء؛ ڈاکٹر محمود احمد غازی نمبر، جلد ۱۰، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۱۱ء تا جون ۲۰۱۱ء؛ اور سیرت نمبر، جلد ۸، شمارہ ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء۔

4. پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کلیہ علوم اسلامیہ نے اپنے علمی مجلہ جہات الاسلام کے خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔ مثلاً "شمائل وخصائل نبوی ﷺ"۔[1]

5. ماہ نامہ ضیائے حرم نے بھی "ضیاء الامت نمبر"، "تحفظ ناموس رسالت نمبر" کے علاوہ متعدد خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔[2]

6. مجلہ جمالِ کرم، لاہور کی "حدود آرڈیننس 1979: ایک جائزہ"، "اتحاد امت اور ضیاء الامت" اور "تفسیر ضیاء القرآن نمبر" کے عناوین کے تحت خصوصی اشاعتیں سامنے آئی ہیں۔[3] تفسیر ضیاء القرآن نمبر ۶۹۲ صفحات پر مشتمل بتیس مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس نمبر کی اشاعت تک تفسیر ضیاء القرآن پر جامعات میں لکھے ایم فل وغیرہ کے تھیسس کی فہرست بھی اس میں شامل کی گئی ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: جلد ۱۱، شمارہ ۲، جنوری۔ جون ۲۰۱۸ء۔

[2] مثلاً ملاحظہ ہو: ضیاء الامت نمبر، ادارہ ضیائے حرم بھیرہ، ۱۹۹۹ء۔ بعد میں اس نمبر کی اشاعت جدید بھی ہوئی جس پر سن اشاعت نہیں لکھا۔ ماہنامہ ضیائے حرم کی جلد ۴۱، شمارہ ۶۔۷، ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء بھی ایک خصوصی نمبر "تحفظِ ناموسِ رسالت" ہے۔

[3] ملاحظہ فرمائیں: مجلہ جمال کرم، (جمال کرم فاؤنڈیشن، دربار مارکیٹ، لاہور)، جلد ۳، شمارہ ۳، رجب۔ رمضان، ۱۴۲۷ھ؛ جلد ۴، شمارہ ۱، محرم۔ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ اور جلد ۵۔۶، شمارہ ۴۔۱۰، شوال ۱۴۲۹ھ تا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء۔

7. ماہنامہ عرفات، لاہور نے "مفتی محمد حسین نعیمی: بیانات کے آئینہ میں" ایک خاص شمارہ[1] اسی طرح جامعہ سراجیہ مغلپورہ لاہور نے بھی اپنے جریدہ بنات نعیمیہ کا ایک "فتاویٰ مفتی محمد حسین نعیمی نمبر" شائع کیا ہے۔[2]
8. ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور نے "دعوتِ اسلامی نمبر"، "ماہر رضویات ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری" وغیرہ نمبر شائع کیے ہیں۔[3]
9. ماہ نامہ احکام القرآن، گجرات نے مفسر قرآن مفتی محمد جلال الدین قادری نمبر شائع کیا ہے۔[4]
10. ماہ نامہ رُشد لاہور نے تین جلدوں میں علم قراءات نمبر شائع کیا ہے۔[5]
11. ماہ نامہ محدث لاہور نے کئی موضوعات پر خصوصی نمبر نکالے ہیں۔[6]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: ماہنامہ عرفات، (ادارہ عرفات، جامعہ نعیمیہ، لاہور)، جلد ۴۷، شمارہ ۳۔۴، مارچ۔اپریل ۲۰۰۵ء۔

[2] ملاحظہ فرمائیں: بنات نعیمیہ، لاہور، جلد ۲، شمارہ ۱، جنوری۔مارچ ۲۰۰۵ء۔

[3] ملاحظہ ہو: ماہنامہ جہان رضا، لاہور، جلد ۱۴، اگست ۲۰۰۸ء/رجب ۱۴۲۹ھ، شمارہ ۱۵۵؛ جلد ۱۸، اپریل ۲۰۱۱ء/رجمادی الثانی ۱۴۳۲ھ، شمارہ ۱۸۱۔

[4] دیکھیے: ماہنامہ احکام القرآن، جلد ۳، شمارہ ۲۔۳، فروری۔مارچ ۲۰۰۸ء، کھاریاں، گجرات۔

[5] علم قراءات نمبر کی تینوں جلدیں کتاب و سنت کی ویب سائٹ سے مفت ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہیں:

http://kitabosunnat.com/kutub-library/quran-aor-ulum-ul-quran

[6] ان خصوصی اشاعتوں کے موضوعات جاننے اور انہیں مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے یہ ویب سائٹ مفید ہے:

http://magazine.mohaddis.com/shumarajaat/sp-shumara

12. ماہ نامہ العاقب لاہور نے علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور تحفظ ناموس رسالت نمبر شائع کیے ہیں۔[1]

13. ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے متعلق ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔[2]

14. سہ ماہی رسالہ البیان کراچی نے بھی متعدد خاص نمبر نکالے ہیں۔ مثلاً "جدید معیشت، تجارت، مروجہ اسلامی بینک کاری: میزان شریعت میں"؛ "تعظیم حرمات اللہ: شراب، موسیقی، منشیات"، "اسلامی ثقافت نمبر"، "عبد الحمید ازہر اور "انتہاء پسندی"۔[3]

15. ماہ نامہ حکمتِ بالغہ جھنگ کی بھی خصوصی اشاعتیں سامنے آئی ہیں۔ مثلاً "جنوبی ایشیا میں ھندو مسلم نظریاتی کشاکش"، "حکمتِ اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے"،

---

[1] دیکھیے: علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر، ماہنامہ العاقب، لاہور، جلد ۲، شمارہ ۷۔۹، جولائی۔ستمبر ۲۰۰۹ء؛ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء۔

[2] دیکھیے: ہفت روزہ الاعتصام، لاہور کی اشاعت خاص: بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۰۸۔۱۹۸۷ء)، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء۔ یہ اشاعت ۱۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

[3] دیکھیے: سہ ماہی مجلہ البیان، (کراچی: المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر)، سلسلہ نمبر ۱۲، جنوری تا مارچ 2015ء، ربیع الثانی تا جمادی الثانی 1436ھ؛ سلسلہ نمبر ۶۔۷، جنوری تا جون ۲۰۱۳ء، ربیع الاول تا شعبان ۱۴۳۴ھ اور سلسلہ نمبر ۳، مارچ تا مئی ۲۰۱۲ء، ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ۔ ان رسائل کو ویب سائٹ پر پڑھا اور وہاں سے ڈاؤن لوڈ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایڈریس یہ ہے:

https://mirc.org.pk/portfolio/al-bayan-magazine-ur/

"بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ" اور "ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی"۔[1]

16. سہ ماہی مجلہ فکر اسلامی بستی یوپی انڈیا نے "معاصر فقہ اسلامی نمبر" شائع کیا ہے۔[2]

17. ماہ نامہ العصر پشاور نے ایک خصوصی اشاعت "تاریخی و ثقافتی نمائش نمبر" کے نام سے اپریل تا جولائی ۲۰۱۵ء میں شائع کی۔ یہ خصوصی شمارہ دو سو تریسٹھ (263) صفحات پر مشتمل ہے۔[3] یہ بہت معلوماتی اور منفرد مضامین پر مبنی ہے۔

18. ماہ نامہ شمس الاسلام بھیرہ نے "مولانا امین احسن اصلاحی نمبر" دسمبر ۲۰۱۵ء میں شائع کیا ہے۔ دو سو اٹھاون صفحات کا یہ شمارہ بیس سے زائد مقالات و مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کے مقالات کی توجہ تفسیر تدبر قرآن پر مرکوز ہے۔[4]

19. اسی طرح مختلف موضوعات پر مرد و خواتین اِسکالرز کے وہ مقالاتِ سیرت ہیں جو ہر سال وزارتِ مذہبی امور پاکستان اسلام آباد کی طرف سے متعدد جلدوں

---

[1] دیکھیے: حکمتِ بالغہ (قرآن اکیڈمی، جھنگ)، جلد ۸، شمارہ ۱۱، محرم ۱۴۳۶ھ / نومبر ۲۰۱۴ء؛ جلد ۹، شمارہ ۱۱، محرم ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۵ء، جلد ۱۲، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۱۸ء، اور جلد ۱۳، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۱۹ء۔

[2] ملاحظہ ہو: سہ ماہی فکر اسلامی، (بستی انڈیا: دار العلوم الاسلامیہ، یوپی الہند)، "معاصر فقہ اسلامی نمبر"، شمارہ نمبر ۱۶-۱۹، جولائی ۱۹۹۹ء تا جون ۲۰۰۰ء۔

[3] ملاحظہ ہو: مفتی غلام الرحمٰن (مدیر)، ماہنامہ العصر، (پشاور: جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر)، "تاریخی وثقافتی نمائش نمبر"، شمارہ نمبر 4، 5، 6، جلد 20، اپریل تا جولائی 2015ء / 1436ھ۔

[4] "مولانا امین احسن اصلاحی نمبر" حاصل کرنے کے لیے ماہنامہ شمس الاسلام شارع بگویہ، بھیرہ، ضلع سرگودھا کے پتہ پر خط وکتابت کی جاسکتی ہے۔

میں شائع کیے جاتے ہے۔۱۹۷۷ء سے ۲۰۱۳ء تک اس کے سینتیس مختلف موضوعات پر مقالاتِ سیرت شائع ہو چکے ہیں۔

اسی طرح بہت سے کالج ایسے ہیں جو اپنا سالانہ میگزین نکالتے ہیں جو بہت معلوماتی اور عمدہ مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس طرح کے خصوصی نمبر ایک محقق کو کسی موضوع کی تازہ ترین صورت حال، متعلقہ محققین، اور ضروری مصادر و مراجع سے روشناس کراتے ہیں۔

5. علوم اسلامیہ و عربیہ پر تحقیق کے معروف مجلات

مزید بر آں علوم اِسلامیہ، تاریخ، قانون، ادب و لسانیات وغیرہ میں باقاعدہ اور مسلسل تحقیق کرنے والے علمی و تحقیقی مجلات ہیں جو ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے منظور شدہ ہیں۔ اُن کی پی ڈی ایف فارمیٹ میں فہرست ایچ ای سی کی ویب سائٹ پر مہیا کی جاتی ہے۔[1] مختلف وقفوں سے اس فہرست میں ترمیم واضافے بھی کیے جاتے ہیں۔ اِن تحقیقی مجلات کے مدیر صاحبان، رابطہ نمبر، علمی درجہ وغیرہ کی معلومات ایچ ای سی کی ویب سائٹ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔[2] ان کے مطالعے کے لیے جامعات یا بڑی لائبریریوں سے رجوع کرنا چاہیے تاکہ کسی موضوع پر معاصر تحقیقات اور افکار سے واقفیت کے بعد ایک قابلِ تحقیق موضوع منتخب کیا جاسکے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں:

www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Social%20Sciences/Social-sciences.pdf

[2] مثلاً اس ویب سائٹ سے متعلقہ فہرست حاصل کی جاسکتی ہے:

www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Social%20Sciences/Arts-Humanities.pdf

6. عالم عرب کی جامعات کے مجلات وجرائد

علوم اسلامیہ کے ایک مخلص تحقیق کار کو چاہیے کہ وہ عالم عرب کی جامعات میں مکمل کیے جانے والے تھیسز اور مقالات کو بھی ضرور ملاحظہ کرے تاکہ موضوع سے متعلقہ کام کا جائزہ لے کر وہ اپنا موضوع حتمی طور پر اختیار کر سکے۔

عالم عرب کی جامعات کے تحقیقی کام کو ملاحظہ کرنے میں معاون ویب سائٹوں کی ایک فہرست کتاب کے ملحق دوم میں پیش ہے۔ ان کے متعلق یہ بات ذہن نشین رہے کہ انہیں تلاش کرتے یا کھولتے وقت اس بات کا امکان ہے کہ ان میں سے کوئی نہ کھلے۔ ممکن ہے کہ یہ اس وقت بند یا تبدیل ہو چکی ہوں گی۔ اس لیے یہ تجویز ہے کہ ان کے نہ کھلنے کی صورت میں متعلقہ مجلہ کے نام سے گوگل میں تلاش کیا جائے۔[1]

7. اسلامک ریسرچ انڈیکسنگ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ نے ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے منظور شدہ مجلات کے تحقیقی مقالات کو آن لائن ایک جگہ جمع کر کے اس کا نام اِسلامک ریسرچ انڈیکسنگ رکھا ہے۔[2] جو تحقیق کار جامعات کی لائبریریوں یا کسی کے ذاتی کتب خانوں میں جا کر ان علمی مجلات کے مطالعے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہوں وہ ان کا مطالعہ آن لائن بھی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں اسلامک ریسرچ انڈیکسنگ کی ویب سائٹ کو ملاحظہ کرنا چاہیے جہاں ان مجلات کے اکثر ریسرچ آرٹیکل فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔

---

[1] عربی زبان میں شائع ہونے والے عالم عرب کے آن لائن مجلات وجرائد کے نام اور ان کی ویب سائٹوں کی ایک فہرست کتاب کے ملحق پنجم کی جدول میں بھی پیش ہیں۔ اس سے استفادہ کریں۔

[2] اسلامک ریسرچ انڈیکسنگ کا ویب ایڈریس یہ ہے:

https://iri.aiou.edu.pk/indexing/

اسلامک ریسرچ انڈیکسنگ میں شامل بہت نمایاں مجلات کے نام اور مقام اجراء نیچے ملاحظہ کریں۔ ان میں سے کچھ ششماہی ہیں تو کچھ سہ ماہی۔ اسی طرح بعض اردو زبان میں ہیں تو بعض عربی اور بعض انگریزی زبان میں۔ درجے کے اعتبار سے بعض زیڈ کیٹگری کے ہیں تو بعض وائی اور بعض ڈبلیو کیٹگری کے۔ مجلات کے یہ درجے وقت کے ساتھ ساتھ بلندی یا گراوٹ کا سامنا کرتے ہیں۔ اس لئے مکمل اور تازہ ترین صورت حال کے لیے ان کے مدیر سے رابطہ کرنا ہی مفید طریقہ ہوتا ہے۔

ذیل کی جدول میں مذکور علمی تحقیقی مجلات میں شائع شدہ ریسرچ آرٹیکلز کو ملاحظہ کرنا اور اپنے موضوع کے متعلق ان سے استفادہ کرنا ضروری سمجھا جائے۔

مجلہ کا نام	ادارہ/یونیورسٹی
ابحاث	ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
افکار	انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسز اینڈ ڈویلپمنٹ، کراچی
الاحسان	شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
اسلامک اسٹڈیز	ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، نزد فیصل مسجد، اسلام آباد
الاضواء	شیخ زید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
اورینٹل کالج میگزین	کلیہ شرقیہ جامعہ پنجاب، لاہور
الایام	سوسائٹی فار ریسرچ اِن اسلامک ہسٹری، کراچی
الایضاح	شیخ زید اسلامک سنٹر، جامعہ پشاور
ایکٹا اسلامیکا	شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شرینگل، خیبر پختونخواہ
بازیافت	شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

برجس	شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
البصیرہ	نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ	اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
پشاور اسلامکس	جامعہ پشاور
تاریخ وثقافتِ پاکستان[1]	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد
تجزیات[2]	پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز (PIPS)، اسلام آباد
تحقیقی زاویے	الخیر یونیورسٹی، بھمبر
التفسیر	تحقیق و تفسیر ویلفیئر ایسوسی ایشن، کراچی
تہذیب الافکار	شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان
الثقافہ الاسلامیہ	شیخ زید اسلامک سنٹر جامعہ کراچی
العرفان	فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور
الملل	پاکستان سوسائٹی آف ریلیجن، اسلام آباد
جہات الاسلام	کلیۃ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
حولیة الجامعة	کلیہ اصول الدین انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام

[1] اس مجلہ اور متعلقہ ادارے کی ویب سائٹ یہ ہے: http://nihcr.edu.pk

[2] اس مجلہ کو اس ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

https://www.tajziat.com/quaterly/issue/main/archives/

الدراسات الإسلامية	ادارہ تحقیقات اسلامی، نزد فیصل مسجد، اسلام آباد
دی اسکالر	ریسرچ گیٹ وے سوسائٹی، پاکستان
راحۃ القلوب	راحۃ القلوب ریسرچ اکیڈمی، کوئٹہ
السیرۃ العالمی	سید زوار حسین اکیڈمی ٹرسٹ، کراچی
سیرت سٹڈیز	کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ضیائے تحقیق	شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
علوم اسلامیہ	کلیہ علوم اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ بہاولپور
علوم اسلامیہ و دینیہ	شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور
فکر و نظر	ادارہ تحقیقات اسلامی، نزد فیصل مسجد، اسلام آباد
القلم	شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
مجلۃ القسم العربی	شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور
مجلہ تحقیق	کلیہ علوم شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
معارفِ اسلامی	شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
معارف مجلۂ تحقیق	ادارہ معارفِ اسلامی، کراچی
نور معرفت	نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد
ہزارہ اسلامکس	شعبہ اسلامیات، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ہمدرد اسلامیکس	بیت الحکمت، ہمدرد یونیورسٹی، کراچی

ان کے علاوہ بھی کچھ مجلات اس کتاب کی تیاری کے بعد نظر آئے۔ ان کی مکمل معلومات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جدول میں شامل نہیں کیے جا سکے۔

مبحث سوم

مسئلے کی تفہیم اور انتخابِ موضوع کے اخلاقی فکری اصول

جب ایک تحقیق کار اپنے تحقیقی مقالے یعنی تھیس کے لیے وسائل مواد کے سروے اور جائزے کے بعد انتخاب موضوع کے قریب پہنچ جائے تو اُسے درج ذیل فکری اُصولوں پر غور کر لینا چاہیے۔

1. مُسلمان تحقیق کار کو اپنے اخلاقی فرائض سے بطریق احسن عہدہ برآ ہونے کے لیے محض ایک موضوع کی تلاش نہیں کرنی چاہیے بلکہ قابل حل سلگتا ہوا مسئلہ یا چیلنج تلاش کرنا چاہیے اور اس کے بیان سے ہی موضوع کی عبارت اخذ کرنی چاہیے۔
2. تلاش اور انتخاب موضوع کے سلسلے میں ایک تحقیق کار کو معاشرے میں لوگوں کے ساتھ میل جول اور مثبت تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔ وہ ان کے ہاں آمد و رفت جاری رکھے گا تو اس کا مشاہدہ وسیع اور مسائل کی فہم درست ہو گی۔
3. مسلمان تحقیق کار کو ایسے موضوعات پر مخلصانہ تحقیق کرنا چاہیے جن سے مسلمانوں کو قیادتِ عالم کی اہلیت نصیب ہو سکے۔
4. مسلمان تحقیق کاروں کو نقل محض یا بے فائدہ یا برائے نام تحقیقی کام میں وقت نہیں لگانا چاہیے۔ اس نوعیت کے کام سے کسی قوم کی ترقی نہیں ہوتی۔
5. ملک کی اچھی لائبریریوں میں جا کر اخبارات، ماہ نامہ رسالے، سہ ماہی مجلات، سالانہ رپورٹیں، اشاریہ جات، وغیرہ سب کو گاہے گاہے دیکھتے رہنا چاہیے۔ علاوہ ازیں ٹی وی مذاکرات پر قومی اور بین الاقوامی سطح کے مسائل پر اہل علم کی گفتگو اور

افکار سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے تاکہ تازہ ترین صورت حال سے آگاہی رہے اور قابل حل مسئلے کی تشخیص میں زیادہ وقت نہ لگے۔

6. حصولِ معلومات، فہم اَفکار، جمع مواد کا ایک آسان اور فوری ذریعہ انٹرنیٹ ہے۔ جہاں سے روزانہ ایک تحقیق کار مختلف قسم کے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اِنٹرنیٹ سے کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کی اہلیت بڑھانی چاہیے۔ ایسے طریقے سیکھنے چاہئیں جن سے کم وقت میں زیادہ فائدے حاصل کیے جاسکیں۔

اِس سارے عمل اور سرگرمیوں کے دوران ایک مسلمان مقالہ نگار کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو تمام نبیوں اور رسولوں کا سید و سردار بنانے کے باوجود آپ کو حکم دیا کہ وہ ''رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' کی دُعا کیا کریں۔[1] اگر تمام نبیوں اور رسولوں سے زیادہ علم رکھنے والے ہمارے پیارے رسول کو رب العالمین کی طرف سے یہ حکم ہے تو اُن کے وارث علماء کو حصول علم، وُسعتِ معلومات اور تحقیق کے بعد معاشرے میں مطلوب کردار ادا کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری پہچاننی اور سخت محنت کا عادی بننا چاہیے۔

[1] دیکھیے: القرآن، سورۃ طٰہٰ: ۱۱۴۔

مبحث چہارم

مسئلے کی تفہیم اور انتخابِ موضوع کے مراحل

حل طلب مسئلے کی تفہیم اور اس کے ساتھ ساتھ انتخاب موضوع کے متعدد مراحل ہیں جنہیں طے کرنے کے بعد تحقیق کار کا موضوع شعبے سے آخر کار قبولیت یا منظوری کا لیٹر حاصل کر پاتا ہے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر وسائل مواد میں ضمناً ہو چکا ہے۔ یہاں کچھ مزید پیش ہیں۔

1. ہونا تو یہ چاہیے کہ کورس ورک کے پہلے سمسٹر ہی سے اسکالر اپنی دلچسپی کا میدان منتخب کرے اور مناسب موضوع پر سوچنا سروع کر دے۔ لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ اس پہلے مرحلہ پر کچھ تحقیق کار اسکالرز تو خود جبکہ اکثریت اپنے اساتذہ کی تجویز پر تخصص کا میدان منتخب کرتی ہے۔

2. دوسرے مرحلے پر تحقیق کار حل طلب مسئلہ اور موضوع تحقیق تلاش کرنے کے لیے اپنے میدان کے متعلق مواد، معلومات کے وسائل اور فوری طور پر دستیاب کتب، مجلات، رسائل و جرائد، سابقہ تحقیقی مقالات، وغیرہ کا اچھا خاصا سروے کرتے ہیں۔

3. تیسرے مرحلے پر وہ اپنے تصور کو تحریری خاکے (Synopsis) کی شکل دینا سیکھتے ہیں۔ وہ خاکہ کے عناصر اور ان کے تقاضوں کے مطابق اپنے مافی الضمیر کو قید تحریر میں لاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف اساتذہ سے مسلسل رہنمائی لیتے رہتے ہیں۔

4. خاکہ لکھنے کے مرحلہ پر تحقیق کار کو خاکہ کے تمام عناصر کی تحریر میں یہ ثبوت دینا ہوتا ہے کہ وہ حل طلب مسئلے کے اسباب، موضوع کی نوعیت، اس کی زمانی و

مکانی حدود، موضوع کے بنیادی سوالات کے تقاضے، اہدافِ تحقیق اور کام کے منہج کو مکمل طور پر سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں تفصیل اگلی فصل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

5. تحقیق کار اپنی سمجھ کے مطابق خاکہ لکھ کر ایک سے زائد اساتذہ کو دِکھاتے اور ان کے مشوروں سے استفادہ کرتے ہوئے موضوع کے متعلق اپنے تصورات اور فہم کی اصلاح کرتے ہیں۔ اساتذہ کی طرف سے حوصلہ افزاء تبصرے ملنے پر خاکے کو شعبہ کی کمیٹی برائے تحقیقی موضوعات کی میٹنگ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔

6. شعبہ کے اساتذہ کی اِس میٹنگ میں کچھ موضوعات منظور ہو جاتے ہیں؛ کچھ میں ترمیم و اضافے کی تجاویز آتی ہیں؛ اور کچھ موضوعات مکمل طور پر رَد ہو جاتے ہیں۔

7. شعبے کی کمیٹی کی منظوری کے بعد موضوعات کے خاکے کلیہ کے ڈین اور اس کے ماتحت اساتذہ پر مشتمل کمیٹی (فیکلٹی بورڈ) کی میٹنگ میں پیش ہوتے ہیں۔ اس میٹنگ میں بھی ترمیم، اصلاح اور ردو قبول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

8. اس کے بعد خاکے یونیورسٹی سطح کے بورڈ آف ایڈوانسڈ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ (BASR) میں پیش ہوتے ہیں۔ وہاں سے بھی اگر منظور ہو جائیں تو تحقیق کار اپنے منتخب موضوع پر اطمینان سے کام شروع کر سکتا ہے۔

9. چونکہ یہ کام تحقیق کار کو ایک نگران استاد کی زیر نگرانی کرنا ہوتا ہے اس لیے اسے یہ آزادی نہیں ہوتی کہ وہ جو چاہے جیسے چاہے لکھ کر جمع کروا دے۔ اس مرحلے پر تحقیق کاروں کو نصیحت یہ ہے کہ تین کام بیک وقت کرتے رہیں۔ ایک

یہ کہ موضوع کے متعلق معلومات اور وسائل مواد سے مربوط رہیں۔ مسلسل پڑھتے اور اپنا علم بڑھاتے رہیں۔ دوسرا یہ کہ اپنے وُسعت پذیر مطالعے کی روشنی میں موضوع کے طول و عرض، گہرائی وگیرائی کو زیادہ سے زیادہ سمجھتے اور خاکہ کو بہتر بناتے رہیں۔ اور تیسرا یہ کہ اپنے متوقع نگران استاد سے مسلسل مشورہ کرتے اور رہنمائی لیتے رہیں۔

10. یہ یاد رکھیں کہ آپ کی ڈگری آپ کے نگران کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جب تک دستخط نہیں کرے گا یونیورسٹی آپ کو ڈگری ہرگز جاری نہیں کرے گی۔ اس لیے مذکورہ تمام مراحل میں اپنے استاد کا ادب، احترام، فرمانبرداری، وقت کی پابندی اپنے اوپر لازم سمجھیں۔

فصل سوم

موضوعِ تحقیق کا خاکہ
(عناصرِ عشرہ اور خاکہ سازی کے قواعد)

ایک تحقیق کار کسی نہ کسی طریقے سے جب قابلِ تحقیق موضوع منتخب کر لیتا ہے تو اُس کا اگلا قدم اُس موضوع کا ایک علمی خاکہ تیار کرنا ہوتا ہے۔ قابل قدر مقالہ مقررہ مدت کے اندر مکمل کرنا ایک محقق کی منزل ہے تو اُس کے موضوعِ تحقیق کا خاکہ جسے عربی میں خُطة البحث اور انگریزی میں (Synopsis) یا (Research Proposal) کہتے ہیں اُس منزل تک کامیابی سے پہنچنے کا نقشہ اور مجوزہ راستہ ہے۔ جس مسافر کو اپنی منزل کے راستے کا واضح علم نہ ہو وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا؛ جو مسافر اپنی منزل کے نقشے کو اچھی طرح نہ جانتا ہو وہ دوران سفر کبھی بھولتا ہے، کبھی بھٹکتا ہے، مناسب وسائل کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے وہ کبھی آگے کی بجائے پیچھے چلا جاتا ہے اور کئی قسم کی پریشانیوں کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ یہی حال اُس تحقیق کار کا ہوتا ہے جس کے تحقیقی مقالے کا خاکہ اچھی طرح واضح نہ ہو۔

کسی موضوع پر ایک مناسب خاکہ کے بغیر کام شروع کرنا ایسا ہے جیسے کسی سوچے سمجھے اور مناسب و معقول نقشے کے بغیر مکان کی تعمیر شروع کر دینا۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی مسئلے کو اچھی طرح سمجھے بغیر اس کا حل تلاش شروع کر دیا جائے۔ اگر کوئی معمار اصل لمبائی، چوڑائی، اونچائی اور استعمال ہونے والے مواد کی اَصلیت یا پختگی جانے بغیر دریا پر پُل تعمیر کرنا شروع کر دے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال ایک تحقیق کار کا ہوتا ہے جو ایک واضح خاکہ اور اس کے لازمی عناصر کو اچھی طرح جانے پہچانے بغیر کام شروع کرتا ہے۔ کئی مقالات کی جانچ پرکھ کے دوران ایسی ہی مثالیں سامنے آئی ہیں۔

علوم اسلامیہ میں سنجیدہ تحقیق جہاد بالقلم کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ایک مجاہد اپنے جہاد کی اہمیت، اسباب، حدود، اپنی صلاحیت و قابلیت، ہدف تک رسائی اور طریقۂ جہاد کو اچھی طرح جانے پہچانے بغیر جہاد شروع نہیں کر سکتا۔ ایک تحقیق کار کا کام کافی حد تک مجاہد فی سبیل اللہ سے مماثل ہے۔ اس کا کام ایک اہم مسئلے اور تکلیف دہ مشکل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا خوش کُن نتائج اور مطلوبہ جہات میں مثبت ترقی و تبدیلی کا کام ایک اچھی منصوبہ بندی ہی سے شروع کرنا چاہیے تاکہ درپیش مسائل کا حل پیش کر کے انسانیت کو بالعموم اور اُمتِ مُسلمہ کو بالخصوص قابل ستائش فائدہ پہنچایا جا سکے۔

نئے تحقیق کار اور مقالہ نگار چاہے مدارس کے ہوں یا جامعات کے جب وہ اپنے موضوع کا خاکہ بناتے ہیں تو اکثر کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ انہیں کرنا کیا ہے؟ کتنا کرنا ہے؟ کہاں کرنا ہے؟ کیوں کرنا ہے؟ کب کرنا ہے؟ اور کیسے کرنا ہے؟ یہ حالت اکثر ایسے نَو آموز تحقیق کاروں کی ہوتی ہے جو اپنا موضوع خود منتخب کرنے کی بجائے کسی اور سے بنا بنایا موضوع لے لیتے ہیں۔ ایسے تجربات کی بنا پر اور ایسی صورت حال کے پیش نظر ذیل میں قابل تحقیق موضوع کے قابلِ قبول خاکہ کی تیاری، اُس کے عناصر اور اُن کی وضاحت پیش ہے تاکہ بحث و تحقیق کے دوران کوئی بڑی اُلجھن پیش نہ آئے۔ اس کے لیے یہ وضاحت دو مباحث میں پیش ہے:

مبحث اول: خاکے کے صفحۂ عنوان پر موضوع کی عبارت

مبحث دوم: موضوع کے خاکہ کے عناصر عشرہ

مبحث اول

خاکے کے صفحہ عنوان پر موضوع کی عبارت

منتخب موضوعِ تحقیق کے خاکے کا پہلا صفحہ صفحۂ عنوان (Title Page) کہلاتا ہے۔ اس صفحہ پر موضوعِ تحقیق کے لیے جو عبارت لکھی جاتی ہے اسے موضوع کی عبارت (Statement of the Topic) کہا جاتا ہے۔ اس کا ہر ایک لفظ سوچ سمجھ کر موزوں اور درست لکھا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ، اصطلاحات، علم و فن کی نشاندہی، تراکیب، زبان کی نشاندہی، زمان، مکان اور منہج کا واضح ذکر بہت احتیاط سے کیا جاتا ہے تاکہ بعد میں کوئی لاینحل مسئلہ درپیش نہ ہو۔

موضوع کی عبارت کا ہر ایک لفظ خاکہ کے تمام عناصر بالخصوص تحقیق کے بنیادی سوالات کو متاثر کرتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ موضوع کی عبارت کا تقریباً ہر ایک لفظ کسی نہ کسی سوال کی عبارت میں استعمال کرنا ہوتا ہے۔ مزید بر آں موضوع کی عبارت کا ہر لفظ سوالات کے علاوہ تھیسس کے ابواب و فصول کے عناوین کی عبارت میں دُہرایا جاتا ہے۔ اُن اُمور کے پیشِ نظر درج ذیل اجزاء کو اچھی طرح سمجھ کر اور سنجیدہ علمی انداز میں استعمال کریں۔

1. موضوع کی عبارت

   i. اس عبارت کو ایک مکمل جملہ نہیں ہونا چاہیے۔

   ii. یہ عبارت حتی الامکان مختصر ہو۔

   iii. اس عبارت کے الفاظ، اصطلاحات اور تراکیب میں تاریخی، عقلی یا مشاہداتی ترتیب ہونی چاہیے۔ اہم ترتیبات کی وضاحت اگلی فصل میں دیکھیں۔

   iv. اس عبارت کے دو حصے ہونے چاہئیں۔ جانب عام اور جانب خاص (sub-title)۔ جانب عام کو اوپر اور جانب خاص کو نیچے لکھنا چاہیے۔

v. اس عبارت کی جانبِ عام کا فونٹ سائز جانبِ خاص سے دو پوائنٹ بڑا ہونا چاہیے۔

vi. اس عبارت میں کمپوزنگ کی کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔

2. عبارت میں شامل مفرد الفاظ اور اصطلاحات

i. اصطلاحات واضح، جامع مانع، نپی تُلی اور معروف ہونی چاہئیں۔

ii. قرآن، حدیث، سیرت، فقہ وغیرہ کی اصطلاحات اپنی اصلی شکل میں استعمال کی جائیں ان کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

3. عبارت میں شامل تراکیب درج ذیل میں سے کوئی ہو سکتی ہیں۔ ان کے انتخاب اور استعمال میں مکمل احتیاط کی جائے۔

i. مرکب اضافی: یہ مرکب جو مضاف، مضاف الیہ اور حروف اضافت (کا، کے، کی) سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات مضاف الیہ کی جگہ تیرا، تیرے، تیری، میرا، میرے، میری، تمہارا، تمہارے، تمہاری، اُس کا، اُن کا، اُنہیں وغیرہ کی ضمیریں بھی استعمال ہوتی ہیں۔

ii. مرکب توصیفی: یہ مرکب اسم صفت اور موصوف سے مل کر بنتے ہیں۔

iii. مرکب عطفی: یہ معطوف علیہ، حرف عطف اور معطوف سے مل کر بنتا ہے۔

iv. مرکب عددی: یہ مرکب اسم عدد اور اسم معدود کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

v. مرکب جاری: جیسے لاہور تک، کراچی سے، سڑک پر، بازار میں وغیرہ

vi. مرکب امتزاجی: اسے دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ جیسے اکبر علی، عرفان احمد خان۔

vii. مرکب اشاری: یہ مرکب اسم اشارہ اور مشار الیہ کے ملنے سے بنتا ہے۔

4. تحدید علم و فن یعنی موضوع کی عبارت میں اسلامی علوم مثلاً قرآن و علوم القرآن، حدیث و علوم الحدیث، سیرت و علوم سیرت، فقہ اور اصول فقہ، فقہی مذاہب، اسلامی تاریخ، اسلامی فلسفہ، تقابل ادیان وغیرہ اور ان کے ذیلی علوم و فنون کی واضح نشاندہی اور تحدید کسی مناسب لفظ سے کرنی چاہیے۔

5. تحدید جنس: یعنی ایک یا چند الفاظ سے یہ واضح کیا جائے کہ

i. اس موضوع میں مطالعہ صرف مردوں کے متعلق ہو گا۔

ii. اس موضوع میں مطالعہ صرف عورتوں کے متعلق ہو گا۔

iii. مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہو گا۔

iv. یا اس میں جنس کی تحدید کو کوئی دخل نہیں۔

6. تحدید لغات: یعنی ایک یا چند الفاظ سے یہ واضح کیا جائے کہ

i. یہ مطالعہ اردو زبان کے ادب تک محدود ہے۔

ii. عربی زبان کے ادب تک محدود ہے۔

iii. انگریزی زبان کے ادب تک محدود ہے۔

iv. فارسی زبان کے ادب تک محدود ہے۔

v. یا اس میں زبان کی تحدید کو کوئی دخل نہیں ہے۔

7. تحدید اسلامی تحریکات: یعنی کسی مناسب لفظ سے یہ واضح کیا جائے کہ

i. یہ مطالعہ کسی ایک اسلامی تحریک تک محدود ہے۔

ii. یہ مطالعہ کسی دو یا زیادہ تحریکوں کے مطالعے تک محدود ہے۔

iii. یہ مطالعہ کسی دینی تحریک کے مردوں کو شامل ہے۔

iv. یہ مطالعہ کسی دینی تحریک کی عورتوں کو شامل ہے۔

v. یہ مطالعہ منتخب تحریک کے مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے۔

vi. یا اس تحدید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

8. تحدید مکانی یعنی کسی مناسب لفظ سے یہ واضح کیا جائے کہ یہ موضوع کسی ادارہ، شہر، تحصیل، ضلع، صوبہ، ملک، براعظم، یا پوری دُنیا کو محیط ہے۔

9. تحدید زمانی یعنی کسی مناسب لفظ سے یہ واضح کیا جائے کہ یہ مطالعہ تاریخ کی کتنی مدت، عرصہ یا وقت کو محیط ہے۔ مثلاً

i. ماضی کی کوئی صدی

ii. ماضی کا کوئی منتخب دور (مثلاً مکی دور، مدنی دور، عہد خلفائے راشدین، اموی دور، عباسی دور، عثمانی دور، اندلسی عہد، مغلیہ دور، استعماری دور، دور جاہلیت، قرون وسطیٰ کا زمانہ، جدید دور، مابعد جدیدیت، وغیرہ)۔ جب سے دنیا ممالک میں تقسیم ہوگئی ہے اس عہد سے کسی ملک میں کسی صدر یا وزیر اعظم کا دور بھی متعین کیا جاسکتا ہے۔

iii. ماضی کی کوئی دہائی

iv. ماضی کے منتخب سال

10. تحدید منہج یعنی کسی مناسب لفظ سے یہ واضح کیا جائے کہ اس مطالعہ میں درج ذیل میں کونسا ایک منہج یا زیادہ مناہج استعمال کیا جائے گا؟

i. بیانی مطالعہ (Descriptive Study)

ii. تجزیاتی مطالعہ(Analytical Study)

iii. تنقیدی مطالعہ(Critical Study)

iv. سماجی مطالعہ(Sociological Approach)

v. فلسفیانہ مطالعہ(Philosophical Approach)

vi. تقابلی مطالعہ(Comparative Study)

vii. نفسیاتی مطالعہ(Psychological Approach)

viii. تاریخی مطالعہ(Historical Study)

ix. کمی(مقداری)مطالعہ(Quantitative Study)

x. کیفی(معیاری)مطالعہ(Qualitative Study)[1]

یہاں کم اور کیف عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ کم کا معنی ہوتا ہے کتنا اور یہ مقدار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ کیف کا معنی ہے کیسا اور یہاں یہ معیار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بریکٹ میں اردو اور انگریزی کی متبادل اصطلاحات کو دیکھ کر اچھی سمجھ لیں۔

تحقیق طلب موضوع کی مزید حدود کا ذکر آئندہ صفحات میں اپنی مناسب جگہ پر آئے گا۔

---

[1] یہ امور میں نے پہلی بار فیس بک پر 21 جولائی 2019ء کو پیش کیے تھے۔

مبحث دوم

موضوع کے خاکہ کے عناصر عشرہ

منتخب موضوع پر علمی انداز میں اور بغیر کسی فکری یا ذہنی انتشار کے تحقیقی کام کرنے کے لیے موضوع کا خاکہ درج ذیل دس عناصر میں تیار کرنا چاہیے۔ اِس سے ایک طرف خود محقق پر اُس کا کام بالکل واضح ہوتا ہے تو دوسری طرف اُس موضوع پر مناسب مشورہ دینے والے کے لیے بھی بہت آسانی ہوتی ہے کہ وہ تحقیق کار کو کیا بتائے اور کیا نہ بتائے۔ اِس طرح دونوں کا وقت بچتا ہے؛ ملاقات بامعنی ہو جاتی ہے اور مقالہ پر کام لازماً آگے بڑھتا ہے۔ اس لیے ذیل میں بیان کیے گئے ہر عنصر کو اچھی طرح سمجھنا اور انہیں علمی انداز میں پیش کرنے کی مشق کرنی چاہیے۔

1. موضوع کا تعارف

خاکہ کا سب سے پہلا عنصر موضوع کا تعارف ہے۔ موضوع کے مفردات اور مرکبات کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کیا ہیں؟ دوسرے علوم اور اُن کے میدانوں اور شاخوں کے درمیان اس کی شناخت، پہچان اور مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اِس قسم کے سوالات کا جواب کوئی تحقیق کار جب تک مرتب انداز میں صفحۂ قرطاس پر نہ لائے تب تک خود اُس پر کام کی جہت واضح ہوتی ہے اور نہ موضوع منظور کرنے والے بورڈ پر اور نہ ہی کسی مشورہ دینے والے پر۔ اِس لیے تحقیق کار کو اپنے موضوع کا تعارف کروانے کے لیے کم از کم دو مناسب پیراگراف میں موضوع کے عمومی اور خصوصی پہلو کا تعارف کروانا چاہیے۔ عمومی پہلو میں یہ بتایا جائے کہ یہ موضوع علوم و فنون کے وسیع تناظر میں کیا شناخت اور مقام و مرتبہ رکھتا ہے۔ جبکہ خصوصی پہلو میں یہ بتایا جائے کہ یہ محقق یا مقالہ نگار موضوع کے کس پہلو میں کیا مطالعہ کرنا چاہتا ہے؟

مثلاً اگر ہمارے سامنے ایک موضوع: ”نصاریٰ کے بارے میں قرآن مجید کا موقف: تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ“ ہو تو اس کے تعارف میں کیا لکھیں گے؟ مختصر عبارت میں یہ کچھ یوں ہو سکتا ہے کہ نصاریٰ ایک ایسی مذہبی قوم ہے جو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیروکار کہلاتی ہے۔ اُنہیں عیسائی اور مسیحی بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے نصاریٰ کے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے بارے میں بہت بنیادی معلومات اور اُصولی ہدایات پیش کی ہیں۔ اِس رہنمائی سے مسلمانوں کو معاصر عیسائیوں یا مسیحیوں کے ساتھ روابط کی بنیادوں کا علم ہوتا ہے۔ اِس حوالے سے ماضی کے مسلمانوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور اب بھی موقع و محل کی مناسبت سے لکھتے رہتے ہیں۔ اُن لکھنے والوں میں مسلمان علمائے ادیان بھی ہیں اور مفسرین قرآن بھی۔

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ایک معاصر و معروف مفسر قرآن ہیں۔ اُنہوں نے بارہ ضخیم جلدوں میں تفسیر تبیان القرآن لکھی ہے۔ اس تفسیر میں مفسر علّام نے بہت سے قدیم و جدید موضوعات پر سیر حاصل اور مضبوط دلائل پر مبنی باحوالہ مباحث پیش کیے ہیں جن سے انہوں نے غور و فکر کے نئے نئے گوشے کھولے ہیں۔ قرآن میں مذکور متعدد ادیان عالم کے بارے میں بھی انہوں نے اَچھوتے انداز میں مختلف موضوعات کو پیش کیا ہے۔ یہ موضوع اِس تفسیر میں نصاریٰ کے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے بارے میں زیر بحث لائے گئے افکار و آراء کا تجزیاتی جائزہ لے کر ان مباحث کی قدر و قیمت کو پرکھنا چاہتا ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ابتدائی سطور موضوع کا عمومی تعارف کرواتی ہیں اور آخری چند سطریں موضوع کا خصوصی تعارف پیش کرتی ہیں۔ اصل خاکہ میں اِس طرح کی باتوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا تاکہ موضوع منظور کرنے والی کمیٹی یا بورڈ اچھی طرح جان لے کہ مقالہ نگار کیا کرنا چاہتا ہے۔

2. موضوع کی اہمیت

تحقیق کار نے اپنے منتخب موضوع پر کام کے دوران اپنا قیمتی وقت صرف کرنا ہوتا ہے؛ اُس کام پر اُس نے اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرنا ہوتا ہے؛ اِس سلسلے میں اُسے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا ہوتی ہیں؛ مشوروں کے دوران دوسرے کئی اہم لوگوں کا وقت بھی لینا ہوتا ہے۔ اِس لیے موضوع اَیسا ہو جو بہت اہم مسئلہ کے حل کو زیر تحقیق لاتا ہو۔ موضوع ایسا ہو جس سے کسی ادارے، تنظیم، معاشرے، قوم یا ملک کا کوئی نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہو۔ یعنی ایسا موضوع اہم شمار کیا جاتا ہے جس پر تحقیق سے کسی فرد، ادارے، معاشرے، قوم اور ملک کی کسی نہ کسی طرح کی بہتری یا ترقی متوقع ہو۔

جس طرح موضوع کے تعارف میں اُس کے عمومی اور خصوصی دونوں پہلوؤں کا تعارف کروایا جاتا ہے اِسی طرح اُس کی اہمیت کے بھی کم از کم دو پہلو ہیں۔ لہٰذا تحقیق کار کو اپنے موضوع کی عمومی تناظر میں اہمیت واضح کرنی چاہیے اور اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کرنا چاہیے کہ موضوع کے جس پہلو یا مسئلے کا مطالعہ وہ کرنا چاہتا ہے وہ کتنا اہم ہے؟ اِس کے لئے وہ دو الگ الگ پیراگراف میں چار پانچ دلائل لکھے جن سے موضوع کی اہمیت واضح ہو جائے۔

مثلاً مذکورہ موضوع کی اہمیت لکھنی ہو تو اُس میں کیا لکھیں گے؟ یہ مختصر عبارت میں کچھ اِس طرح ہو سکتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی ادوار بالخصوص ہجرتِ حبشہ ہی سے مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ تعلقات رہے ہیں۔ تاریخ میں یہ تعلقات کبھی دوستانہ رہے ہیں تو کبھی مخاصمانہ اور مخالفانہ بھی؛ اور اُن کے درمیان مناظرے ہوئے ہیں تو صلیبی جنگیں بھی ہوئی ہیں۔ بیسویں صدی کے رُبع اخیر سے اِن دونوں قوموں کے درمیان مکالمہ بین المذاہب ہو رہا ہے۔ حالت اَمن ہو یا جنگ قرآن مجید نے مسلمانوں کو نصاریٰ اور معاصر مسیحیوں کے ساتھ بہتر معاملات استوار کرنے کے خاص اُصول بتائے

ہیں۔ اس سلسلے میں جو مسلمان اللہ کی سچی اطاعت و فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے قرآنی اُصولوں کو جاننا اور اُن پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ ایک معاصر مفسرِ قرآن ہیں۔ اُن کا مطالعہ بہت وسیع اور دینی اداروں میں تدریسی تجربہ کئی عشروں کو محیط ہے۔ تصنیف و تالیف کے حوالے سے دیکھا جائے تو اُنہوں نے قرآن مجید کی ایک جامع تفسیر تبیان القرآن اور ایک نامکمل تفسیر تبیان الفرقان لکھی ہے۔ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح سولہ اور صحیح مسلم کی شرح بھی سات ضخیم جلدوں میں لکھی ہے۔ اِن کے علاوہ اُن کی کئی اور بھی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ نصاریٰ کے بارے میں اُن کی تفسیر میں جو نظریات، افکار اور آراء پائی جاتی ہیں اُن میں قدیم اور جدید فکر کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اُن کا مطالعہ کرنا اور جائزہ لینا بہت اہم ہے۔ یہ موضوع اس لئے بھی اہم ہے کہ اس کی مدد سے معاصر مسلم مسیحی تعلقات و روابط میں بہتر کردار کی ادائیگی کے لیے جدید رُجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مقامی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بحیثیت مسلمان ایک بہتر کردار ادا کرنے کے لیے اس موضوع پر تحقیق کرنا بہت ضروری ہے۔

اِس سے ملتے جلتے انداز میں موضوع کی اہمیت مزید بھی واضح کی جاسکتی ہے۔

3. اَسبابِ اختیارِ موضوع

خاکہ کے اِس عنصر کے تحت تحقیق کار اختصار کے ساتھ اُن محرّکات کا ذکر کرتا ہے جن کے پیشِ نظر اُس نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔ یہ اُس کی ذاتی ترجیحات بھی ہو سکتی ہیں؛ یہ کسی کی ترغیب کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے؛ یہ انتخاب مستقبل کے کسی منصوبے کے پیشِ نظر بھی ہو سکتا ہے؛ یہ انتخاب ماضی کے کسی نامکمل کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے؛ یہ کسی ضروری اور اہم مسئلے کے حل کی تلاش کے پیشِ نظر بھی ہو سکتا ہے؛ کسی بڑے کام یا پروجیکٹ کو شروع کرنے سے پہلے ایک ابتدائی تحقیقی سروے بھی ہو سکتا ہے؛ اس کا باعث کسی قوم کے دوسری قوم کے ساتھ تنازع کو ختم

کرنے اور اُس کے متعدد حل تلاش کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ اِس کا سبب کسی مسئلے کے ایسے جوابات ہو سکتے ہیں جو باہم متضاد و مخالف ہوں اور لوگ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہوں۔ اِس کا سبب کسی مسئلے کا ایسا جواب ہو سکتا ہے جس کی صحت میں تحقیق کار کو گہرا شک ہو۔ مختصر یہ کہ محقق یہ واضح کرے کہ اُس نے یہ موضوع کیوں منتخب کیا ہے؟ اِس سلسلے میں لازماً چار پانچ معقول اور علمی اسباب کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثلاً مذکورہ موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

i. تحقیق کار کے علاقے یا ملک میں مسیحی لوگ رہتے ہیں۔ تحقیق کار اُن کے عقائد و نظامِ عبادات کا علمی اور تحقیقی انداز میں مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔

ii. تحقیق کار کو مسلم مسیحی تنازعات کی موجودگی میں قیامِ امن کے لیے بہتر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

iii. تحقیق کار مسلم مسیحی معاشرے میں ایک ایسا کردار ادا کرنا چاہتا ہے جس کی اساس قرآنی تعلیمات ہوں۔

iv. تحقیق کار مسلم مسیحی مکالمہ بین المذاہب میں ایک مؤثر کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔

v. تحقیق کار اس موضوع پر تحقیق سے غیر مسلم معاشرے میں ایک مؤثر مبلغ اسلام کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ موضوع اختیار کیا گیا ہے۔

یہ وہ چند اہم اسباب ہیں جن کے پیشِ نظر تحقیق کار نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔

4. موضوع پر تحقیق کے اہداف

خاکہ کا تیسرا اہم عنصر موضوع پر تحقیق کے اہداف کا بیان اور اُن کی تشریح و توضیح ہے۔ عملی زندگی میں مشغول محققین کے نزدیک ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ یعنی تحقیق و ترقی ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس تحقیق سے

کوئی ترقی یا کوئی مسئلہ حل نہ ہو اُسے تحقیق شمار نہیں کیا جاتا۔ مقالہ نگار یہ واضح کرے کہ جب اُس کے موضوع پر تحقیق مکمل ہو جائے گی تو اُس کے ملک، قوم، ادارے، معاشرے یا خود تحقیق کار میں سے کس کا کیا ہدف حاصل ہو جائے گا؟ صاف عبارت اور غیر مبہم الفاظ میں مقالہ نگار اپنے منتخب موضوع اور اُس پر تحقیق کے مقاصد بیان کرے۔ اِس سلسلے میں کم از کم پانچ معقول اور قابل قبول اہداف پُر کشش، سنجیدہ اور دلچسپ لفظوں میں بیان کیے جائیں۔ مثلاً مذکورہ موضوع کے اہداف مختصر عبارت میں کچھ یوں بیان کیے جاسکتے ہیں۔

i. تحقیق کار کو نصارٰی کے عقائد کے بارے میں اصل قرآنی موقف براہِ راست جاننے اور سیکھنے میں مدد ملے گی۔

ii. تحقیق کار کو نصارٰی کی عبادات کے بارے میں آگاہی ہوگی۔ اِس سلسلے میں سُنی سنائی باتوں کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا علم ہوگا۔

iii. تحقیق کار کو نصارٰی کے ساتھ بحیثیت مسلمان اچھے روابط استوار کرنے میں بنیادی اُصولوں سے شناسائی اور قیامِ امن میں کردار کے لیے آسانی ہوگی۔

iv. تحقیق کار کو نصارٰی کے ساتھ معاملات کے جدید رُجحانات اور باہمی تنازعات کے حل میں مختلف طریقوں کا علم حاصل ہوگا۔

v. اس موضوع پر تحقیق سے ہمیں پاکستانی کرسچیَن لوگوں کے ساتھ اچھے دینی و سماجی تعلقات کے قیام میں مدد ملے گی۔

vi. اِس موضوع پر تحقیق سے نصارٰی کے درمیان تبلیغ دین کے مؤثر طریقے معلوم ہوں گے۔

5. موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ

کسی بھی موضوع پر تحقیق کا اصل ہدف دراصل کوئی نئی چیز پیش کرنا ہوتی ہے۔ چونکہ تحقیق کا مقصد کسی مشکل کا حل تلاش کرنا اور ترقی ہے اس لیے واضح رہے کہ تکرار

معلومات اور محض نقل عبارات سے کوئی علمی، فکری یا مادی ترقی نہیں ہوتی۔ اِس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ لینا بہت ضروری اَمر ہے۔ جب تک سابقہ کام کا اچھی طرح جائزہ نہ لیا جائے نیا کام کرنے کی جہت، پہلو، جانب یا حجم معلوم نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے سابقہ کام کا جائزہ موضوع کے خاکے کا بہت اہم عنصر ہے۔ عملاً یہ وہ کام ہے جو خاکہ لکھنے سے بھی پہلے کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر موضوع یا مقالہ کے عنوان کی عبارت صفحہ عنوان کا جھومر بنتی ہے۔ اس عنصر میں تحقیق کار اُن کتب، تحقیقی مقالات، مضامین، سیمینارز، کانفرنسیں، مذاکرے، مباحثے، اخباری کالم، وغیرہ کا ذکر کرتا ہے جن کا موضوع سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگر سابقہ کام جو مذکورہ صورتوں میں دستیاب ہوتا ہے کی تعداد اور مقدار بہت زیادہ ہو تو بہت اہم دس بارہ کتب یا جتنا نگران مقالہ اور شعبہ کے اساتذہ مشورہ دیں کا تعارف کروایا جائے۔[1]

سابقہ کام کا جائزہ اِس طرح لکھا جائے کہ ایک طرف تو موضوع منظور کرنے والا بورڈ یہ جان لے کہ تحقیق کار اپنے موضوع سے متعلق علمی کام کو مطلوبہ حد تک جانتا ہے۔ دوسری طرف جائزہ لکھتے وقت ایسا اُسلوب اختیار کیا جائے جس سے واضح ہو کہ تحقیق کار کا کام سابقہ کام کی تکرار یا نقل محض نہیں بلکہ موضوع کے وہ گوشے ہیں جو سابقہ محققین اور مصنفین کی تالیفات وتحقیقات میں نہیں آسکے یا اُن کے دور یا معاشرتی ماحول اور رائج نظاموں میں اِس مسئلہ کا وجود نہیں تھا اس لئے انہوں نے اس طرف نہ تو کوئی توجہ دی اور نہ کوئی رائے دی۔ اُس کمی اور خلا کو یہ تحقیق کار پورا کرے گا۔ اس طریقے سے تحقیق کار کا کام چھپانے کا ہوگا چھپانے کا نہیں۔ جو تحقیق کار اپنے مقالہ کو

---

[1] موضوع کے متعلق سابقہ کام (کتب، تحقیقی مقالات، تھیسس وغیرہ) کو جاننے کے لیے اس کتاب کے آخر میں متعدد ملحقات میں شامل آن لائن لائبریریوں کے ویب سائٹوں میں تلاش کریں۔ یہ سرگرمی بہت مفید ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

مصادر و مراجع کی نقول اور اقتباسات سے بھر دیتے ہیں نہ اصل مصنف کا حوالہ دیتے ہیں اور نہ اپنی طرف سے کوئی قابل ذکر نظریہ، سوچ و فکر، موقف اور رائے کو شامل کرتے ہیں اُن کا کام فقط جمع المواد یا علمی و ادبی سرقہ شمار ہوتا ہے۔[1] آج کل ادبی و علمی سرقہ ایک قابل سزا جرم ہے۔

علمی سرقہ سے شاید وقتی فائدہ حاصل ہو جائے مگر کچھ عرصہ بعد ضرور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ سرقہ بازی کو اپنی تحقیق بتانے والے تحقیق کاروں کو بہت شرمندگی اور بعض اوقات غیر متوقع نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض اعلیٰ عہدیداروں کے عہدے، مراعات اور سہولیات واپس لے لی جاتی ہیں۔ بعض کو عدالتوں میں مقدمات کی پیروی اور ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایچ ای سی نے اس سلسلے میں واضح پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے۔[2]

عملی زندگی میں صرف لائق، قابل اور تخلیقی صلاحیت رکھنے والے اہل علم کی عزت اور قدر و منزلت ہوتی ہے اس لئے مقالہ میں نقل محض اور تکرار معلومات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اِس حقیقت سے استدلال نہ کیا جائے کہ دوسرے بھی ایسا کر رہے ہیں۔ ایک تحقیق کار سابقہ کام کا جتنا زیادہ مطالعہ کرے گا اور اُس کا جائزہ لے کر اپنے عنوان کی نوک پلک سنوارے گا اتنی ہی آسانی ہو گی۔ اِس طریقے سے وہ اُس موضوع پر اتھارٹی

---

[1] اس سلسلے میں جامعہ کراچی کے شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے علمی مجلہ 'جریدہ' کا شمارہ نمبر ستائیس کا مطالعہ بہت مفید ہو گا۔ پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ شمارہ ۲۰۰۴ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ اس میں مشرق و مغرب میں سرقہ بازی کی تاریخ مدون کی گئی ہے۔ اس میں ادبی سراغ رسانوں کے مضامین نے بڑی بڑی شخصیات کی سرقہ بازی کا انکشاف کیا ہے۔ محققین کے لیے یہ شمارہ بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔

[2] www.hec.gov.pk/english/services/faculty/Plagiarism/Pages/default.aspx

اور سند سمجھا جائے گا؛لوگوں کے نزدیک وہ ایک بااعتماد فاضل اور محقق و مستند اسکالر شمار ہو گا۔اس لئے وہ اس کی طرف رہنمائی کے لیے رجوع کریں گے۔

چند سال پہلے انٹرنیٹ پر مجھے ایک ویڈیو ملی۔اس میں ایک عرب استاد نے قابل قدر تحقیق کو نَملہ اور نَحلہ یعنی چیونٹی اور شہد کی مکھی کے کام کی مثال سے سمجھایا ہے۔چیونٹی مختلف جگہوں کا سفر کرتی ہے؛ موسم کی صعوبتیں برداشت کرتی ہے؛ راہ گیروں کے پیروں تلے بھی کچلی جاتی ہے پھر بھی اپنا کام جاری رکھتی ہے اور اپنے کھانے کی متعدد اشیاء تلاش کر کے اپنے بِل میں جمع کر کے رکھ دیتی ہے مگر اُس کے عمل سے کوئی نئی چیز سامنے نہیں آتی۔گویا اُس نے صرف مواد جمع کیا ہے۔اس کے برعکس شہد کی مکھی کی جِد و جُہد، تلاش و تحقیق ہے۔وہ بھی جگہ جگہ کا سفر کرتی ہے؛وقت لگاتی ہے؛ایک ایک پھول کی نہ صرف زیارت کرتی ہے بلکہ اُس سے اخذ فیض کرتی ہے؛ہر جگہ کے پھول اور اُن کا رس مختلف ہوتا ہے؛اُن کا ذائقہ اور رنگ مختلف ہوتا ہے؛وہ اُن سب کے منتخب رَس کو اپنے چھتے میں جمع کرتی ہے اور جمع شدہ مواد پر اِس انداز سے محنت کرتی اور اپنی مثبت سوچ اور تخلیقی فکر سے اُس پر اِس انداز سے اثر انداز ہوتی ہے کہ جمع شدہ رَس چاہے وہ پھیکا تھا یا ترش، کڑوا تھا یا بے ذائقہ سب ایک لذیذ شہد میں ڈھل جاتا ہے۔شہد کو ہر کوئی حاصل کرنے کی کوشش اور کھانے کی خواہش کرتا ہے۔ شہد میں کئی امراض کا علاج ہے۔ موضوع پر تحقیق کار کے نتائج ایسے ہی ہونے چاہئیں۔

شہد کی مکھی کے موضوع،اس موضوع پر کام کی حدود،کام پر اطلاق کے گئے منہج اور نتائج تحقیق کی تعریف خود خالق نے اپنے لاریب کلام میں یوں کی ہے:

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ○ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1]

ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں۔ پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، اس کے شکموں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے (وہ شہد ہے) جس کے رنگ جدا گانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

جہاں تک چیونٹی کے کام کا تعلق ہے تو اس کے جمع شدہ مواد کو کھانے کی طرف کوئی سمجھ دار انسان یا جانور توجہ نہیں کرتا؛ وہ زمین پر اُس کے بل ہی میں رہتا ہے اور اُس کا فائدہ بہت محدود ہوتا ہے۔ جبکہ شہد کی مکھی کے کام کا نتیجہ دور و نزدیک تک پہنچتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اُس کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثال سے حقیقی اور غیر حقیقی، تعمیری اور برائے نام تحقیق کے درمیان فرق اور اُن کے نتائج کی اِفادیت اور مقصدیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اِس لئے ایک تحقیق کار کو اسی جگہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ نملۃ نہیں نحلہ کی طرح علمی فضاؤں اور معرفت کی گہرائیوں کا مسافر بنے گا۔ غالباً حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

بِقَدَرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِي	ومن طلب العلا سَهِرَ اللَّيَالِي
وَمَنْ رَامَ الْعُلَا مِنْ غَيْرِ كَدٍّ	أَضَاعَ الْعُمْرَ فِي طَلَبِ الْمُحَالِ
تَرُومُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا	يَغُوصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِي

[1] سورۃ النحل: 68، 69.

رفعتوں اور جہد مسلسل کے باہمی تعلق کو ان اشعار میں پیش کی گئی فکر سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک تحقیق طلب موضوع پر مخلصانہ انداز میں کام کر کے ہیرے جواہرات کی مثل نتائج کیسے حاصل کیے جاتے ہیں؟ حضرت امام شافعی کے یہ اشعار کئی اسباق سکھاتے ہیں۔

6. موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات

کسی بھی موضوع کے علمی خاکہ میں یہ عنصر سب سے اہم، انتہائی ضروری اور مغز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس جگہ تحقیق کار کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسے علمی سوالات اُٹھاتا ہے جن کا اُس کے منتخب عنوان سے انتہائی گہرا ربط ہوتا ہے۔ وہ سوالاتِ اَیسے ہوتے ہیں جو موضوع پر سابقہ کام اور حالات وواقعات کے جائزہ کے نتیجے میں نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ اُن میں سے پہلے سوال کا جواب تحقیقی مقالے کا پہلا باب بنتا ہے، دوسرے سوال کا جواب دوسرا باب اور اسی طرح آخری سوال کا جواب آخری باب۔ گویا موضوع کے بارے میں یہ بنیادی سوالات ہوتے ہیں جو ایک طرف عنوان سے مربوط ہوتے ہیں اور دوسری طرف ابواب وفصول سے۔ دراصل یہ سوالات تحقیقی مقالہ کی جان اور بنیاد ہوتے ہیں۔ انہی کی معقولیت، صحت، مناسبت اور قطعیت ہی تحقیقی مقالہ کی وُقعت اور قدر و قیمت کا تعین کرتی ہے۔ یہ سوالات جب تک انتہائی واضح، قطعی اور حتمی انداز میں تحقیق کار پر عیاں نہ ہوں وہ دل کی تسلی اور اطمینانِ قلب سے اپنا کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا سوالات کی تیاری انتہائی حزم واحتیاط سے کرنی چاہیے۔

ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیق کار طلبہ اور اسکالرز کے ساتھ مشاورتی گفتگو اور ان کے خاکوں کا جائزہ لینے کے دوران مشاہدے میں آیا ہے کہ بہت سے مقالہ نگار تحقیق طلب سوال ہی وضع نہیں کر سکتے۔ یہ امر بھی سامنے آیا ہے کہ سوال تو معقول ہوتے ہیں مگر وہ موضوع کے عنوان، مقالہ میں پیش کی گئی بحث اور مقالہ کے نتائج سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ اس خامی اور کمزوری کو دور کرنے کے لیے نو آموز تحقیق کاروں

کو اپنے منتخب کردہ موضوع کے مختلف گوشوں کی واقفیت اور معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف سوالات وضع کرنے چاہئیں۔ اُردو زبان میں سوالیہ جملوں کی تشکیل کے لیے کئی حُروف اور اَلفاظ پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہ دَس "کب، کتنا، کدھر، کس، کن، کہاں، کونسا، کیا، کیسے، اور کیوں" اکیلے یا تکرار کے ساتھ زیادہ اِستعمال ہوتے ہیں۔ مذکر مؤنث اور واحد جمع کی ضرورتوں کی بنا پر ان سے مزید کئی اَلفاظ اور تراکیب بھی بنتی ہیں جنہیں اُن کی نوعیت اور استعمال کے مقامات کی بنیاد پر مختلف قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اُن اَقسام اور تراکیب کا ایک خاکہ درج ذیل جدول میں پیش ہے۔

سوال کی نوعیت	سوالیہ الفاظ
ظرف مکان	کہاں، کہاں پر، کہاں سے، کہاں تک، کس جگہ، کس سمت، کس مقام پر، کس مکان میں، کدھر، وغیرہ
ظرف زمان	کب، کب سے، کب تک، کس وقت، کس دن، کس ہفتہ میں، کس مہینہ میں، کس سال، کس سنہ میں، کس صدی میں، کس زمانے میں، کس دور میں، کس موقع پر، وغیرہ
افراد، مقدار یا تعداد	کس، کس سے، کس کو، کس نے، کس پر، کسے، کون، کس کے لیے، کن کے لیے، کس کی خاطر، کتنا، کتنے، کتنی، کتنوں، کتنوں پر، کتنوں کو، کتنوں سے، کتنوں کے لیے، کتنی بار، کن کو، کونسا، کونسی، کونسے، وغیرہ
ماہیت یا حقیقت	کیا؟ کیا کیا؟
وجوہات، اسباب یا طریقہ کار	کیسے، کس طرح، کیوں، کس لئے، کس وجہ سے، کن وجوہات سے، کس سبب سے، کس بنا پر، کس بنیاد پر، کس لحاظ سے، کس حساب سے، کس طریقے سے، کس نیت سے، کن محرکات سے، وغیرہ

اگر اِن استفہامیہ اَلفاظ و تراکیب کو لے کر تحقیق کار اپنے عنوان کی عبارت کے کلیدی اَلفاظ پر مشتمل سوالات بنائیں تو معلوم ہو گا کہ بعض سوالات کے مزاج کا تقاضا ایک مختصر جواب ہے جبکہ کچھ سوالات ایسے بھی ہیں جن کے جواب میں وضاحت اور تفصیل مطلوب ہوتی ہے۔ تحقیق کار کو چاہیے کہ وہ دستیاب وقت، قابلِ رسائی مآخذ اور دسترس میں آنے والے ذخائرِ مواد کے پیش نظر اِس دوسری قسم کے سوالات میں سے مناسب سوالات منتخب کریں اور ان کے مدلل جواب کے لیے اساسی مآخذ سے مواد جمع کریں، اس کا عالمانہ تجزیہ و تحلیل کریں، اور مفید و دلچسپ نتائج کا استنباط کریں۔

یہاں بعض سوالیہ الفاظ کے بارے میں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ سوال کی عبارت میں انہیں دُہرا دیا جائے تو سوال اور اُس کے جواب میں وُسعت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اُن کی نوعیت واحد سے جمع میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً وہ سوال جس میں "کس کس کو" یا "کون کون" کے الفاظ ہوں اس کا تقاضا اس سوال کے تقاضے سے مختلف ہوتا ہے جس میں 'کس کو'، 'کون' صرف ایک بار مذکور ہو۔ سوال کی وُسعت کو کم یا زیادہ کرنے کے لیے اس قسم کے انداز سے مدد لی جاسکتی ہے۔

اسی طرح سوال کو وُسعت دینے کا ایک طریقہ سوالیہ لفظ کے ساتھ واحد کی بجائے جمع کو ذکر کرنا ہے۔ مثلاً اس سوال کو ملاحظہ کریں: امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں کیا منہج اختیار کیا ہے؟ یہاں سوالیہ لفظ 'کیا' کے ساتھ واحد یعنی 'منہج' لایا گیا ہے۔ اسے وُسعت دینی ہو تو اسے یوں تشکیل دیا جائے: امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں کیا مناہج اختیار کیے ہیں؟ ایسی تفسیر کا کیا سبب ہے؟ ایسی تفسیر کے کیا اسباب ہیں؟ وغیرہ۔

اسی طرح کبھی سوالیہ لفظ کے ساتھ اسم جمع کے استعمال سے بھی سوال کے مطلوب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً آپ "کس فرد کی سوچ و فکر کو زیر بحث لا رہے ہیں؟" کو وُسعت دینا چاہیں تو "کس اُمت کی سوچ و فکر کو زیر بحث لا رہے ہیں؟" اختیار کریں۔

یہاں لفظِ اُمت کی بجائے قوم، طبقہ، گروہ، کلاس، جماعت، فوج، لشکر، نساء، وغیرہ جیسے الفاظ کے استعمال سے سوال کے جواب میں وُسعت پیدا کرسکتے ہیں۔

اب اگر سابقہ صفحات میں مذکورہ موضوع کی مثال لیں تو اس کے سوالات کچھ یوں ہوسکتے ہیں:

i. قرآن مجید نے نصارٰی کے عقائد و عبادات کے بارے میں کیا بیان کیا ہے؟

ii. قرآن مجید نے نصارٰی کے ساتھ کیسے معاملات اور اخلاقی برتاؤ کی تعلیم دی ہے؟

iii. علامہ غلام رسول سعیدی کی تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں نصارٰی کے ساتھ معاملات اور تعلقات کے کیا اُصول مستنبط کیے جاسکتے ہیں؟

iv. تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں مسیحیوں کے ساتھ مکالمہ بین المذاہب میں کامیابی کے لیے کیا اُصول سمجھے جاسکتے ہیں؟

7. مفروضات یا فرضیہ تحقیق

بعض محققین کے نزدیک موضوع پر تحقیق کے لیے تیار کئے گئے خاکہ میں تحقیق کے بنیادی سوالات کے بعد مفروضات ر فرضیات لکھنے چاہئیں یعنی تحقیق کے لیے اُٹھائے گئے سَوالات کے کیا متوقع جوابات ہوسکتے ہیں۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سوالات کے فرض کیے گئے جوابات میں سے کون سے درست اور کون سے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر تحقیق طلب موضوع کے بنیادی سوالات کے لیے مفروضات لازماً قائم کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر مقالے اور مثالی خاکہ میں ہم نے اس عنصر کو شامل کرنا اہم نہیں سمجھا۔

8. موضوع پر تحقیق کی حدود

بہت سے تحقیق کار جب اپنے موضوع کا خاکہ لکھتے ہیں تو اپنی تحقیق کی حدود کا تعین نہیں کرتے۔ یہ بات سمجھنا کوئی مشکل اَمر نہیں ہے کہ دُنیا میں ہمہ وقت تسلسل سے تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ تحقیقی کام مسلسل ہو رہا ہے بلکہ یہ ہزاروں، سینکڑوں

سالوں سے ہو رہا ہے۔ گویا عنوان کی عبارت میں اور خاکہ کے اِس عنصر میں موضوع کی زمانی حدود کا ذکر کرنا چاہیے۔

دُنیا کے مختلف خطوں، ملکوں، اِداروں اور اَشخاص کے ہاتھوں بے شمار موضوعات پر کام مسلسل ہو رہا ہے۔ اِس لئے آج کسی محقق کے لیے ممکن نہیں کہ وہ دُنیا بھر کے محققین کے دماغ سے نکل کر صفحۂ قرطاس پر یا میڈیا کی کسی اور شکل میں شائع ہونے والے نتائج کا اِحاطہ اور مطالعہ کر سکے۔ اِس لیے تحقیق کار کو اپنے موضوع کی مکانی و جغرافیائی حدود کا بھی ذکر کرنا چاہیے کہ اس کا کام پاکستان تک محدود ہو گا، براعظم ایشیا تک محدود ہو گا، براعظم افریقہ تک محدود ہو گا، براعظم یورپ تک محدود ہو گا، براعظم شمالی امریکہ یا براعظم جنوبی امریکہ تک۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موضوع کسی ایک صوبے یا ضلع یا شہر یا ایک ادارے تک محدود ہو۔

اِس کے علاوہ محقق کو یہ حقیقت کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہزاروں سالوں سے اور دُنیا بھر میں ہونے والا کام صرف اُس کی زبان میں نہیں ہو رہا۔ گوگل ویب سائٹ کے ایک اندازے کے مطابق اس وقت دُنیا میں چھ ہزار پانچ سو زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اگرچہ اُن سب میں قابل ذکر علمی کام نہیں پایا جاتا پھر بھی اُن زبانوں کی تعداد ہزاروں کو پہنچتی ہے جن میں علمی کام شائع ہو رہا ہے۔ اِس لئے تحقیق کار جس جس زبان کے ادب کا مطالعہ نہیں کر سکتا اُسے موضوع کی حدود میں ذکر کرے۔ یہ اگر مشکل معلوم ہو تو صرف اُن زبانوں کا ذکر کرے جن میں شائع شدہ ادب کا مطالعہ وُہ کر سکتا ہے۔ بعض اوقات موضوع سے متعلق مصادر و مراجع تحقیق کار کی زبان میں ہوتے ہیں لیکن وہ اُس کی پہنچ یا رسائی میں نہیں ہوتے۔ لہٰذا ایسا موضوع منتخب نہیں کرنا چاہیئے جس پر کام کرتے وقت متعلقہ مواد حاصل نہ ہو سکے۔

مذہبی دُنیا میں ہزاروں فرقے اور جماعتیں پائی جاتی ہیں؛ سیاسی جماعتوں میں توڑ پھوڑ ہوتی رہتی ہے؛ نئی نئی تحریکیں وجود میں آتی اور مٹتی رہتی ہیں؛ معاشرے کے سماجی و

معاشی حالات بھی تغیر پذیر ہیں جبکہ موضوع پر کام مکمل کرنے کے لیے تحقیق کار کا وقت محدود ہوتا ہے۔ اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے اُمور ہیں جن کی وجہ سے اپنے مقالے کی حدود اِس طرح واضح نکات میں بیان کرنی ضروری ہوتی ہیں تاکہ ایک طرف وہ وقت پر مکمل ہوتا نظر آئے تو دوسری طرف کسی کا اعتراض وارد نہ ہو سکے۔

مثلاً مذکورہ موضوع کی حدود کچھ یوں بیان کی سکتی ہیں:

i. تحقیق کار صرف اُن قرآنی آیات پر توجہ مرکوز کرے گا جن کا تعلق نصاریٰ سے براہ راست یا بالواسطہ ہے۔

ii. تحقیق کار اس تحقیقی موضوع میں اگرچہ دوسرے مسلم علماء کی تصنیفات سے استفادہ کرے گا لیکن اس کی توجہ زیادہ تر علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر تبیان القرآن پر مرکوز ہو گی۔

iii. اس موضوع پر نصاریٰ سے متعلق تحقیق صرف اُن اُمور پر ہو گی جن کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

iv. تحقیق کار نصاریٰ کے متعلق پورے قرآن اور مکمل تفسیر تبیان القرآن کو اپنی تحقیق میں شامل کرے گا۔

v. تحقیق کار عربی، اردو اور انگریزی کتب سے بھی استفادہ کرے گا۔

9. موضوع پر تحقیق کا منہج

کسی بھی موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لیے کئی طریقے یا مناہج ہوتے ہیں۔ اپنے موضوع کے خاکہ میں تحقیق کار اُس منہج کا صاف انداز میں ذکر کرتا ہے کہ اُس کا منہج تقابلی ہو گا؛ تجزیاتی و تنقیدی ہو گا؛ وہ وصفی مطالعہ ہو گا؛ اُس کا منہج جدلی اور کلامی ہو گا؛ استقرائی اور استنباطی ہو گا؛ یا اُس کا منہج فلسفیانہ ہو گا۔ جو منہج موضوع کی نوعیت، بنیادی سوالات اور محقق کے اہداف سے مناسبت رکھتا ہو اُس کا بیان خاکہ کے اِس عنصر میں بہت ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مذکورہ موضوع کا منہج تحلیلی، تجزیاتی، کہیں کہیں تقابلی اور

تنقیدی بھی ہو گا۔ اِن مناہج کی تفصیل اصول البحث، مناہج بحث، اصول تحقیق وغیرہ نامی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی ہیں۔ اُنہیں بازار سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور اُنہیں انٹرنیٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملحق نمبر ۱۴ اور ۱۵ دیکھیں۔

10. موضوع کے ابواب وفصول

خاکے کے اِس عنصر میں تحقیق کار اپنے سوالات کے پیشِ نظر ابواب اور اُن کے عنوانات کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ابواب وسیع مزاج اور عریض نوعیت کے ہوں تو ہر باب کے نیچے فصول میں اُس کی تقسیم کرنی چاہیے اور ہر فصل کا نام یعنی عنوان بھی جامع انداز میں لکھنا چاہیے۔ اگر فصول بھی مزید تقسیم ہو سکیں تو اُن کے نیچے مباحث اور اُن کے عنوانات بھی ذکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح حسبِ ضرورت مباحث کو مطالب میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس سے مقالہ نگار اور اُس کے مُشرِف پر تحقیقی کام کی متنوع تہیں، سطحیں اور متعدد پہلو بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔ بس یہ بات کبھی بھی فراموش نہ ہو کہ ابواب و فصول و مباحث دراصل تحقیق کے لیے اُٹھائے گئے سوالات کے جوابات ہیں جو صفحہ عنوان پر لکھی عبارت سے مکمل مربوط ہیں۔ جو باب، فصل یا مبحث اُٹھائے گئے سوالات اور صفحہ عنوان پر لکھے موضوع سے مربوط نہ ہو اُسے مقالہ میں کسی طرح بھی شامل نہیں کرنا چاہیے۔ ہر وہ باب، فصل یا مبحث موضوع سے گہرا تعلق رکھتا ہے جس کے بغیر موضوع پر بحث ادھوری اور نامکمل معلوم ہو یعنی اگر اُسے ہٹا دیا جائے تو تحقیق کے پورے ڈھانچے میں ایک خلا پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ باب، فصل یا مبحث غیر متعلق ہے۔ اُسے شامل نہیں کرنا چاہیے۔

اس فصل میں مختلف نکات کی وضاحت کے لیے جو موضوع مثال کے طور پر لیا گیا ہے اس کے ابواب وفصول کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

مقدمہ:

تعارفِ مقالہ اور اس کا پسِ منظر (تکمیل شدہ مقالہ کے شروع میں خاکہ / خطۃ البحث میں ترمیم کر کے بھی مقدمہ لکھ سکتے ہیں۔ یہ زیادہ مناسب ہوتا ہے۔)

باب اول: نصاریٰ کے عقائد و عبادات کے بارے میں قرآنی بیان اور تفسیر تبیان القرآن

فصل اول: نصاریٰ کے عقائد و عبادات کے بارے میں قرآنی آیات

مبحث اول: (اگر ضرورت ہو تو فصل مباحث میں تقسیم ہوگی)

مطلب اول: (اگر ضرورت ہو تو مبحث مطالب میں تقسیم ہوگا)

فصل دوم: تفسیر تبیان القرآن کا نصاریٰ کے عقائد و عبادات کے بارے میں بیان

باب دوم: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں قرآنی بیان اور تفسیر تبیان القرآن

فصل اول: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں قرآنی آیات و موضوعات

فصل دوم: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں تفسیر تبیان القرآن کا موقف

باب سوم: مسلم مسیحی تنازعات کے حل کے لیے تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں اُصول

فصل اول: مسلم مسیحی دینی تنازعات کا تبیان القرآن کی روشنی میں حل

فصل دوم: مسلم مسیحی سماجی و سیاسی تنازعات کا تبیان القرآن میں حل

خاتمۂ بحث:

نتائج بحث

نتائج بحث کی تنفیذ کی سفارشات

موضوع پر مزید تحقیق کے پہلو

ابواب وفصول کے متعلق ایک اہم بات

خاکہ میں مصادر و مراجع کی فہرست سے پہلے ایک نوٹ لکھا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کے الفاظ کچھ یوں ہوتے ہیں: الخطة قابلة للتعديل والتغيير خلال البحث۔ یعنی تحقیقی کام کے دوران موضوع کی معروضی صورت حال کے پیش نظر خاکہ میں کچھ تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صفحہ عنوان پر لکھی موضوع کی عبارت بدلی جاسکتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ابواب وفصول میں کچھ ترمیم کی جاسکتی ہے۔

11. فہرست مصادر و مراجع

کسی موضوع پر تحقیقی طور پر کام کے لیے قابلِ استعمال مواد یا تو مصادر میں سے ہوتا ہے یا پھر مراجع میں سے۔ اسلامی موضوعات پر تحقیق کرنے والے پاکستانی محققین کے مصادر و مراجع عموماً اردو، عربی، فارسی اور پاکستانی زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی ہوتے ہیں کیونکہ وہ عام طور اِن زبانوں کو جانتے ہیں۔ اِس لئے خاکہ کی تیاری میں مصادر و مراجع کو اُن کی زبانوں کے لحاظ سے الگ الگ مرتب کرنا چاہیے۔

مصادر و مراجع کی فہارس مرتب کرتے وقت یہ بات ذہن میں رہے کہ اُن کی فہرست الف بائی ترتیب میں ہو۔ پہلے مصنف کا نام، پھر تصنیف / تالیف کا پورا نام، پھر مترجم کا نام، پھر ناشر کا نام، پھر مقام طبع (شہر، ملک کا نام)، پھر طبع نمبر، پھر سنہ اشاعت۔ کتاب کے نام کے نیچے خط لگانا، یا اُسے بولڈ کرنا یا ترچھا لکھنا چاہیے۔ اِن میں سے ہر ایک جزو کے بعد کامہ لگانا نہیں بھولنا چاہیے۔ مثلاً غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ط۷، ۲۰۰۷ء۔

اس سلسلے میں نئے تحقیق کار اُن مقالات سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو محنت کروانے والے کسی نگرانِ مقالہ کی نگرانی میں مدرسہ میں یا یونیورسٹی میں مکمل ہو چکے ہوں۔ مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض مقالہ نگار ایک جدول یا ٹیبل میں یہ معلومات الگ الگ لکھتے ہیں۔ ایسا کرنا علمی انداز کے مطابق نہیں سمجھا جاتا۔ مقالہ کے

اندر کسی اقتباس یا منقول عبارت کا حوالہ دیتے وقت مذکورہ معلومات کے علاوہ قوسین، جلد نمبر اور صفحہ نمبر، وغیرہ اُمور کا بھی حاشیہ میں ذکر کرنا ہوتا ہے اس کی تفصیل اگلی فصول میں ملاحظہ کریں۔

یہ واضح رہے کہ خاکہ میں شامل مصادر و مراجع کی فہرست ابتدائی فہرست ہوتی ہے جو مصادر و مراجع کے مختلف زُبانوں میں ہونے کی وجہ سے دو، تین یا چار فہرستوں کی شکل میں لکھی جاتی ہے لیکن مقالہ کی تکمیل پر نہ صرف اُس میں نمایاں اِضافہ اور تبدیلی آجاتی ہے بلکہ کئی عنوانات کے تحت متعدد فہارس تیار کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے اس میں مذکورہ فنی اِصلاحات اور تبدیلیاں ضرور کرنی چاہئیں۔ اس سے نہ صرف مقالہ کے نمبر زیادہ ملتے ہیں بلکہ دوسروں کو یا خود تحقیق کار کو بھی بعد میں کسی کتاب یا مصنف کے بارے میں معلومات جاننے کے لئے آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً مقالہ میں ذکر کی جانے والی آیات قرآنی کی فہرست، احادیث نبویہ کی فہرست، فہرستِ اَعلام، فہرست اصطلاحات وغیرہ۔ اسی طرح کچھ چیزیں تکمیل شدہ مقالہ کے آخر میں ضمیمہ جات یا ملحقات کے تحت بھی شامل کی جاتی ہیں۔

نوٹ: اگلے صفحات پر موضوع کا خاکہ رخطۃ البحث (Synopsis) بنانے کے لیے ایک خالی خاکہ پیش ہے جس کی مدد سے پاکستان کی کسی جامعہ یا یونیورسٹی کا ایک محقق ر مقالہ نگار اپنے منتخب موضوع کا مکمل خاکہ بنا کر اپنے تحقیقی کام کو مناسب انداز سے شروع کر سکتا ہے۔ لیکن اس کی حتمی شکل وہ ہو گی جسے تحقیق کار کی یونیورسٹی کے شعبے کے اساتذہ یا نگران مقالہ منظور کرے گا۔

خاکہ لکھنے کے لیے نمونے کا ایک ہیکل

شعبہ، کلیہ اور یونیورسٹی کا پورا نام (اردو، عربی میں)	یونیورسٹی کا مونوگرام	شعبہ، کلیہ اور یونیورسٹی کا پورا نام (انگریزی میں)

مقالہ کے عنوان کا عمومی حصہ (اس صفحہ پر سب سے موٹے الفاظ میں)

مقالہ کے عنوان کا خصوصی حصہ (اس صفحہ پر قدرے موٹے الفاظ میں)

طالب علم کا نام

طالب علم کا رجسٹریشن نمبر

مقالے کے نگران کا پورا نام

شعبہ اور کلیہ میں نگران کی حیثیت یا عہدہ

شعبہ اور کلیہ کا پورا نام

یونیورسٹی کا پورا نام (قدرے موٹے الفاظ میں)

سال کتابت مقالہ: ہجری اور عیسوی دونوں سن

طالب علم کا فون نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ (چند مختصر جملے)

1. موضوع کا تعارف:

(عمومی پہلو):..

....

....

....

....

(خصوصی پہلو):..

....

....

....

....

2. اہمیتِ موضوع:

(عمومی پہلو):..

....

....

....

....

....

....

(خصوصی پہلو):..

....

....

....

....

3. اسباب اختیار موضوع

(اسباب کے لیے تعارفی پیرا)..

....

....

....

....

پہلا سبب:

دوسرا سبب:

تیسرا سبب:

چوتھا سبب:

4. موضوع پر تحقیق کی حدود

(حدود کے لیے تعارفی پیرا)..

....

....

....

زمانی حد:

مکانی حد:

موضوع کی کسی خاص پہلو کے لحاظ سے حد:

زبان کے لحاظ سے حد:

کوئی اور تحدید:

5. اَہدافِ تحقیق

(اہداف کے لیے تعارفی پیرا)..

....

....

....

....

پہلا ہدف:

دوسرا ہدف:

تیسرا ہدف:

6. سابقہ کام کا جائزہ

(سابقہ تحقیقی کام کے لیے تعارفی پیرا)..

....

....

....

....

(نمبروار چند اہم کتب کا تعارف):

7. موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات

(موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات کے لیے تعارفی پیرا)........................

....

....

....

....

....

پہلا سوال:

دوسرا سوال:

تیسرا سوال:

چوتھا سوال:

8. منہج تحقیق

(منہج کی نشاندہی اور وضاحت کے لیے تعارفی پیرا)........................

....

....

....

....

....

....

....

موضوع کے ابواب و فصول

مقدمہ: (بہتر ہو گا کہ مقدمہ تھیسس مکمل ہونے کے بعد لکھا جائے اور بہتر ہوتا ہے کہ خاکہ میں مناسب ترمیم کر کے اسے مقدمہ بنایا جائے۔)

باب اول: (باب کا عنوان)

فصل اول: (فصل کا عنوان)

فصل دوم: (فصل کا عنوان)

باب دوم: (باب کا عنوان)

فصل اول: (فصل کا عنوان)

فصل دوم: (فصل کا عنوان)

باب سوم: (باب کا عنوان)

فصل اول: (فصل کا عنوان)

فصل دوم: (فصل کا عنوان)

باب چہارم: (باب کا عنوان)

فصل اول: (فصل کا عنوان)

فصل دوم: (فصل کا عنوان)

باب پنجم: (باب کا عنوان)

فصل اول: (فصل کا عنوان)

فصل دوم: (فصل کا عنوان)

خاتمہ بحث:

1. نتائج بحث: (مقالہ مکمل ہونے پر لکھے جائیں گے)
2. موضوع کے تحقیق طلب پہلو پر تحقیق کی تجاویز: (مقالہ مکمل ہونے پر لکھی جائیں گی)

3. تحقیق کے نتائج کے نفاذ کے لیے سفارشات: (مقالہ مکمل ہونے پر لکھی جائیں گی)

نوٹ: اگر ابواب کی کوئی ایک فصل یا زیادہ فصول تقسیم کی متقاضی ہوں تو انہیں مباحث میں تقسیم کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر فصل کا کوئی مبحث تقسیم طلب ہو تو پھر مبحث کو مطالب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

- موضوع کے متعلق عربی زبان میں مصادر و مراجع کی فہرست الف بائی ترتیب سے
- موضوع کے متعلق اردو زبان میں مصادر و مراجع کی فہرست الف بائی ترتیب سے
- موضوع کے متعلق فارسی زبان میں مصادر و مراجع کی فہرست الف بائی ترتیب سے
- موضوع کے متعلق انگریزی میں مصادر و مراجع کی فہرست الف بائی ترتیب سے
- موضوع کے متعلق قومی زبانوں (پنجابی، سرائیکی، سندھی، بلوچی، پشتو، وغیرہ) میں مصادر و مراجع کی فہرست الف بائی ترتیب سے

فصل چہارم

عُلوم اِسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری کے لیے مطالعے کے اُصول

عُلوم اِسلامیہ میں تحقیقی اور علمی مقالہ نگاری میں دلچسپی رکھنے والے تحقیق کار کو عموماً مسلسل مطالعہ میں مصروف رہنا ہوتا ہے۔ اس کی توجہ کا میدان اور اندازِ مطالعہ اُس وقت یکسر بدل جاتے ہیں جب اُسے ایک مقرر وقت کے اندر کسی ادارے یا یونیورسٹی کے منظور کردہ ایک خاص موضوع سے جُڑے ہوئے سُلگتے مسئلے کا قابل عمل حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اس کام کے لیے اَنواع واَقسام کے مصادر و مراجع کا مطالعہ، چھان بین، جائے واقعات کا ذاتی مشاہدہ، مطالعے سے جمع شدہ معلومات اور مسئلے کے حل کو ایک منظم و مرتب علمی مقالہ کی شکل میں تحریر کرنا پڑتا ہے۔

علوم اِسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری کا کام معاشرے کے مختلف لوگوں سے منسلک ہونے کی وجہ سے نہایت سنجیدہ ہوتا ہے۔ نو آموز تحقیق کار جب تک اس کے مختلف پہلوؤں اور ان سے جُڑی متعدد سرگرمیوں کی کامیاب تکمیل کے اصول وضوابط سے اچھی طرح واقف نہ ہو وہ اپنے کام کو آسانی سے مقرر وقت کے اندر مکمل نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ فصل اس مرحلے کے اقدامات اور ان کے متعلق بنیادی اُصول وضوابط کے بیان، تشریح اور تفہیم کے لیے ذیل کے دو مباحث میں تقسیم کی گئی ہے۔[1]

مبحث اول: تحقیقی مقالہ کے لیے مصادر و مراجع کی انواع واقسام

مبحث دوم: تحقیقی مقالہ کے لیے مطالعہ کتب اور جمع معلومات کے مفید اُصول

---

[1] میں کتاب کو مکمل کر کے ناشر کے حوالے کر چکا تھا کہ ۸ دسمبر ۲۰۲۰ء کو منہاج یونیورسٹی لاہور میں زیر تعلیم ایم فل کی ایک طالبہ نے فیس بک کے ذریعے کال کی۔ اس فصل کی تحریر کا سبب اس کی کال ہے۔

مبحث اول

تحقیقی مقالہ کے لیے مصادر و مراجع کی انواع و اقسام

جب ایک تحقیق کار اپنے موضوع پر عملاً کام شروع کرتا ہے تو وہ دراصل انتخابِ موضوع اور اس کی خاکہ سازی سے اِسے شروع کرتا ہے۔ انتخابِ موضوع کے وقت اکثر تحقیق کاروں کا مطالعہ یا تو بہت محدود ہوتا ہے یا بالکل ہوتا ہی نہیں کیونکہ اُنہیں موضوع اساتذہ یا کسی اور سینئر ساتھی نے تجویز کر کے دیا ہوتا ہے اور خاکہ بھی کسی اور نے بنوایا ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں موضوع کے متعلق کتب یا کسی اور مواد سے اُن کی آشنائی نہیں ہوتی تو عملی کام کے آغاز ہی میں اُنہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

علوم اِسلامیہ کے تحقیق کاروں کو مصادر و مراجع کے سلسلے میں دو قسم کے خزانوں یا معلومات کے سرچشموں کی طرف جانا پڑتا ہے۔ پہلا خزانہ تو روایتی علمی لائبریریاں ہیں۔ دوسرا منبع انٹرنیٹ پر فراہم کردہ آن لائن لائبریریاں ہیں۔ اس مرحلے پر نو آموز تحقیق کاروں کو نہ صِرف دونوں قسم کے علمی خزانوں سے خاطر خواہ استفادے کے طریقے معلوم ہونا شرطِ اولین ہیں بلکہ ان میں موجود مصادر و مراجع کی انواع و اقسام کا علم، پہچان اور سمجھ بھی ہونا چاہیے۔

مصادر و مراجع کے متعلق درست علم اس لیے ناگزیر ہے کہ اس سے تحقیق کاروں کا قیمتی وقت غیر متعلق یا غیر اہم تحریروں کے مطالعے پر ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ اس سے صرف اُن مصادر و مراجع کے مطالعے پر وقت صرف کرتے ہیں جو اُن کے موضوع سے جُڑے مسئلے کے حل کے لیے اَساسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے وہ بعض تحریروں میں بیان کردہ سماجی، معاشرتی یا تاریخی واقعات کی صحت کی تصدیق کے لیے یا اُن کے بارے میں زیادہ جاننے کے لیے اُن جگہوں کا ذاتی مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں جہاں مسئلہ پیدا ہوا اور وہاں سے پھیل گیا۔

لہٰذا مطالعے سے پہلے اَپنے موضوع کے متعلق مصادر و مراجع کی انواع و اقسام کو سمجھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ موضوعِ تحقیق کے متعلق مصادر و مراجع کی انواع و اقسام میں سے چند یہ ہیں:

1. مصادر و مراجع کی انواع و اقسام بلحاظ اہمیت اور قدر و منزلت

اہمیت اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مصادر و مراجع کی عموماً دو قسمیں ہیں یعنی اساسی مرتبے کے مصادر اور ثانوی مرتبے کے مصادر۔ ثانوی درجے کے مصادر کو مراجع بھی کہتے ہیں۔ اہمیت کے اعتبار سے مصادر و مراجع کو مستند اور غیر مستند بھی کہہ سکتے ہیں۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اپنے کام کی بنیاد اساسی اور مستند مصادر پر اُستوار کرنی چاہیے۔ غیر مستند تحریروں کے استعمال سے تحقیقی مقالہ اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے۔ مثلاً اگر موضوع قرآن مجید کے متعلق ہے تو متقدمین کی تفاسیر، مشہور علماء کی لکھی کتبِ اُصول تفسیر، اساسی کتبِ علوم القرآن، قرآنی عربی زبان کے ماہرین کی تیار کردہ کتبِ لُغتِ قرآن سے ہی استفادہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح حدیث اور علوم حدیث کے میدان کا موضوع یا سیرت النبی ﷺ اور فقہ اسلامی کے میدان کا موضوع ہو ان سب پر تحقیقی کام کے لیے اساسی اور مستند مصادر کا استعمال کرنا چاہیے۔

2. مصادر و مراجع کی انواع و اقسام بلحاظ قابلِ رسائی اور نا قابلِ رسائی

تجربہ شاہد ہے کہ کچھ مصادر عام تحقیق کاروں کی رسائی میں ہوتے ہیں اور کچھ نہیں۔ مثلاً کسی شرعی مسئلے یا مقدمے کے متعلق عدالتی فائلیں، پولیس اور فوج کے متعلق معلوماتی فائلیں، خفیہ اور حساس اداروں کا ریکارڈ، کسی معاشرتی یا سیاسی ادارے کی خاص فائلیں، کسی فیکٹری کی انتظامیہ کی فائلیں، ذاتی خطوط اور خاص مراسلت وغیرہ تک عام تحقیق کار رسائی نہیں رکھتے۔ اسی قسم میں وہ تحریریں شامل ہیں جو کسی دور دراز کی ایسی لائبریری میں نوادرات (Rare Books) یا مخطوطات (Manuscripts) کی صورت میں موجود ہوں جہاں تک تحقیق کار کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ اس لیے مصادر

کو اس بنا پر قابل رسائی اور ناقابلِ رسائی میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اختیارِ موضوع سے پہلے یہ جاننا اور سمجھنا چاہیے کہ اس کے موضوع کے متعلق اساسی اور مستند مصادر اسی کی رسائی میں ہیں یا نہیں؟[1] وہ اس سے استفادہ کر سکیں گے یا نہیں؟ ایسا موضوع اختیار نہیں کرنا چاہیے جس کے متعلق مصادر تک رسائی نہ ہو۔ جس موضوع کے بارے تحریریں حاصل کر کے اُن کا مطالعہ کرنا ناممکن ہو اس پر تحقیق کام انتہائی دشوار اور بہت طویل ہو جاتا ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3. مصادر و مراجع کی انواع واقسام بلحاظ زبان

مصادر و مراجع کی ایک تقسیم زبان کے لحاظ سے کی جا سکتی ہے۔ تحقیق کار ان زبانوں کی تحریروں سے استفادہ نہیں کر سکتا جنہیں وہ جانتا ہی نہیں۔ ناگزیر حالات میں اُسے تراجم کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اصل کتاب کے قابل اعتماد ترجمے موجود نہ ہوں تو کسی ماہر مترجم سے ترجمہ کروا کر کام مکمل کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اس بات پر دھیان دینا چاہیے کہ وہ ایسا موضوع اختیار نہ کرے جس کے متعلق شواہد ایسی زبانوں میں ملیں جن پر اس کی مہارت ناکافی ہے۔[2]

---

[1] 2010ء سے پہلے کی بات ہے۔ لاہور میں آرکائیو کی ایک لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری، دیال سنگھ لائبریری میں رکھی قدیم کتب اور ہمدرد یونیورسٹی کراچی کی لائبریری میں مجھے یہ تجربہ ہوا تھا۔ کئی بار کی کوشش کے باوجود رسائی ممکن نہ ہو سکی۔

[2] مصر کی جامعہ الزقازیق کے پی ایچ ڈی سطح کے ایک مصری اسکالر کا مجھے علم ہے۔ اس کا موضوع پاکستانی دینی جماعتوں کے پاکستانی معاشرے پر سیاسی، معاشی اور دینی اثرات کا جائزہ تھا۔ مَیں نے موضوع کا خاکہ تیار کرنے میں اس کی مدد کی تھی۔ خاکہ منظور ہو گیا مگر حالت یہ تھی کہ اُردو زبان پر اُسے اتنی بھی گرفت نہیں تھی جس سے وہ تحقیقی کام کی ضرورت پوری کر سکے۔ وہ مجھے کہتا تھا کہ میں متعلقہ معلومات نہ صرف جمع کر کے دوں بلکہ ان کا عربی میں ترجمہ کر کے بھی دوں۔ اتنا بڑا کام کون کر کے دے سکتا ہے؟

4. مصادر و مراجع کی اَنواع و اقسام بلحاظ اَدیان و مذاہب

علوم اِسلامیہ کے تحقیق کار کا موضوع ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کچھ سوال اور ابواب وفصول کا تعلق دُنیا کے چھوٹے یا بڑے ادیان و مذاہب سے ہو۔ ایسے موضوع کے پیش نظر مصادر و مراجع کو اَدیان و مذاہبِ عالم کے اعتبار سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں تحقیق کار کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ دین اسلام کے ساتھ ساتھ کیا اُسے دوسرے ادیان و مذاہب عالم کے بنیادی، اساسی اور ضروری مصادر و مراجع کا علم اور استعمال کے طریقوں کی پہچان ہے؟ ان مصادر و مراجع کا حسبِ ضرورت علم اور پہچان کے بغیر موضوع منتخب کر لیا تو اس کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہو گا۔

5. مصادر و مراجع کی انواع و اقسام بلحاظ نظام ہائے حیات، پیشے اور صنائع

علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو جاننا چاہیے کہ مصادر و مراجع کو نظام ہائے حیات یعنی سیاسی، معاشی، سماجی، معاشرتی، تعلیمی، وغیرہ کے اعتبار سے بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں اسلامی معاشرے کے مختلف پیشوں، صنعت و حرفت اور کاروبار کے لحاظ سے بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں بہترین معاونت نیشنل لائبریری آف پاکستان اسلام آباد کی شائع کردہ فہارس "قومی کتابیات پاکستان" ہیں۔[1] ان کے متعلق مزید تفصیل فصل دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

6. مصادر و مراجع کی انواع و اقسام بلحاظ براعظم یا ملک

علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کا موضوع اگر دُنیا کے کسی خطے، علاقے یا ملک تک محدود ہے تو مصادر و مراجع کو علاقائی اور جغرافیائی اعتبار سے ملاحظہ کرنا چاہیے۔ یہ وہ تحریریں ہوتی ہیں جو ایک براعظم یا ایک ملک یا ایک خاص خِطے کے واقعات، حادثات، مسائل اور

[1] تفصیل کے لیے نیشنل لائبریری آف پاکستان کی ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں:

www.nlp.gov.pk/resources.html

وسائل کو زیر بحث لاتی ہیں۔ مثلاً عالم عرب کے مصنفین کی تحریریں، ایشیائی علماء کی تحریریں، یورپی اور امریکی مصنفین کی کتب، افریقی علماء کی علمی کاوشیں، آسٹریلوی تحقیق کاروں کے علمی کام، وغیرہ۔

7. مصادر و مراجع کی انواع واقسام بلحاظ مصنفین اور مؤلفین

مصادر و مراجع کو مختلف مصنفین، مؤلفین، اُن کے مخالفین، اُن کے مدافعین یا موافقین کے اعتبار سے بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً استشراق کے میدان میں شائع کردہ کتب، مذہبی اور کلامی فرقوں کی کتب، فقہی مذاہب کے علماء کی کتب، وغیرہ۔ علوم اِسلامیہ کے تحقیق کار نے اگر کسی شخصیت کی علمی خدمات یا کسی فرقے کے افکار و نظریات یا کسی تحریک کی نشأۃ، ارتقاء، عروج اور زوال کا مطالعہ کرنا ہو تو پھر اُسے اپنے موضوع کے متعلق اس قسم کے مصادر و مراجع کو اِس خاص تناظر میں سمجھنا ہوتا ہے۔

8. مصادر و مراجع کی انواع واقسام بلحاظ اِسلامی علوم

علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کا موضوع کسی ایک اسلامی علم یا اس کی ذیلی شاخوں میں سے کسی ایک شاخ تک محدود ہو سکتا ہے۔ مثلاً تفسیر قرآن اور اس کی ذیلی شاخیں تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے، تفسیر اِشاری، تفسیر فقہی، تفسیر موضوعی، وغیرہ اَلوان کی تفاسیر۔ یا حدیث، علوم حدیث، فقہ، اصول فقہ، سیرۃ، فقہ السیرۃ، وغیرہ۔ اس لیے مصادر و مراجع کو نہ صرف اِسلامی علوم کے اعتبار سے تقسیم کیا جا سکتا ہے بلکہ اُن کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

9. مصادر و مراجع کی انواع واقسام بلحاظ ایمان و عمل

علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کا موضوع ایک خاص نوعیت کا اس لحاظ سے ہو سکتا ہے کہ وہ ایمانیات، خاص نظریات و تصورات یا مخصوص افکار کے دائرے کا ہو گا۔ اس کا موضوع عبادات یا معاملات کے دائرے کا ہو گا۔ وہ موضوع مسلمانوں کے باہمی معاملات یا پھر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کے دائرے کا ہو سکتا ہے۔

اس کا موضوع اخلاق اور فلسفہ اخلاق کے میدان کا بھی ہو سکتا ہے۔ اُسے یہ کام ابتداء ہی میں کرنا ہو گا کہ وہ اپنے موضوع کی خاص نوعیت کے مطابق مصادر و مراجع کی پہچان اور آگاہی حاصل کرے گا۔ ورنہ وہ بعد میں خلط مباحث کا شکار ہو جائے گا۔

10. مصادر کی انواع بلحاظ خصوصی اشاعتیں

انسانی معاشرہ کائنات کی کوئی جامد مخلوق نہیں ہے۔ اس میں مسلسل تبدیلیاں، پیدائش و اموات، عروج وزوال کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کی تغیر پذیری کے واقعات کو فوری طور پر محفوظ کرنے کے لیے تحقیقی مجلات کے خصوصی شمارے، رسائل و جرائد کے خصوصی شمارے، اداروں کی کارکردگی کی سالانہ یا خصوصی رپورٹیں، وغیرہ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کی اس قسم کے مصادر سے غفلت، لاعلمی یا بے پرواہی نا قابل قبول ہوتی ہے۔ اس لیے اُسے اپنے موضوع کے متعلق اس قسم کے مصادر سے پوری واقفیت اور جان پہچان رکھنا امر لازم ہے۔

11. مصادر و مراجع کی انواع بلحاظ معاونِ تحقیق و آلاتِ تفہیم

مصادر کی مذکورہ بالا انواع سے ہٹ کر ایسی کتب بھی ہوتی ہیں جو تقریباً ہر قسم کے موضوع پر کام کرنے والے تحقیق کار کی ضرورت ہوتی ہیں۔ یہ کتب موضوع کی تفہیم اور اس پر عمل تحقیق کو شروع کرنے اور آگے بڑھانے کے لیے آلات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِن میں کتبِ تاریخ، دائرۃ المعارف (موسوعہ، انسائیکلوپیڈیا)، کتبِ لغات (ڈکشنری، معجم، قاموس)، کتبِ کلید (Concordance)، کتبِ اشاریہ جات (Index)، کتب فہارس، وغیرہ شامل ہیں۔ علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اپنے موضوع کے میدان، اُس کی نوعیت اور تخصص کے اعتبار سے اس قسم کی کتب سے سب سے پہلے واقف ہونا اور استعمال کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔

12. مراجع کی چند انواع

آخر میں علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اپنے موضوع کے متعلق چند مفید مراجع یعنی ثانوی درجے کی تحریروں سے بھی آگاہ رہنا چاہیے۔ ان کی اہمیت یا افادیت کے کئی اسباب ہیں۔ اِن کے مطالعے سے اصل مصادر اور اساسی درجے کی کتب کا علم ہوتا ہے۔ اُن میں نئی کتابوں پر تبصرے شائع ہوتے ہیں جن سے نہ صرف نئی مطبوعات سے آگاہی ہوتی ہے بلکہ نئی تحریروں کی قدر و قیمت سے بھی شناسائی ہوتی ہے۔ اِن میں موضوع کے متعلق کسی سیمینار یا کانفرنس کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ بعض شخصیات کے متعلق ضروری معلومات مل جاتی ہیں۔ بعض تحریکوں کی سرگرمیوں کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ اس قسم کی تحریروں میں درج ذیل شامل ہیں۔ بعض اوقات یہی مراجع مصادر کا درجہ بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

i. کتب فقہ و فتاویٰ
ii. فرقہ ورانہ اَدب
iii. کتب تقاریر و مواعظ
iv. کتب خطبات و محاضرات
v. ماہانہ، سہ ماہی اور سالانہ رسائل
vi. تحقیقی مجلات
vii. اخبارات اور جلسوں کی روئیداد
viii. فیس بک کی پوسٹیں
ix. وٹس ایپ میں محفوظ میسج اور ویڈیو کلپ

ان کے متعلق مفصل کلام فصلِ سابق میں پیش کیا جا چکا ہے۔ وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

مبحث دوم

تحقیقی مقالہ کے لیے مطالعہ کتب اور جمع معلومات کے مفید اُصول

تحقیقی مقالہ کے متعلق مصادر و مراجع کی انواع و اقسام سے حسبِ ضرورت واقفیت، اُن تک رسائی اور حصول کے بعد اگلا قدم ان کے منظم و مرتب مطالعے کا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے دستیاب بہترین جگہ اور مناسب اوقاتِ مطالعہ کا تعین کرنا چاہیے۔ مطالعے کے دوران جس جگہ آپ ضرورت کی تمام اشیاء رکھ سکیں، جس جگہ افراد خانہ کا آنا جانا کم ہو، جس جگہ آپ کو گھٹن محسوس نہ ہو اُسے منتخب کریں۔ جہاں تک مطالعے کے بہترین وقت کا تعلق ہے تو وہ رات آخری پہر یعنی آذان فجر سے گھنٹہ ڈیڑھ پہلے کا پُر سکون وقت ہے۔

تحقیقی کام کے لیے مطالعے کے دوران رشتہ داروں، دوستوں اور ملاقاتیوں کے ساتھ ملنے کا دن اور وقت متعین کریں۔ اس مقرر وقت کے علاوہ کسی کو اپنی خلوت اور مطالعے کی یکسوئی میں کسی کو خلل ڈالنے کی اجازت نہ دیں اور نہ ہی خود کسی کے پاس بلا ضرورت جائیں۔ پوری دلجمعی، مستقل مزاجی اور اِستقامت نتیجہ خیز مطالعے کے لیے لازمی امور ہیں۔

تحقیقی کام کے لیے مفید مطالعے کی تیاری کا ایک بنیادی اصول مطالعے کا پُر سکون ماحول، کاغذ، پین، پنسل، ہائی لائٹر، ربڑ، پیانہ، قینچی، سوئی دھاگہ، انٹرنیٹ کی ڈیوائس، کمپیوٹر، بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا متبادل، وغیرہ ممکنہ ضرورت کی چیزیں اور آلات مطالعے کی کرسی میز یا جائے مطالعہ کے قریب دستیاب ہوں تاکہ انہیں لینے کے لیے بار بار جائے مطالعہ کو چھوڑنا نہ پڑے۔

جگہ اور وقت کے تعین کے بعد اگلا مرحلہ کتب کی کثرتِ مواد یا قلتِ مواد کے لحاظ سے گروپ اور درجہ بندی کرنی چاہیے۔ گروپ بندی کے لیے طریقہ یہ ہے کہ اپنے موضوع اور تحقیق کے بنیادی سوالات کی عبارتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلے کتب کے نام پڑھیں۔ ہر کتاب کے نام سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ وہ آپ کے موضوع کے متعلق ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کتاب غیر متعلق نظر آئے تو اسے چھوڑ دیں۔ اگر متعلق نظر آئے تو پھر اس کی فہرستِ موضوعات پڑھنی چاہیے۔ فہرست موضوعات میں کوئی باب یا فصل براہ راست آپ کے موضوع کے متعلق ہو تو اُسے گہرے مطالعے کے لیے الگ رکھ دیں۔ ایسی کتابوں اور تحریروں کی فہرست اپنی ڈائری یا لیپ ٹاپ میں جدید اصول تحقیق کے مطابق اس طرح تیار کریں کہ وہ بعد میں کتابیات میں شامل کی جا سکے۔

اگر کتاب کے نام یا اس کی فہرستِ موضوعات میں کوئی باب یا فصل آپ کے موضوعِ تحقیق کے متعلق نہ ہو تو آخری کوشش یہ کریں کہ کتاب کے آخر میں دیئے گئے اشاریے جسے انڈیکس بھی کہتے ہیں میں بھی دیکھیں کہ آپ کے موضوع، باب، فصل یا مبحث یا اس کے کسی پہلو کے متعلق کوئی معلومات پائی جاتی ہے تو اس سے استفادہ کریں۔

ہر وہ کتاب جو کسی نہ کسی لحاظ سے آپ کے موضوع کے متعلق ہو اُسے شامل مطالعہ بھی کریں اور مکمل حوالہ دینے کے لیے تمام ضروری اَجزائے حوالہ اپنی ڈائری یا لیپ ٹاپ میں لکھ کر محفوظ کرنے میں کوئی ضروری عنصر کبھی بھی ترک نہ کریں ورنہ اس کام کو کئی بار وقت دینا پڑے گا۔ مزید برآں آپ اپنی خاص ڈائری میں تاریخ مطالعہ اور لائبریری کا نام ضرور لکھیں۔ اگر ممکن ہو تو لائبریرین کا نام اور فون نمبر بھی نوٹ کریں۔ یہ ریکارڈ بعد میں حصول کتاب، جمع مواد، کسی اور کمی کوتاہی یا تحقیقی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مفید ہو گا۔

تحریروں کی گروپ بندی میں اس امر کا لحاظ بھی ضروری ہوتا ہے کہ تحقیق کار کتب کے پہلے ایڈیشن کا مطالعہ کر رہا ہے یا دستیاب تازہ ترین ایڈیشن کا؟ یہ بھی دیکھا جانا چاہیے کہ آپ کسی کتاب کے تصحیح شدہ اور تخریج شدہ معیاری ایڈیشن کا مطالعہ کر رہے ہیں یا اخطاء و اغلاط والے کسی پرانے غیر معیاری ایڈیشن کا مطالعہ تو نہیں کر رہے؟

موضوع کے متعلق مصادر و مراجع کی عام گروپ بندی اور فہرست سازی کے دوران ایک اور کام کر لینا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے تھیسس یا مقالہ کے ہر باب یا فصل کے عنوان کے پیش نظر متعلقہ تحریروں کی الگ الگ فہارس بھی تیار کر لیں یعنی جتنے ابواب ہوں ان کے مطابق اُتنی فہارس بنائیں تاکہ انہی کا مطالعہ اسی باب میں متعلقہ سوال کے جواب میں زیر بحث لایا جا سکے۔ بعد میں چاہے ہر باب کے لیے تیار کردہ فہرستِ مصادر و مراجع میں تبدیلی کیوں نہ کرنی پڑے، کوئی ہرج نہیں بلکہ اسی ابتدائی نامکمل کام سے ہی تو مکمل کی بڑھنا ممکن ہو سکے گا۔

اگر آپ نے اپنا تھیسس اپنے کمپیوٹر میں خود کمپوز کرنا ہو تو اس میں ہر باب اور ہر فصل کے لیے الگ فولڈر بنائیں۔ ان کے نام بھی رکھیں پھر اُن میں متعلقہ مواد اور فہارس کو جمع اور محفوظ کر لیں۔ ان کا بیک اَپ کسی یو ایس بی یا خارجی ہارڈ ڈسک میں رکھنا ہرگز نہ بھولیں۔

ابواب و فصول کے متعلق فہارس مصادر و مراجع تیار کرتے وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ اُنہیں اُن کے مصنفین و مؤلفین کی تاریخ پیدائش و وفات کی ترتیب سے یا واقعات کی تاریخی ترتیب سے لکھیں تاکہ بعد میں ہر باب اور فصل کو لکھتے وقت متعلقہ مصادر و مراجع کو تاریخی ترتیب ہی سے مطالعہ کر کے ضروری معلومات جمع کر سکیں۔ اس کے بعد انہیں اپنے مقالہ میں بصورت اقتباس لفظی یا معنوی درج کر سکیں۔

موضوع کے متعلق ضروری تحریروں کی درجہ بندی، گروپ بندی اور فہارس سازی کے بعد اگلا مرحلہ کتابوں کے گہرے اور تفصیلی مطالعے کا آتا ہے۔ تحقیقی کام کے لیے مطالعے کا پہلا اُصول یا ضابطہ یہ ہے کہ اپنے مقالے کے پہلے سوال کا جواب تحریر کریں۔ اس کے لیے آپ کو پہلے اس کے متعلق کتب کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اُن کتب کے مطالعے سے پہلے آپ ایک ڈائری اور قلم اپنے پاس رکھیں تاکہ جواب کے لیے مختلف کتابوں سے نوٹس لے سکیں، ضروری معلومات کے اقتباس لے سکیں۔ اقتباس کے لیے جو پیراگراف یا عبارت نقل کریں اس کے مرکزی خیال کا عنوان بھی وضع کریں۔ اس ڈائری یا لیپ ٹاپ میں پڑی فائل میں اُس دن کی تاریخ، وقت اور کتاب کا نام، اس کے باب یا فصل کا نام اور متعلقہ صفحات نوٹ کریں۔

کتاب آپ کی اپنی ہو تو موضوع کے متعلق اس کے متعلقہ صفحات، پیرا گرافوں یا سطروں کو نشان زد کریں تاکہ کسی ضرورت کی وجہ سے دوبارہ تلاش پر زیادہ وقت صرف نہ ہو۔ کتاب اپنی نہ ہو تو اس کا ٹائٹل صفحہ اور حوالہ دینے کے لیے ضرورت کی معلومات والے صفحات کی یا تو فوٹو کاپی کروالیں یا اپنے موبائل کے کیمرے سے تصاویر لے کر اپنے لیپ ٹاپ میں متعلقہ فولڈر میں محفوظ کرلیں۔ موبائل سے لی جانے والی تصاویر کی امیج فائل کا نام وہ مرکزی نکتہ رکھیں جو اس کے پیراگراف میں پایا جاتا ہے اور ساتھ تاریخ بھی لکھیں۔

اگر ضرورت کے صفحات فوٹو کاپی کروائے ہوں یا مصادر و مراجع سے معلومات اپنے کاغذوں پر اپنے ہاتھ سے لکھی ہوں تو اقتباسات والے ان کاغذوں کو ہر باب یا فصل کے نام والے لفافوں میں ڈال کر محفوظ کرلیں۔ ہر دو صورتوں میں ان کاغذوں پر تاریخ، دن اور لائبریری کا نام و پتہ ضرور لکھیں۔

لفافوں یا کمپیوٹر میں متعلقہ مواد کو نہ صرف تاریخی ترتیب سے محفوظ کرنا چاہیے بلکہ یہ بھی دھیان رکھنا چاہیے وہ کسی سبب سے ضائع نہ ہو جائے۔ کمپیوٹر میں جمع و محفوظ کیے جانے والے مواد اور معلومات کی کاپی بطور بیک اَپ کسی یو ایس بی یا ہارڈ ڈسک میں ضرور محفوظ کرنا چاہیے۔ جمع مواد کے سفروں کے دوران خدانخواستہ لیپ ٹاپ یا گھر میں رکھے کمپیوٹر کو کسی وجہ سے چوٹ لگ جائے یا وہ نیچے گر پڑے یا لوڈ شیڈنگ کے دوران زیادہ کرنٹ لگ جائے یا لفافوں پر پانی پا جائے گر پڑے یا وہ کسی اور وجہ سے ضائع ہو جائیں تو بہت اذیت جھیلنی پڑتی ہے اور کئی قسم کی مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جب تک مکمل تھیسس لکھ کر جمع نہ کروا دیا جائے بلکہ جب تک آخری زبانی امتحان سے فراغت نہ ہو جائے تب تک تمام جمع شدہ مواد کی حفاظت پر خصوصی دھیان دینا چاہیے۔

تحقیقی علمی کام کے لیے کسی کتاب کو مکمل پڑھنے کے اِرادے سے شروع کرنے سے پہلے اُس کا پیش لفظ، تعارف اور خاتمہ پڑھیں۔ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ مصنف نے کن لوگوں کو مخاطب کیا ہے؟ معاشرے کے کس گروہ کے لیے کتاب میں کیا لکھا ہے؟ کتنا لکھا ہے؟ اور کیوں لکھا ہے؟ یعنی اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ اس کے بعد فیصلہ کریں کہ کتاب کو تفصیل سے پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

کتاب کو پڑھنے کا ایک طریقہ ہے کہ اسے لفظ بلفظ پڑھنے سے پہلے اس کے ابواب و فصول کی ساخت، ذیلی سرخیوں اور اہم نکات کو اپنی نظروں سے گزاریں۔ دلچسپ، مفید، معقول، مدلل اور ٹھوس علمی لگے تو پھر تفصیل سے پڑھیں ورنہ نہیں۔

جس طرح کتاب کے تعارف، مقدمہ اور خاتمہ کو پہلے پڑھنا فائدہ دیتا ہے اسی طرح کسی باب کے تمہیدی پیراگراف اور آخری صفحے کو پہلے پڑھنا بھی یہ مدد کرتا ہے کہ اس باب کو تفصیل سے پڑھا جائے یا نہیں؟

مفید مطالعے کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ مطالعہ فکری ترتیب اور کسی انقطاع کے بغیر مسلسل کریں۔ کئی کئی دنوں کے ناغے سے یکسوئی پر منفی اثر پڑتا ہے۔ بار بار پچھلی تحریروں اور عبارتوں کو پڑھنا پڑتا ہے۔

مطالعے کے دوران اگر دل اُچاٹ ہو جائے، یا کسی وجہ سے یکسوئی برقرار نہ رکھی جا سکے تو موجودہ مطالعہ کو ملتوی کر کے سابقہ مطالعہ کے نکات کو لکھنے میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ ابھی تک جو کچھ پڑھ اور سمجھ لیا ہے اسے مقالے کے متعلقہ باب یا فصل میں لکھ دینا چاہیے چاہے وہ رف اور ناپختہ تحریر کیوں نہ ہو۔ یا پہلے لکھے باب یا فصل پر نظر ثانی کریں۔ وقت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔ قرآن مجید یا کتب حدیث کا مطالعہ کریں۔ کامیاب لوگوں کی سوانح حیات اور ان کے منظم طرز زندگی کا مطالعہ کریں اور حاصل شدہ اسباق پر عمل کریں۔ یا کچھ دیر چہل قدمی کریں یا ٹہلنے کے لیے باہر نکل جائیں۔ جونہی مزاج بحال ہو واپس مطالعے یا افکار و خیالات کی تحریر میں مشغول ہو جائیں۔ طویل انقطاع سے ہر حال بچیں۔

مطالعے کے دوران اپنے تخصص کی ایک اچھی ڈکشنری اپنے پاس رکھیں۔ جن الفاظ و اصطلاحات کے معنی و مفہوم سے آپ اچھی طرح واقف نہ ہوں ڈکشنری میں دیکھ کر پنسل سے اُن کے معانی زیر مطالعہ کتاب کے حاشیے پر لکھ لیا کریں۔ اس کتاب کے آخر میں پیش کردہ کچھ ایک ملحق میں آن لائن مستند ڈکشنروں کے ویب ایڈریس دیئے گئے ہیں۔ ان سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

وہ اصطلاحات جو آپ کے لیے نئی یا نامانوس ہیں انہیں ان کی تعریفات اور توضیحات کے ساتھ ایک فائل میں لکھ دیا کریں۔ مناسب ہو تو اس فائل کو بعد میں اپنے مقالے کا جزء بنا دیں۔

مطالعے کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی صحیح تفہیم اور تادیر اُنہیں ذہن نشین رکھنے کے لیے ایک اصول یہ ہے کہ انہیں اپنے اساتذہ، ہم جماعت یا دلچسپی رکھنے والے دوست احباب کے ساتھ زیر بحث لائیں۔ ان پر کسی سے مکالمہ کریں۔ ان کا خلاصہ اپنی ڈائری یا لیپ ٹاپ میں اپنے الفاظ میں لکھا کریں۔

کسی موضوع کی متعدد جہات کو جاننے اور اپنے علم کو بڑھانے کے لیے کتب بنی کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ پر بالعموم اور یوٹیوب پر پائی جانے والی ویڈیوز سے بالخصوص ضرور استفادہ کریں۔ اپنے حاصل مطالعہ کو اپنی ریکارڈ کردہ ویڈیو میں بھی محفوظ کر سکتے ہیں۔

مطالعے کے اہداف کے پیش نظر مطالعے کے اصول مختلف ہو سکتے ہے۔ اگر موضوعِ تحقیق کا منہج یا ہدف تنقیدی جائزہ ہے تو پھر مطالعے کے طریقے اور اصول بیانیہ منہج سے کچھ مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے مطالعے کے دوران تحقیق کار کسی موقف کو مرجوح یا مردود ثابت کرنے کے لیے زیر نظر کتاب سے صرف نئی معلومات جمع نہیں کرتا بلکہ ایسی بات، ایسا نظریہ، ایسی فکر یا موقف تلاش اور جمع کرتا ہے جس پر وہ تنقید کر کے اپنے مسئلے کا تجزیہ اور حل تلاش کر سکے۔

مطالعے کا منہج یا ہدف تقابلی جائزہ ہے تو ایسی صورت میں مطالعے میں تحقیق کار مختلف دَلائل، مواقف، نظریات، افکار، بیانات، وغیرہ کو بار بار تقابلی نظر سے پڑھتا اور سمجھتا ہے تاکہ ان میں مشابہ اور مختلف پہلو، جوانب، اشیاء وغیرہ کی فہرست مرتب کر کے پیش کر سکے اور موضوع تحقیق کے پیچھے مسئلہ تحقیق کی تشخیص اور تجزیہ کر کے اس کا حل تلاش کر سکے۔

مطالعے کے اغراض و مقاصد اگر استنباط اصول و ضوابط ہے تو مطالعے کا طریقہ منطقی اور عقلی ہو سکتا ہے۔ تلاش شواہد، فہم دلائل، جمع معلومات کے ساتھ ساتھ، تجزیہ، ترتیب جدید، استخراج نتائج، تحکیم اور سفارشات پر توجہ مرکوز ہوگی۔

تحقیقی کام کے لیے مطالعے کا ایک ضابطہ اور حوصلہ افزاء قدم یہ ہوتا ہے کہ ہر ہفتے یا دو ہفتوں کے بعد یا جیسے نگرانِ مقالہ ملاقات کے لیے وقت طے کریں مناسب وقفوں کے ساتھ ان کے ساتھ بیٹھ کر حاصل مطالعہ اور کیے جانے والے کام کو زیر بحث لائیں۔ ان کے ساتھ تبادلہ خیال کریں۔ جو کتب پڑھی ہیں ان کی اہمیت و افادیت کے متعلق سوالات کریں۔ یہ پوچھیں کہ یہ یہ تحریریں میں دیکھ چکا ہوں۔ مزید کونسی ایسی کتابیں ہیں جن کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے؟

مطالعے کو وسیع، گہرا اور جامع بنانے کے لیے ایک اصول یہ بھی ہے کہ انٹرنیٹ یا کسی اور ممکن ذریعے سے اپنے موضوع کے متعلق اساتذہ اور ماہرین کو نہ صرف تلاش کریں بلکہ ان سے تبادلہ خیال کریں۔ ای میل، وٹس ایپ، وغیرہ سوشل میڈیا کے ذریعے ان سے رابطے میں رہیں۔ ملاقات ممکن ہو تو ملاقات کریں۔ ان سے نئی اور متعلقہ کتب، تھیسس اور ریسرچ آرٹیکل جاننے پڑھنے کی کوشش کریں۔

مطالعے کو جدید ترین بنانے کے لیے انٹرنیٹ سے موضوع کے مطلوب نیا مواد تلاش کرنے کے طریقے سیکھیں۔ جن قلم کاروں نے اس کے موضوع کے حق میں لکھا انہیں پڑھیں اور جن مؤلفین نے اس کے خلاف لکھا انہیں بھی پڑھیں۔ نئے مواد کی تلاش اور حصول کے لیے اس کتاب کے آخر میں دی گئی آن لائن تمام لائبریریوں سے ضرور استفادہ کریں۔

اس فصل میں پیش کیے گئے ان چند رہنما اصول و ضوابط پر عمل کر کے ایک تحقیق کار ایک منظم انداز میں کام مکمل کر کے قابل تعریف کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

فصل پنجم

علومِ اِسلامیہ میں تحقیقی مقالہ کے اَبواب وفُصول کی ساخت اور تحریر

(قواعد و معیاراتِ تحقیق کا اِطلاق)

تحقیقی موضوع اور اس کا خاکہ منظور ہو جانے کے بعد تحقیق کار عملی کام کے اگلے مرحلے میں قدم رکھتے ہیں۔اِس مرحلے میں موضوع کے متعلق اُٹھائے گئے بنیادی سوالات کا ایک ایک کر کے علمی جواب لکھنا ہوتا ہے۔ہر سوال کے جواب کی تحریر میں اُصول تحقیق کے قواعد و ضوابط اور معیاراتِ تحقیق کا اطلاق کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ انہی اُمور کی ضروری تفصیل اس فصل کے مختلف مباحث میں پیش ہے۔

جواب کی تحریر سے پہلے تحقیق کار اپنے ہر سوال کے جواب کے لیے ایک باب مخصوص کرتے ہیں یا ایک فصل۔ ہر باب میں پیش کردہ جواب کو متعدد فصول میں اور فصل میں دیئے گئے جواب کو مباحث میں تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ جس طرح ہر باب کو متعدد فصول میں تقسیم کیا جاتا ہے اُسی طرح ہر باب کے بنیادی سوال کو بھی ذیلی سوالات میں تقسیم کر کے ان کا جواب الگ الگ فصول میں دینا ہوتا ہے۔ ہر باب، فصل اور مبحث کو ایک مناسب عنوان بھی دینا ہوتا ہے۔ اُن عناوین کی عبارت ایک طرف تو باب یا فصل کے بنیادی سوال سے مربوط ہوتی ہے اور دوسری طرف عنوان کے ماتحت جواب کی تفصیلات سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ مزید برآں ہر مبحث یا تو متعدد مطالب میں یا پھر مختلف نکات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس کام کے لیے تحقیق کاروں کو اپنے مقالہ / تھیس کے نگران سے ہر قدم پر رہنمائی لینی اور مشاورت کرنی ہوتی ہے۔ اُنہیں اپنے موضوع، ابواب و فصول کے عناوین اور بنیادی و ذیلی سوالات کے علمی تقاضوں کا لحاظ بھی کرنا ہوتا ہے تاکہ اُن کا کام معقول

اور اہل علم کی نظر میں قابل قدر مانا جائے۔ مزید یہ کہ اِس طرح تحقیق کے مسئلے کا حل بھی قابل تفہیم بنایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں جن قواعد اور معیارات کا اطلاق لازم ہوتا ہے ان کی تفصیل ذیل کے مباحث میں پیش ہے۔

مبحث اول: ترتیب کی اَہمیت اور اَقسام

مبحث دوم: اِسلامیات کے تحقیق کار کی زُبان اور اُسلوب

مبحث سوم: تحقیقی کام میں تنقیدی منہج کا استعمال

مبحث چہارم: تحقیقی مقالے میں نقل کردہ اِقتباس پر تحقیق کار کا کام

مبحث پنجم: تحقیقی مطالعے کا تحلیلی رتجزیاتی منہج

مبحث ششم: مقالے یا تھیس کی پاورقی یا آخر ورقی معلومات

مبحث ہفتم: تحریر میں اُصولی غلطیاں اور ان کا تدارک

مبحث ہشتم: علمی اَخطاء اور رسم الخط کی اَغلاط

مبحث نہم: تحریر کے فنی و تکنیکی قواعد

مبحث دہم: مسلمان تحقیق کار کے اَخلاقی فرائض

مبحث یازدہم: تھیس کے زبانی امتحان کے چند اہم سوالات

مبحث اول

ترتیب کی اَہمیت اور اَقسام

تحقیقی مقالے کے اَبواب وفُصول کی تحریر میں اہم نکات کی پیش کاری اور افکار کی تفہیم کو آسان اور قابل فہم بنانے کے لیے انہیں ایک مناسب ترتیب سے لکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ ترتیب کی کتنی اقسام ہیں اور ان کے تقاضے کیا ہیں؟ تاکہ بوقت تحریر اِن میں سے مناسب ترین کا انتخاب اور استعمال کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں سے درج ذیل ترتیبات اہم اور کثیر الاستعمال ہیں۔[1]

1. ترتیب الف بائی

بعض اوقات مقالے کی فصل یا مبحث کے بنیادی نکات کے عنوانات یا ذیلی سرخیوں یا ذیلی نکات کی جب کوئی مناسب ترتیب نہ بن رہی ہو تو انہیں الف باء تاء... یعنی الف بائی ترتیب (Alphabetical Order) سے پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک اچھی مثال ڈاکٹر اطہر محمد اشرف کی چار جلدوں میں کتاب "جامع اشاریہ مضامین قرآن" ہے۔ اس میں قرآنی مضامین کو الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی ایک عربی کلید یعنی محمد فواد عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم بھی ہے۔

2. ترتیب بلحاظ انواع مصادر

یہ ترتیب کسی تحقیقی مقالے، یا کتاب کے مصادر کی انواع واقسام کے پیش نظر اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً پہلے اساسی کتب (مصادر و منابع) کی فہرست، پھر ثانوی درجے کی کتب

---

[1] ترتیب کی ان گیارہ انواع اور ان کے متعلق توضیحی باتیں میں نے پہلی بار 5/ اگست 2019ء کو فیس بک پر پیش کی تھیں۔

(مراجع) کی فہرست، یا پہلے قرآنیات کی کتب، پھر حدیث اور علوم حدیث کی کتب، پھر سیرت کی کتب، پھر فقہ کے میدان کی کتب، پھر تاریخ کی کتب، وغیرہ۔

3. ترتیب بلحاظ زبان

یہ ترتیب کسی مقالے یا کتاب کے مصادر و مراجع کی فہارس یا کتابیات کے لیے اختیار کی جاتی ہے یعنی ہر زبان کی کتب کی الگ الگ فہرست مرتب کی جاتی ہے۔ مثلاً اُردو زبان میں شائع کردہ مصادر و مراجع، عربی زبان کے مصادر و مراجع، انگریزی زبان کے مصادر و مراجع، وغیرہ۔ ان سب کو الگ الگ فہارس کی شکل میں لکھ کر کتاب یا تھیس کے آخر میں ملحق کرنا چاہیے۔ مثلاً انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ایک سابق رئیس الجامعہ استاذی پروفیسر ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف الشافعی کی کتاب المدخل إلی دراسة علم الکلام ہے جس کے آخر میں انہوں نے عربی زبان کے مصادر و مراجع کی فہرست الگ اور انگریزی زبان کے مصادر و مراجع کی فہرست الگ مرتب کر کے پیش کی۔

4. ترتیب بلحاظ مصنفین

یہ ترتیب کسی مجلے یا رسالے میں شائع ہونے والے مقالات کے اشاریے، کسی موضوع کے متعلق مختلف کتب کے مصنفین کے لحاظ سے یا کسی لائبریری کے کیٹالاگ میں ایک مصنف یا مؤلف کی کتب کو تلاش کرنے کے مقصد کی خاطر اختیار کی جاتی ہے۔ اس کی مثالیں ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نزد فیصل مسجد اسلام آباد کے مؤقر مجلہ فکر و نظر کا اشاریہ اور ماہنامہ ضیائے حرم کا اشاریہ، وغیرہ ہیں جن کا تذکرہ گزشتہ فصل میں ہو چکا ہے۔

5. ترتیب تاریخی

تاریخی ترتیب میں کسی موضوع سے جُڑے واقعات، مراحل، اقدامات اور نکات کو اُس ترتیب سے لکھا جاتا ہے جس ترتیب سے وہ رونما ہوئے تھے۔ جو واقعہ پہلے رُونما ہوا

اُسے پہلے ذکر کیا جائے۔ جو اُس کے بعد وقوع پذیر ہوا اُسے بعد میں بیان کیا جائے، الخ۔
اِس میں تاریخ، مہینوں، سالوں اور صدیوں کی ترتیب کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

6. ترتیب توقیفی

یہ ترتیب قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی ہے۔

7. ترتیب رُتبی

ترتیب رُتبی کا لحاظ اُس وقت کیا جاتا ہے جب آپ محترم شخصیات، مقدس کتب یا اہم واقعات کو ان کے مقام و مرتبے، اُن کے اثرات، کارناموں یا معاشرے میں ان کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

8. ترتیب عقلی

عقلی ترتیب میں عقل کے تقاضوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ عقل سلیم کا تقاضا کیا ہے کہ پہلے کیا بات کی جائے؟ اس کے بعد کیا بات کی جائے؟ اس کے بعد کیا، وغیرہ تاکہ قارئین تک آپ کے پیغام کا اِبلاغ ہو جائے۔ مثلاً آپ کے مقالے میں سب سے پہلے کونسی بات، کونسا نکتہ، کونسا واقعہ ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ اس کے بعد والے اُمور سمجھنا آسان ہو جائیں؟ یعنی پہلے کیا پیش کرنا عقلاً مناسب ہے؟ اِس ترتیب کے لیے آپ کے پاس مطمئن کرنے والے عقلی دلائل ہونے چاہئیں۔

9. ترتیب مشاہداتی

ترتیبِ مشاہدہ سے آپ نے جن چیزوں کو جیسے ملاحظہ کیا ہے اس ترتیب سے بیان کر دیں۔ اگر آپ کے موضوع کی نوعیت ایسی ہے کہ آپ کو معلومات جمع کرنے کے لیے لائبریری نہیں بلکہ میدان، مارکیٹ، مدارس، سکول، کالج، گلی محلے، ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ، کچہری، اجتماع عام وغیرہ میں جانا ہے یا حادثات کی جائے وقوعہ پر ذاتی طور پر جا کر معلومات اور مواد جمع کرنا ہے تو اُن کے تذکرے کے لیے آپ کو ترتیب مشاہدہ زیادہ مناسب نظر آئے گی۔ آپ نے پہلے کیا سُنا، کیا دیکھا؟ اس کے بعد کیا دیکھا سُنا، الخ۔ یا مثلاً

دورانِ سفر حرمین شریفین کیا کیا چیزیں نظر آتی رہیں۔ یا کسی مذہبی اجتماع میں جہاں سے آپ داخل ہوئے اور پھر جہاں سے باہر نکلے جو کچھ دیکھا اُسے اگر آپ اُسی ترتیب سے بیان کر دیں تو یہ ترتیب مشاہداتی ہے۔

10. ترتیب موضوعاتی

موضوعاتی ترتیب کا ایک مطلب یہ ہے کہ مختلف نکات کو اُن کے علوم، فنون یا موضوعات کی ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کے متعلق موضوعات، فقہ یا سیرت کے موضوعات، اُصول تفسیر یا اُصول فقہ کے موضوعات، وغیرہ کو ایک جگہ لکھیں۔ اس کے بعد دوسرے میدان کے موضوعات کو ایک جگہ مرتب کریں۔ اس ترتیب کو زیادہ تر کسی ضخیم کتاب یا انسائیکلوپیڈیا یا موسوعہ کے چھوٹے بڑے موضوعات کی فہارس تیار کر کے کتاب کے آخر میں لگانے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر محمد فؤاد عبد الباقی کی کتاب المعجم المفھرس لألفاظ القرآن الکریم ہے جس میں کسی مصدر کے حروف اصلیہ سے مشتق تمام الفاظ کو ایک موضوعاتی ترتیب دی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن حمصی کی کتاب المعجم المفھرس لمواضیع القرآن الکریم بھی اسی سلسلے کی مثال ہے۔

11. ترتیب نقلی

یہاں نقل سے مراد دلائل نقلیہ یعنی قرآن، سنت، اجماع، قیاس، اجتہاد، لُغت ہیں۔ اگر آپ نے کسی چیز کو ثابت یا رَد کرنا ہے تو پہلے تمام دلائل قرآن مجید سے پیش کریں۔ اس کے بعد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، پھر اجماع، پھر قیاس، پھر متقدمین آئمہ، پھر متاخرین علماء، پھر ان کے بعد عقلی اجتہادی دلائل لائیں۔

تحقیق کار جب اپنے مقالے کے باب، فصل یا مبحث کے مندرجات کی مناسب ترین ترتیب منتخب کر کے اس کے استعمال کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اسے اپنے مقالے کی تحریر کے لیے سنجیدہ زُبان اور علمی اُسلوب پر دھیان دینا ہوتا ہے۔

مبحث دوم

اسلامیات کے تحقیق کار کی زبان اور اُسلوب

اِسلامیات کا مُخلص تحقیق کار جب اپنے مقالے کے باب، فصل، مبحث کے اندر کہیں بھی کچھ بھی لکھے تو دیکھے کہ کیا اُس کی زُبان سلیس، اُسلوب دلچسپ، تراکیب چُست اور الفاظ نپے تُلے ہیں یا نہیں؟ اُسے یہ کام بڑے سنجیدہ علماء اور محققین کی اتباع میں اور لائق تقلید انداز میں کرنا چاہیے۔[1]

اس سلسلے میں قرآن مجید ایک مسلمان تحقیق کار کو کئی معیاری باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ نیچے پیش کردہ آیات میں "حُسنا"، "معروفا" اور "سدیدا" کے کلمات پر غور کریں۔ انہیں سمجھیں اور پھر حاصل شدہ سبق کو اپنی تحریر میں استعمال کریں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

1. ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[2]

ترجمہ: اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہو۔

2. ﴿وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾[3]

ترجمہ: اور ان سے بھلائی کی بات کیا کرو۔

---

[1] تحقیقی مقالہ کی زبان میں حُسنِ بیان اور جمالِ اُسلوب کی یہ باتیں میں نے پہلی بار فیس بک ۲۲؍دسمبر ۲۰۱۹ء کو پیش کی تھیں۔

[2] سورۃ البقرۃ: 83.

[3] سورۃ النساء: 5.

3. ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو

اس سلسلے میں اسلامیات کے تحقیق کار کو قرآن مجید پر لازماً عمل کرنا چاہیے تاکہ مستقبل کے تحقیق کار اس کے انداز اور اُسلوب سے استفادہ کریں اور اس کا ذکر خیر کریں۔ اُسے نیچے پیش کردہ آیات میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دُعا کے الفاظ "لِسَانَ صِدْقٍ" سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ، وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ﴾[2]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے علم و عمل میں کمال عطا فرما اور مجھے اپنے قربِ خاص کے سزاواروں میں شامل فرمالے۔ اور میرے لئے بعد میں آنے والوں میں (بھی) ذکرِ جمیل اور قبولیت جاری فرما۔

اس دعا کے جواب میں رب کریم نے فرمایا:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾[3]

ترجمہ: اور ہم نے ان (سب) کو اپنی (خاص) رحمت بخشی اور ہم نے ان کے لئے (ہر آسمانی مذہب کے ماننے والوں میں) تعریف وستائش کی زبان بلند کر دی۔

---

[1] سورۃ الأحزاب:70.

[2] سورۃ الشعراء:83،84.

[3][3] سورۃ مریم:50.

اسی سلسلے میں حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اَصحاب تحقیق و تبلیغ کو یہ پیغام دیا تھا:

پاک رکھ اپنی زباں، تلمیذِ رحمانی ہے تُو ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو!

مقالے میں اُسلوب نگارش کے متعلق یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ وہ سنجیدہ علمی تحقیق کا صاف، سادہ اور واضح بیان ہو۔ خطیبانہ طرز، لچھے دار جملوں، تکرارِ مُخل، مبالغہ آرائی وغیرہ پر ہرگز مشتمل نہ ہو۔

قابل ستائش اُسلوب کا ایک پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ تحقیق کار اپنی تحریر میں علماء و فضلاء کے متعلق بات کرتے ہوئے حفظِ مراتب کا مکمل لحاظ رکھتا ہے۔ اُن سے اختلاف کرتے ہوئے علمی دیانت و متانت کا دامن اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس کا کلام اس حدیث نبوی کے مطابق درست ہوتا ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا.[1]

ترجمہ: ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت و توقیر اور ہمارے چھوٹوں پر رحمت و شفقت نہ کرے۔

[1] مسند امام أحمد بن حنبل، طبع الرسالۃ، 11/ 529. نص حدیث منقول از مکتبہ شاملہ۔

مبحث سوم

تحقیقی کام میں تنقیدی منہج کا استعمال

تحقیقی کام میں کوئی تحقیق کار مفید حصہ نہیں ڈال سکتا جب تک وہ تنقیدی تعمیری یا اصلاحی طریقہ کا استعمال نہیں کرتا۔ وہ کوئی مفید تحقیقی کام پیش نہیں کر سکتا اگر وہ خود اپنے یا سابقہ مطالعات کا تنقیدی اِصلاحی جائزہ نہیں لے سکتا۔ وہ اپنی تنقیدی تعمیری یا اصلاحی فکر و نظر کو دوسروں کے لیے فائدہ مند نہیں بنا سکتا جب تک اُس کے مزاج، عادت اور گفتگو یا تحریر میں درج ذیل اُمور نہیں پائے جاتے:

1. تنقیدی تعمیری یا اصلاحی مزاج کا شخص مطالعات کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ وہ فرصت کے اوقات میں کچھ نہ کچھ پڑھتا، سوچتا اور تبادلہ خیال کرتا رہتا ہے۔
2. تنقیدی تعمیری فکر رکھنے والا تحقیق کار ہمیشہ درست اور موقع کی مناسبت سے بہترین سوال پیدا کرتا ہے۔
3. تنقیدی تعمیری فکر و نظر والا تحقیق کار بہت با ادب اور چھوٹے بڑے کے حفظ مراتب کا لحاظ کرنے والا ہوتا ہے۔
4. تنقیدی سوچ والے تحقیق کار "کیوں؟" کا بہتر استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ایک طرف وہ ماضی کے کسی مسئلے کے اسباب، محرکات اور وجوہات کو جاننا چاہتے ہیں تو دوسری طرف اس کے متعلق مستقبل کے کام کے اہداف اور اس کی افادیت بھی جاننا چاہتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کیوں پیدا ہوا؟ یہ کام کیوں کیا جائے؟ یہ طریقہ کار کیوں استعمال کیا گیا؟ یہ منہج کیوں اختیار کیا جائے؟
5. تنقیدی سوچ والے تحقیق کار "کیسے؟" یا "کس طرح؟" کا بہتر استعمال کرتے ہیں۔ اس سے وہ ایک طرف سابقہ کام کا طریقہ کار جاننا چاہتے ہیں تو دوسری طرف وہ

مستقبل میں کیے جانے والے کام کا انداز اور مراحل بھی تجویز کیا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کیسے پیدا ہوا؟ اس کا حل کیسے تلاش کیا گیا؟ لوگوں نے کیسے اسے سمجھا؟ میں یہ کام کیسے کروں؟ آپ یہ کام کیسے کریں؟

6. تنقیدی تعمیری فکر و نظر والے تحقیق کار "کیوں؟" اور "کیسے؟" والے سوالات میں "کب؟"، "کہاں؟" اور "کون؟" کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے کیونکہ یہ تنقیدی فکر و نظر کے حاصل مطالعہ میں بلڈنگ بلاکس کا کام دیتے ہیں۔ یہ تنقیدی فکر و نظر کی داخلی ساخت میں نہ صرف ربط پیدا کرتے ہیں بلکہ انہیں مضبوط بھی کرتے ہیں۔

7. تنقیدی فکر و نظر کی زیادہ توجہ سوالیہ "کیا؟" پر ہوتی ہے۔ اس سے کسی مسئلے کی حقانیت، ماہیت اور نوعیت کو جانا اور سمجھا جاتا ہے۔ تنقیدی فکر و نظر کا یہ سوال "کتنے؟" کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے مسئلے یا کام کی مقدار اور حدود کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

8. تنقیدی تعمیری یا اصلاحی فکر و نظر والے تحقیق کار سابقہ دلائل، شواہد، اور ثبوتوں کی قدر و قیمت کا جائزہ بھی لیتے ہیں اور اختیار کردہ کام میں مستقبل قریب میں پیش کیے جانے والے دلائل و براہین پر بھی سوچتے ہیں۔

9. تنقیدی فکر و نظر والے تحقیق کار کسی تحقیق، نظریہ، موقف یا شخص کی فضول نقطہ چینی نہیں کرتے۔ وہ تنقیدی جائزہ کے بعد کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں تو ساتھ ہی وہ اُن کے اِزالے کے لیے قابل عمل اور مفید تجاویز بھی دیتے ہیں۔ وہ سورۃ الأنفال:8 کے اس اِرشاد پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ﴾

ترجمہ: تاکہ وہ حق کو حق ثابت کردے اور باطل کو باطل کردے۔

10. تنقیدی و تعمیری فکر و نظر والے تحقیق کاروں کا ہدف کسی مسلمان کی بے توقیری، بے عزتی یا قدر و قیمت کم کرنا ہرگز نہیں ہوتا۔

11. تنقیدی تعمیری یا اصلاحی فکر و نظر والے تحقیق کار کبھی خود احتسابی سے غافل نہیں ہو سکتے یعنی وہ دوسروں کے ساتھ ساتھ خود اپنا بھی تنقیدی جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں:

حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَزِنُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوزَنُوا[1]

12. تنقیدی تعمیری یا اصلاحی فکر و نظر والے تحقیق کار اپنی غلطیوں کی نشان دہی کرنے والے چھوٹے بڑے سب کے شکر گزار اور احسان مند ہوتے ہیں۔[2]

مذکورہ تمام باتوں سے تنقیدی تعمیری فکر والے تحقیق کار کے مزاج یا عادات کا علم ہوتا ہے۔ لیکن یہ سوال ذہن میں آسکتا ہے کہ تنقیدی تعمیری یا اصلاحی فکر و نظر والے تحقیق کار کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے؟ احمد ندیم قاسمی کے الفاظ میں اصلاح کرنے والا شخص زخم کو زخم نہیں بلکہ پھول بتاتا ہے:

حکم ہے سچ بھی قرینے سے کہا جائے ندیمؔ زخم کو زخم نہیں، پھول بتایا جائے

اور حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ تو ناقد تحقیق کار کو یہ نصیحت کرتے ہیں:

---

[1] شرح السنة للبغوي (14/ 309).

[2] تنقیدی مطالعے کے متعلق یہ باتیں میں نے پہلی بار 17 دسمبر 2019ء کو اپنی فیس بک ٹائم لائن پر پیش کی تھیں۔ ان پر نظر ثانی کے بعد اب یہاں پیش ہیں۔

وَانہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے[1]

اِن احتیاطوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ناقد تحقیق کار مسلمہ معیارات کی روشنی میں کسی کے موقف کے حُسن و قبح پر لب کُشائی کرتا ہے۔ مثلاً وہ قرآن مجید کی روشنی میں نظریے، رائے یا موقف کے کُلی یا جزوی طور پر درست یا غلط کی بات کرتا ہے۔ اس کا دوسرا معیار خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی بیان کردہ شریعت و سُنت ہے۔ تیسرے نمبر پر وہ اجماع و قیاس کو معیار مانتا ہے۔ پھر وہ سیرت اور فقہی قواعد وضوابط کی روشنی میں کسی کی آراء کا جائزہ لے کر کسی کے صحیح یا غلط، جائز و ناجائز، مناسب یا نامناسب، حلال وحرام وغیرہ کا حکم لگاتا ہے۔

ان اسلامی معیارات کے بعد وہ انسانی عقل و خرد کے معیارات کو بھی میزان بناتا اور لوگوں کے مواقف، آراء اور نظریات کی خامیاں خوبیاں بیان کرتا ہے۔

[1] اقبال

مبحث چہارم

تحقیقی مقالے میں نقل کردہ اقتباس پر تحقیق کار کا کام

تحقیقی مقالے میں اقتباس نقل کرنے کے متعلق کچھ اُصولی باتیں ہر تحقیق کار کو ذہن میں رکھنی چاہئیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو اقتباس لینے سے پہلے ایک تحقیق کار کے پیشِ نظر ہونی ضروری ہیں تاکہ اُسے اِن اُصولی اُمور کی خلاف ورزی کا کسی بھی مرحلے پر نقصان نہ ہو۔

1. تھیسس یا مقالے میں لفظی اقتباسات کی مقدار 19 فی صد سے کم ہو۔ مثلاً اگر تھیسس کے پہلے باب سے آخری باب تک کی لمبائی ایک سو صفحات ہیں تو ان میں اقتباسات کی مجموعی مقدار 19 صفحات سے کم ہونا لازمی ہے۔ یہ ایچ ای سی کے علمی سرقہ سے پاک تحقیقی کام کے قبول کرنے کا اصول ہے۔
2. جس کتاب سے اقتباس نقل کیا ہے اس کے متعلقہ صفحہ / صفحات پر لفظی اقتباس کی مقدار چھ سطروں سے زائد نہ ہو۔ اہل علم و تحقیق اس سے زائد کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ عیب شمار کیا جاتا ہے۔
3. اقتباس کا مقصد اپنے قول، موقف یا دعوے کے اِثبات میں بطور شاہد، گواہ، دلیل یا ثبوت پیش کرنا ہو، خواہ مخواہ تھیسس کا پیٹ بھرنا اور صفحات سیاہ کرنا نہ ہو اور نہ ہی نگران یا ممتحن پر رُعب جھاڑنا ہو۔
4. اقتباس مصنف کے اپنے تصحیح شدہ نسخہ سے یا مصنف کی کتاب کے کسی تحقیق شدہ نسخہ سے لیا جائے۔ کتاب کے ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہوں تو مختلف ایڈیشنوں کی عبارت کا تقابل کر لینا چاہیے اور صحیح ترین متن کا اقتباس لینا چاہیے۔
5. اقتباس اگر ترجمہ ہے تو یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ ترجمہ اپنے اصل کی روشنی میں درست ہے۔

6. زیر بحث دعوی یا نکتہ پر اقتباس بطورِ شاہد اسی میدان کے عالم یا ماہر سے لینا چاہیے۔ مثلاً ایسا نہ کریں کہ حدیث نبوی کے کسی موضوع پر استدلال کے لیے کسی غیر محدث کا قول لے آئیں۔ اگر موضوع قرآن کا ہو تو کسی مفسر یا لُغاتِ قرآن کریم کے کسی عالم کا قول بطور استدلال لائیں۔ کسی غیر متعلق عالم یا غیر متخصص کی ڈکشنری یا کسی اور میدان کے عالم کا قول نہ لائیں۔ وغیرہ

7. اقتباس اگر کسی بڑے مفسر، محدث، فقیہ، مجتہد، اپنے میدان کے بڑے عالم، محقق وغیرہ کا ہو تو اس سے چھوٹے درجے کے عالم کے اقوال اس کے بعد پیش کرنا فضول ہوتا ہے۔ چھوٹے درجے کے عالم کا قول اس وقت پیش کریں جب بڑے درجے کے عالم کا قول زیر بحث موضوع یا نکتے پر نہ پایا جائے۔

اقتباس پر تحقیق کار سے متوقع کام

اقتباس کے متعلق اُصولی باتیں جان لینے کے بعد اقتباس پر کام کا مرحلہ آتا ہے یعنی تحقیق کار کو نقل کردہ عبارت پر کیا کام کرنا ہوتا ہے؟ تھیسس میں نقل کردہ اقتباس پر تحقیق کار کو جو کام کرنا چاہیے اس کا ایک حصہ اقتباس سے پہلے اور دوسرا حصہ اقتباس کے بعد ہوتا ہے۔

اقتباس سے پہلے تحقیق کار کو درج ذیل دو چیزیں بیان کرنا چاہئیں:

1. جس مصنف کا قول یا موقف نقل کیا گیا ہو اس کا دُرست اور مکمل نام، اس کی تاریخ ولادت اور وفات میں سے دونوں یا سنہ وفات اور اس کا علمی دُنیا اور اختصاصی حلقے میں مقام و مرتبہ پوری صحت، دیانت داری اور قابل قبول علمی اُسلوب کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔ اگر مصنف مُسلِم ہے تو ہجری اور عیسوی دونوں سنین مکمل درستی کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔ یہ کام کم از کم ایک لمبے جملے میں یا حسب ضرورت چند جملوں میں بیان کرنا چاہیے۔

2. مذکورہ مصنف کا قول یا موقف اس کی جس کتاب، مقالے، مضمون وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے اس کتاب کی علمی دنیا میں اہمیت، مقام اور مقبولیت کا اختصار کے ساتھ (ایک دو جملے) ذکر کرنا چاہیئے۔

اقتباس کے متعلق اقتباس کے بعد تحقیق کار کو درج ذیل باتیں لکھنی چاہئیں:

1. تجزیہ: تحقیق کار لفظی اقتباس کا سیاق وسباق بیان کرے یعنی مصنف نے کون سی بات، نکتے یا موضوع پر اظہار خیال کرنے کے دوران یہ قول یا رائے پیش کی تھی؟ مثلاً

أ. اقتباس کا قائل کون ہے یعنی کس علم، فن یا میدان کا ماہر ہے؟

ب. وہ اس قول کے وقت کس موضوع پر بات کر رہا تھا؟

ت. اس موضوع پر گفتگو کا سبب یا پس منظر کیا تھا؟

ث. وہ اس موضوع پر اپنی گفتگو میں کن لوگوں سے مخاطب تھا؟

ج. اپنے مخاطبین سے اس موضوع پر گفتگو کے اہداف کیا تھے؟

ح. صاحب قول یا صاحب رائے کس جگہ مصروفِ کلام تھا؟

خ. صدی، سنہ، تاریخ، یا وقت کیا تھا؟

ان سوالات کا جواب پیش کرنے کے بعد تحقیق کار یہ بتائے کہ نقل کردہ اقتباس میں کتنے اور کون کون سے نکات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان نکات کو اپنے لفظوں میں ترتیب وار بیان کرے۔

2. نقل کردہ قول یا رائے کے مرکزی نکتہ کی قدر و قیمت بتائے۔ قرآن مجید اور حدیث نبوی کی روشنی میں یہ درست ہے یا غلط؟ یہ فقہ اسلامی اور سیرت طیبہ سے ہم آہنگ ہے یا نہیں؟ یہ تصوف کے مستند بنیادی مصادر کی روشنی میں قابل قبول ہے یا نہیں؟ یہ بات عقلاً سچی ہے یا جھوٹی؟ مناسب ہے یا غیر مناسب؟ بر محل ہے یا بے محل؟

اس قول کے بیان میں داخلی ربط پایا جاتا ہے یا نہیں؟ یہ قول یارائے مبنی بر دلائل ہے یا نہیں؟ یہ قول یارائے مبنی بر مشاہدہ ہے یا نہیں؟ یہ قول یارائے جمہور علماء کی رائے کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ یہ قول یارائے فکر اسلامی کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ یہ قول یارائے معتبر تاریخی ریکارڈ اور مستند دستاویزات کے مطابق ہے یا نہیں؟ سائنسی تحقیقات کے مطابق قابل قبول ہے یا نہیں؟ وغیرہ حوالوں سے بات کی جانی چاہیے۔

3. موقف یارائے کے تجزیے اور قدر وقیمت کے اظہار کے بعد تحقیق کار یہ بتائے کہ اُس کے وضع کردہ موضوع یا اقتباس کے اوپر ذیلی عنوان سے متعلق اس قول یارائے سے کیا حکم ثابت ہوتا ہے؟ کیا ثابت نہیں ہوتا؟ یعنی اس اقتباس سے حکم شرعی کا استنباط یا نتیجہ اخذ کرے۔

4. استنباطِ نتیجہ اور استخراجِ مدعا کے بعد تحقیق کار ایک دو ایسے جملے لکھے جو ما قبل اور مابعد مبحث یا فصل کو جوڑنے اور مربوط کرنے والے ہوں تاکہ کلام کی فکری کڑیاں باہم ایک قابل فہم ترتیب سے جڑی ہوئی ہوں۔[1]

[1] تحقیقی مقالہ میں نقل کردہ اقتباس کے متعلق اس مبحث کی یہ باتیں میں نے پہلی بار فیس بک ۱۵/ دسمبر ۲۰۱۸ء کو پیش کی تھیں۔

مبحث پنجم

تحقیقی مطالعے کا تحلیلی رتجزیاتی منہج

تحقیقی مقالے میں نقل کردہ نصوص، متون یا اقتباسات کی درست فہم کے لیے ان کا تحلیل و تجزیہ کرنا بہت ضروری مرحلہ ہوتا ہے۔ تجزیاتی منہج سے کسی نظریے، موقف یا رائے کی مختلف جوانب کو جاننے اور اس کے متعدد پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

کسی نص یا اقتباس کے تجزیے کے سلسلے میں اِن سوالات سے مدد لی جاسکتی ہے:

1. بات کرنے والا (قائل، مصنّف یا مخاطِب) کون ہے؟ یعنی اُس کی علمی، سیاسی، معاشی، سماجی وغیرہ حیثیت اور مقام و مرتبہ کیا ہے؟
2. اُس نے جو بات یا رائے دی ہے اُس کے اَسباب اور محرکات کیا ہیں؟
3. اُس مُصنّف کے موقف یا رائے کے پس منظر میں موجود اَسباب انسانی زندگی کے کس شعبے یا نظام کی کس نوعیت سے متعلق ہیں؟ یعنی وہ محرکات دینی، سیاسی، سماجی و معاشرتی، انتظامی، تعلیمی، معاشی و اقتصادی، بین المذاہب، بین الاقوام، دُنیوی، اُخروی میں سے کون کونسے ہیں؟
4. مصنّف کی بات کے اَسباب کا تاریخی دور، سیاق اور پس منظر کیا ہے؟ اور وہ دُنیا کے کس خطے، ملک یا کس شہر کی علمی فضا سے متاثر تھا؟
5. مصنّف یا مؤلف کے مخاطب کون ہیں؟ وہ مُسلم، غیر مسلم، عوام الناس، لوگوں کی قیادت، سیاستدان، حکمران، مصلحین، مبلغین، تنظیمی و تحریکی کارکنان، جج، تاجر، اساتذہ، شاگرد، مرد یا عورت، فرد یا مجموعہ افراد، وغیرہ میں سے کن کن کو مخاطب کررہا ہے؟

6. مصنف یا مؤلف، قائل یا مخاطِب کی بات کا مرکزی موضوع، ذیلی عنوانات اور نکات کیا ہیں؟
7. عبارت میں مصنف یا مخاطِب کی بات کا اُسلوب کیا ہے؟ یہ حوصلہ افزاء، حوصلہ شکن، ایجابی، سلبی، اثباتی، تردیدی، تعمیری، تنقیدی، تھدیدی، تخویفی، تبشیری، انذاری، دوستانہ، مخالفانہ، معاندانہ، جارحانہ، خطیبانہ، مناظرانہ، مجاہدانہ، تربیتی، اصلاحی، وغیرہ میں سے کیا ہے؟
8. عبارت میں مصنف یا مخاطِب کے اہداف کیا ہیں اور کیوں ہیں؟ ان کا تعلق دُنیوی موضوعات سے ہے یا اُخروی موضوعات سے؟
9. عبارت میں مصنف یا مخاطِب کی گفتگو کا موجودہ (دینی، سیاسی، سماجی و معاشرتی، انتظامی، تعلیمی، معاشی و اقتصادی، امن یا جنگ کا ماحول) سیاق و سباق کیا ہے؟
10. عبارت میں مصنف یا مخاطِب اور مخاطبین کے درمیان بات چیت کس ملک، علاقے یا جگہ پر ہو رہی ہے؟ اور اس کی یہ ترجیح کیوں ہے؟
11. عبارت کے اندر اَوامر یا نواہی کا حکم شرعی (فرض عین تا حرام قطعی کے درمیان فقہی قانونی ہے یا اخلاقی، تجدیدی) کس نوع اور حیثیت کا حکم ہے؟
12. ہمارے لیے اس میں اسباق یا دروس یا ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟
13. اسباق اور ذمہ داریوں کا تعلق حال سے ہے یا مستقبل سے؟
14. اسباق اور ذمہ داریاں انفرادی نوعیت کی ہیں یا اجتماعی؟

اس قسم کے سوالات کی مدد سے قرآن مجید یا کسی اور تحریر کو سمجھنے کے اس طریقہ کو "تحلیلی منہج" یا "تجزیاتی مطالعہ" کہتے ہیں۔ جو تحقیق کار اپنے مطالعہ متن میں اِن اُمور کا تذکرہ کرے تو کہا جائے گا کہ اس نے تجزیاتی منہج کا درست استعمال اور صحیح اظہار کیا ہے ورنہ نہیں۔

تحقیقی مطالعے کے تجزیاتی منہج کا فائدہ

"تحقیقی مطالعے کا تحلیلی ر تجزیاتی منہج" کے تحت مذکورہ نکات اختصار سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان تجزیاتی سوالات کے جوابات تلاش کرنا یا جاننا ایسا ہے جیسے انسان کا کوئی چھوٹا بچہ اپنے والدین اور بڑوں سے نامعلوم چیزوں کے بارے میں روزانہ سینکڑوں سوالات پوچھتا رہتا ہے۔

اکثر چھوٹے بچے اپنے سوالات کے ذریعے نامعلوم چیزوں کے بارے اپنا علم یا معلومات تو وسیع کر لیتے ہیں لیکن ان جوابات کی قدر و قیمت یا افادیت کی حدود یا مواقع نہیں جانتے۔ تحقیق کار چونکہ بچے نہیں ہوتے اس لیے انہیں ان سوالات کے جوابات کی قدر و قیمت یا افادیت بھی معلوم ہونی چاہیے اور دوسروں کے لیے اُسے واضح بھی کرنا چاہیے۔

اس وضاحت سے یہ اَمر معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی تحقیق کار اپنے تحقیقی کام میں تجزیاتی سوالات (Analytical questions) کے ذریعے نامعلوم چیزوں کے جواب تو جان لے مگر ان جوابات کی صحت، افادیت، یا قدر و قیمت نہ جان سکے یا اسے بیان نہ کرے تو محض تجزیاتی مطالعے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ ایک تحقیق کار تجزیاتی سوالات کے جو جوابات جمع کرے وہ ان کی قدر و قیمت (Evaluation) یا افادیت بھی بیان کرے۔ جائزہ اور محاسبہ کے اس عمل کو ہم تقییم، تحکیم یا تبصرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

گویا ایک تحقیقی کام میں تجزیے کے بعد اگلا مرحلہ تقییم (Evaluation) ہوتا ہے۔ کچھ محققین تقییم کو تحکیم بھی کہتے ہیں یعنی تحقیق کار تجزیاتی سوالات کے نتیجے میں حاصل کردہ جوابات پر ایک قاضی، جج یا سمجھ دار مفتی کی طرح حکم شرعی لگا کر اُن کے حق

یا باطل، جائز یا ناجائز، صحیح یا غلط، مناسب یا غیر مناسب، وغیرہ کا فیصلہ بھی پیش کرے کیونکہ اس عمل کے بعد ہی معقول و مفید نتائج تک پہنچا جا سکتا ہے۔

تجزیاتی مطالعے (Analysis) اور تقییم / تحکیم (Evaluation) کے مجموعے کو ہم تنقیدی منہج (Critical Method) بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس میں تحقیق کار دلائل کا موازنہ اور تقابل کر کے کسی ایک کا کھرا یا کھوٹا ہونا دکھا کر کھرے کی صحت، قوت، پختگی، مناسبت اور پائیداری بیان کرتا ہے۔ یعنی تنقیدی منہج میں جانبِ مخالف کی دلیل کے مقابلے میں جانبِ راجح کی زیادہ قوی دلیل یا موقف کو واضح کیا جاتا ہے تاکہ اِحقاق حق، اِبطال باطل، اِظہار صحیح، تصحیح غلط کی منزل کو پایا جا سکے اور متعلقہ لوگوں کی اس طرف رہنمائی کی جا سکے۔ اس طرح انسان معاشرے کی علمی، فکری، عملی اور روحانی ترقی کا عمل جاری رہ سکتا ہے۔

مبحث ششم

مقالے یا تھیسس کی پاورقی یا آخرورقی معلومات

تحقیق کار کو اپنے تحقیقی مقالے کی تحریر کے دوران بہت سی باتیں مقالے کے متن میں لکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔اُن کے لیے اُسے صفحہ کی پاورقی (Footnotes) یعنی ذیلی حاشیہ یا آخرورقی (Endnotes) جگہ استعمال کرنا پڑتی ہے کیونکہ اُن اُمور کا متن سے براہِ راست تعلق نہیں ہوتا۔انہیں عربی میں ہوامش اور اردو میں حواشی اور حوالہ جات بھی کہا جاتا ہے۔ان میں سے بعض کی کچھ تفصیل درج ذیل ہیں:

1. کسی مصدر یا مرجع (کتاب، تحقیقی مجلہ، انسائیکلوپیڈیا، روز نامہ اخبار، رسالہ، رپورٹ، آڈیو، ویڈیو) سے اقتباس کا مکمل حوالہ
2. کسی مصدر یا مرجع سے دوسری بار مقالے کے اسی صفحہ پر مختصر / مخفف حوالہ (مثلاً ایضاً) لکھنا
3. ایک مصدر یا مرجع سے دوسری بار کسی اور صفحہ پر مختصر حوالہ (مثلاً حوالہ مذکور) لکھنا
4. متن میں وارد کسی مصنف، کسی شخص (جسے عربی میں عَلَم کہتے ہیں) کا مختصر تعارفی خاکہ لکھنا تاکہ بحث میں اس کے ذکر کا سبب یا حیثیت واضح ہو جائے۔
5. متن میں مذکور کسی کتاب کا مختصر تعارف یا اس پر تحقیقی کام کا تذکرہ کرنا تاکہ اس کی قدر و قیمت معلوم یا کسی ابہام کی وضاحت ہو جائے۔
6. متن میں مذکور کسی مقام یا جگہ کا تعارف لکھنا کہ اس کا پرانا نام اور محل وقوع کیا تھا اور اب کیا ہے؟

7. متن میں مذکور کسی تحریک کا تعارف لکھنا تاکہ اس کے ارتقاء کا کچھ علم ہو۔

8. متن میں مذکور کسی ادارے کا تعارف لکھنا تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو۔

9. متن میں مذکور کسی تنظیم کا تعارف تاکہ اس کی سرگرمیوں کی کچھ خبر ہو۔

10. متن میں وارد کسی مجہول مذہب یا فرقہ کا مختصر تعارف پیش کرنا

11. متن میں وارد کسی غیر معروف اصطلاح یا لفظ کی تعریف یا وضاحت کرنا تاکہ کلام کا درست مفہوم سمجھا جا سکے۔

12. متن یا اقتباس میں وارد کسی قول پر تعلیق کرنا تاکہ اس کی انفرادیت یا مناسبت کے متعلق قاری کے علم میں کوئی مفید بات آجائے۔

13. متن میں وارد کسی اجنبی بیان یا اقتباس کا ترجمہ لکھنا تاکہ کسی کو اصل زبان نہ آتی ہو تو ترجمہ سے فائدہ ہو جائے۔

14. متن میں وارد کسی حدیث کا مقام و مرتبہ واضح کرنا یا اس پر حکم لگانا۔

15. قرآنی آیات کی تخریج

16. احادیث نبویہ کی تخریج

17. اختلاف نُسخ یا اختلافات عبارت کا تذکرہ[1]

---

[1] تحقیقی مقالہ میں پاورقی یا آخرورقی امور کے متعلق یہ باتیں میں نے پہلی بار ۱۹ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو اپنی فیس بک ٹائم لائن پر پیش کی تھیں۔

مبحث ہفتم

تحریر میں اُصولی غلطیاں اور ان کا تدارک

اکیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں (2001ء تا 2020ء) کے دوران وقتاً فوقتاً طلبہ کی تحریریں، نو آموز تحقیق کاروں کے تھیسس کی نگرانی، تحقیقی مقالات اور مضامین کے مطالعہ و جائزہ سے اُن کی کئی اُصولی غلطیوں، فنی خرابیوں، فکری کوتاہیوں اور اخلاقی کمزوریوں سے واقفیت ہوئی۔ بی ایس، ایم فل (جسے بعض یونیورسٹیوں میں اب ایم ایس کہا جاتا ہے) اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات کے تحقیق کاروں کے ساتھ ساتھ تحقیقی مجلات کے لیے ریسرچ پیپرز لکھنے والوں کو تحقیقی علمی کام کی تحریر میں اُن اُصولی غلطیوں سے اجتناب بہت ضروری ہے۔

تحقیقی مقالے میں تنسیقِ اَفکار اور ترتیبِ مواد کے اُصولی معیارات، فنی قواعد اور اخلاقی ضوابط کی ایک فہرست نو آموز لکھاریوں کی خدمت میں پیش ہے تاکہ جب وہ ان کا لحاظ کریں تو ان کی تحریر میں حسن اور جاذبیت پیدا ہو سکے۔ مزید برآں ان کی تحریر میں پیش کیے گئے پیغام میں تاثیر اور حصول اہداف میں آسانی پیدا ہو سکے۔

یہاں انہیں ایک فہرست کی شکل میں پیش کرنے سے یہ ایک چیک لسٹ کا فائدہ دیں گے۔ اس مبحث میں اُصولی معیارات پیش ہیں جبکہ فنی خرابیوں اور اخلاقی کمزوریوں کو اگلے دو مباحث میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

1. باب کا عنوان، تعارف اور اس کی فصول کا نقشہ باب کے پہلے صفحہ پر پیش کرنا
2. فصل کا عنوان، تعارف اور اس کے مباحث کا نقشہ فصل کے پہلے صفحہ پر پیش کرنا
3. مبحث کا عنوان، تعارف اور اس کے مطالب کا نقشہ مبحث کے پہلے صفحہ پر لکھنا
4. مطلب کا عنوان، تعارف، تمہید، سوال اور اس کے جواب میں شامل اہم نکات کو نمبروار بیان کرنا

5. ہر پیراگراف میں مرکزی موضوع سے متعلق ایک الگ نکتہ زیر بحث لانا
6. پیراگراف کے مرکزی نکتہ کے رد و قبول پر شاہد اقتباسات پیش کرنا
7. شواہد اور اقتباسات کے لیے افضل اور متعلقہ مستند مصادر و مراجع استعمال کرنا
8. شواہد اور اقتباسات کے لیے کسی کتاب کا نسخہ محققہ یا طبعہ منقحہ استعمال کرنا
9. اختلافاتِ نسخ کی وجہ سے منتخب نسخہ سے اقتباس لینے کی وجہ ترجیح بیان کرنا
10. ہر اقتباس اور شاہد کا مکمل اور درست حوالہ دینا
11. حاشیے میں پیش کردہ حوالے کے تمام اجزاء کا تحقیقی حلقوں میں مروّج ترتیب کے مطابق درست ہونا
12. حاشیے میں حوالہ کی عبارت میں کتاب کے نام کو موٹا (بولڈ) لکھنا
13. اگر اقتباس یا شاہد کو کسی مصنف کی اپنی ہی کتاب سے نہیں لیا تو جہاں سے لیا ہے اس کا بھی 'منقول از:' لکھ کر حوالہ دینا
14. استفادۂ مصادر و مراجع میں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھنا یعنی کسی نکتے پر استدلال کے دوران مصنفین کے اقوال پیش کرنے میں ان کی زمانی ترتیب کا لحاظ رکھنا
15. ایک جیسی چیزوں یا ایک علم و فن کے رجال کے ذکر میں معقول ترتیب قائم رکھنا
16. استعمال مصادر و مراجع میں توازن کا لحاظ رکھنا بالخصوص مسالک یا مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں یعنی کچھ مصادر و مراجع سے کثرت سے اور کچھ سے ایک آدھ اقتباس لینا عدم توازن ہے۔
17. لفظی، معنوی، تلخیصی، تسہیلی اور اِشاری اقتباسات کے تقاضے پورے کرنا اور ان کا درست استعمال کرنا
18. کسی ایک مقام پر لفظی اقتباس کی طوالت چھ سطروں سے زائد نہ ہو۔
19. لفظی اقتباس میں سے غیر ضروری الفاظ یا جملے حذف کرنے کی صورت میں تین نقطے ... لگانا

20. لفظی اقتباس کی عبارت میں کچھ الفاظ یا جملے اضافہ کرنے کی صورت میں بڑی بریکٹ [ ] کا استعمال کرنا
21. لفظی اقتباس کی عبارت میں غلط الفاظ کے آگے [کذا] لکھنا
22. لفظی اقتباس کی عبارت کے آغاز یا اختتام پر حسب ضرورت تین نقطے ... لگانا
23. لفظی اقتباسات کا حصہ کل مواد کے انیس فی صد سے زائد نہ ہونا۔ ایچ ای سی سے ڈگری کی توثیق کے لیے لکھے جانے والے تھیس کے لیے یہی مقدار مقرر ہے۔ بعض غیر ملکی جامعات میں اس کی مقدار گیارہ فی صد ہے۔
24. اقتباسات کے لیے تمہیدی جملے لکھنا
25. لفظی اقتباسات کی تنسیق کے لیے واوین یا دو دو کاموں کا استعمال یا دونوں اطراف سے فاصلہ چھوڑ کر اسے صفحہ کے درمیان میں لکھنا
26. جن مصنفین سے اقتباسات لیے انہیں پیش کرنے میں تاریخی یا منطقی ترتیب قائم رکھنا
27. اقتباس میں اشعار ہوں تو ان کی صحت کا پورا اہتمام کرنا
28. عربی، فارسی یا انگریزی زبان میں پیش کیے گئے اقتباسات کا اُردو میں درست ترجمہ پیش کرنا۔ اگر قرآنی آیات نقل کی ہیں تو ان کے مستند اُردو ترجمے کا بھی درست حوالہ دینا
29. اردو تحریر میں اگر کوئی انگریزی نام یا اصطلاح استعمال کی تو اس کے انگریزی میں صحیح ہجے ضرور لکھنا
30. اقتباسات کا تحلیل و تجزیہ پیش کرنا یعنی کسی اقتباس میں پائے جانے والے افکار کو نکتہ وار الگ الگ بیان کرنا
31. اقتباسات میں پیش کیے گئے افکار پر اپنے تبصرے کے ذریعے ان کی قدر و قیمت کو بیان کرنا۔ مثلاً اقتباس میں پایا جانے والا بیان غلط ہے یا درست، مکمل ہے یا نامکمل،

مربوط ہے یا غیر مربوط، جائز ہے یا ناجائز، مفید ہے یا غیر مفید، قوی ہے یا ضعیف، برمحل ہے یا بے موقع، وغیرہ۔

32. اقتباسات اور شواہد سے ثابت ہونے والے نکات کو الگ الگ بیان کرنا

33. تحریر میں شامل تمام فکری نکات میں ربط پیدا کرنے والے جملے ضرور لکھنا (دو پیراگرافوں، دو مباحث، دو فصول، دو ابواب کے درمیان)

34. عبارت کا گرامر کی غلطیوں سے پاک ہونا یعنی فاعل، فعل، مفعول، مذکر، مؤنث، واحد، جمع، غائب، حاضر، متکلم، ضمائر، اسمائے اشارات وغیرہ کا درست استعمال کرنا۔

35. تحریر میں اِضافت کے قواعد کالازماً لحاظ کرنا

36. اردو یا انگریزی عبارت میں رُموز اَوقاف کا دُرست استعمال کرنا

37. تحریر میں یکساں ہندسوں کا استعمال کرنا یعنی کہیں رومن، کہیں عربی اور کہیں ہندی ہندسے نہ لکھنا

38. قرآنی آیات کی کامل صحت کا اہتمام کرنا۔ ان کے حروف میں کمی بیشی، یا حروف پر زبر، زیر، پیش، شد، جزم وغیرہ حرکات واعراب کی غلطی نہ کرنا۔

39. قرآنی آیات میں استعمال ہونے والے رموز اوقاف کی غلطی نہ کرنا

40. نقل حدیث میں اس حدیث کا درست اردو ترجمہ اور حکم بیان کرنا

41. غیر معروف الفاظ اور اجنبی اصطلاحات کی تعریف یا توضیح حواشی میں پیش کرنا

42. اماکن، اَوزان اور مسافت کے پرانے ناموں کی بجائے معاصر ومروّج ناموں کا استعمال متن میں اور ان کی تشریح حواشی میں کرنا

43. بحث میں وارد اَعلام کے ہجری اور عیسوی سنین ولادت ووفات کا اہتمام سے اندراج کرنا، یہ نہ ہو کہ کہیں سنہ ہجری لکھیں اور کہیں سنہ عیسوی۔

44. جملوں میں ربط پیدا کرنے والے الفاظ (اور، لیکن، جبکہ، مگر، چنانچہ، لہٰذا، اس لئے، البتہ، چونکہ، کیونکہ، تاہم، وغیرہ) کا درست اور بر محل استعمال کرنا
45. تحریر میں اگر محاورات اور ضرب الامثال آئیں تو ان کی درستی کا مکمل اہتمام کرنا
46. بحث میں عدم تکرار کا اہتمام کرنا یعنی مقالہ کی تحریر میں الفاظ، اصطلاحات، محاورات، جملوں یا افکار کا تکرار دور کرنا۔
47. مقالہ کے ابواب، فصول، مباحث، مطالب کی تفصیل و تحریر کے پیراگرافوں میں توازن رکھنا۔ مثلاً ایسا نہ ہو کہ ایک باب یا فصل ۱۵۰ صفحات کی ہو اور دوسری صرف ۴۰ صفحات کی۔
48. عنوان، اُس کے ماتحت تفصیل اور خاتمہ بحث میں گہرا فکری و منطقی ربط قائم رکھنا
49. دو مطالب، مباحث، فصول اور ابواب کے درمیان ربط پیدا کرنے والے جملے اور پیرے ضرور لکھنا
50. ہر صفحے پر درست صفحہ نمبر لکھنا
51. فہرست موضوعات میں لکھے گئے صفحہ نمبر کا کتاب کے اندر صفحہ کے مطابق درست ہونا
52. کتابت اور کمپوزنگ کی اغلاط سے تحریر کو پاک کرنا
53. باب، فصل یا مبحث کے بنیادی سوال اور پوری بحث کے نتائج میں گہرے ربط کو یقینی بنانا
54. ہر فصل کی تمہید اور مناسب خاتمہ لکھنا اور اسے اگلی فصل سے مناسب انداز میں مربوط کرنا اور اس سلسلے میں غلطیاں نہ کرنا
55. کسی عنوان یا ذیلی سُرخی کو کسی صفحے کی آخری سطر میں نہ لکھنا

مبحث ہشتم

علمی اخطاء اور رسم الخط کی اغلاط

اصولی معیارات کے ساتھ ساتھ تحریر کی زبان کے علمی پہلوؤں پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تحقیق کار بہت سی ایسی خامیوں اور اغلاط کا ارتکاب کرتے ہیں جو علمی، املاء اور رسم الخط کی غلطیاں شمار کی جاتی ہیں۔ سنجیدہ اسکالرز کو ان سب پر خصوصی دھیان دینا چاہیے تاکہ ان کی علمی تحریر و تحقیق ان اغلاط سے بھی پاک وصاف ہو۔ مثلاً

1. ایک جگہ جو بات لکھی آگے کسی صفحے پر اس کے متضاد یا مخالف بات نہ لکھنا چاہیے۔
2. نتائج اخذ کرنے میں مذہبی، مسلکی اور فرقہ ورانہ رجحانات کے اثرات سے بچنا چاہیے۔
3. تنقیدی فکر، اس کے علمی اور اصلاحی طریقوں میں غلطیاں نہ کرنا چاہیے۔
4. منقولہ آراء پر عالمانہ جرح اور ان کی قدر و قیمت پر بات ضرور کرنا چاہیے۔
5. غیر معروف اور اجنبی الفاظ و اصطلاحات پر زبر، زیر، پیش لگانا چاہیے تاکہ قاری کو ان کا درست تلفظ معلوم ہو سکے۔ مثلاً اَخلاق کو بعض لوگ اِخلاق بولتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ مُثبت کے میم پر پیش کی بجائے زبر پڑھتے یا بولتے ہیں اور وہ مَثبت بن جاتا ہے جو کہ غلط ہے۔
6. املاء اور رسم الخط کی صحت کا اہتمام کرنا چاہیے۔
7. دار العلوم اور دار الحکومت جیسے معرف باللام لفظ کا الف ضرور لکھنا چاہیے۔

8. علماء، صلحاء، ارتقاء، فقہاء، آراء، وغیرہ قرآن، حدیث، سیرت النبی اور فقہ کے ان جیسے الفاظ میں ہمزہ ضرور لکھنا چاہیے۔

9. موقف کی واؤ پر ہمزہ نہ لکھنا چاہیے۔

10. جزو یا جزء کو جز یعنی واؤ یا ہمزہ کے بغیر نہ لکھنا چاہیے۔

11. پاؤں کو پائوں نہ لکھ دینا چاہیے۔

12. قراءت کو قرآت نہ لکھنا چاہیے۔

13. سورۃ الانبیاء کو سورۂ الانبیاء نہ لکھنا چاہیے۔ یہاں مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ تحقیقی تحریر تھیس کی ہو یا کوئی اور اس کے متن یا حاشیہ میں دیئے گئے حوالہ میں سورۃ لکھا جائے سورۂ نہ لکھا جائے۔ قرآنی رسم الخط میں گول تاء ۃ پر نقطے لکھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اس پر ہمزہ ڈال کر فارسی رسم اور طرز تکلم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے تاکہ ایک مسلمان کی تحریر قرآن وحدیث کی عربی لغت کے موافق رہے۔

14. جبریل کو جبرائیل نہ لکھنا تاکہ قرآنی کلمات کے قرآنی رسم الخط کو بحال رکھا جا سکے۔

15. کرّم اللہ وجہہ کو کرّم اللہ وجہ نہ لکھنا چاہیے۔

16. محترم خواتین کے ناموں کے آگے رضی اللہ عنہ، علیہ السلام، وغیرہ نہیں بلکہ رضی اللہ عنہا یا علیہا السلام لکھنا چاہیے۔

17. غزوہ کی جگہ جنگ نہ لکھنا چاہیے۔

18. ماخذ اور مآخذ میں واحد اور جمع کے فرق کا لحاظ کرنا چاہیے۔

19. واضح کو واضع نہ لکھنا، مرجوح کو مرجوع نہ لکھنا یعنی ع اور ح کے درمیان فرق کو نہ بھول جانا چاہیے۔

20. الآثار اور اس جیسے الفاظ کو الا آثار نہ لکھنا چاہیے۔

21. بالآیات کو بالا آیات نہ لکھنا، بالدرایۃ کو بالدارایۃ نہ لکھنا چاہیے۔

22. مع کو معہ نہ لکھنا چاہیے۔

23. موصوف صفت میں ہم آہنگی اور موافقت قائم رکھنا چاہیے۔

24. عربی اشعار کی صحت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علمی اخطاء اور رسم الخط کی اغلاط کی یہ محدود فہرست میں نے اُن ایام میں تیار کی تھی جب ایم فل تفسیر کے شعبے میں تخصص کے تھیسس کی نگرانی کر رہا تھا۔ ممکن ہے اردو میں تھیسس لکھنے والے تحقیق کار اس فہرست میں مندرج اغلاط کے علاوہ بھی غلطیاں کرتے ہوں۔

مبحث نہم

تحریر کے فنی و تکنیکی قواعد

تحقیقی مقالے کی تحریر یا کمپیوٹر پر کمپوزنگ کے دوران تحقیق کار یا ان کے کمپوزر ایسی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں جن سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے۔ یہاں اسی سلسلے کے فنی اور تکنیکی قواعد کا ذکر فائدہ مند ثابت ہو گا۔

1. ابواب، فصول، مباحث، مطالب اور متن میں امتیاز کے لیے مناسب فونٹ اور سائز کا انتخاب کرنا چاہیے۔ مثلاً متن کے لیے نوری نستعلیق کا سائز اگر ۱۵ ہو تو پھر ہر اوپر والے عنوان کے سائز میں دو دو پوائنٹ بڑھا دینا مناسب ہے۔
2. عنوان اور زیر عنوان سطر میں مناسب فاصلہ دینا چاہیے۔
3. پیراگراف کی پہلی سطر کو ایک فاصلہ (ٹیب) دے کر شروع کرنا چاہیے۔
4. تمام پیراگرافوں کو دونوں اطراف سے برابر (Justified) کرنا چاہیے۔
5. درست پیرا بندی کرنا اور ہر دو پیراگرافوں میں ربط قائم رکھنا چاہیے۔
6. اقتباسات کے لیے مناسب فونٹ اور سائز کا انتخاب کرنا چاہیے۔
7. ہر دو سطروں کے درمیان مناسب فاصلہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔
8. ہر دو لفظوں کے درمیان ایک ہی فاصلہ (space) کا اہتمام کرنا چاہیے۔
9. ایک لفظ کے حرف کو دوسرے لفظ میں جوڑ نہ دینا چاہیے۔
10. رموز اوقاف کا درست استعمال کرنا چاہیے۔
11. واوین کو اُلٹا یعنی "" نہیں بلکہ درست "" شکل میں لکھنا چاہیے۔
12. بلاضرورت اور بلا دلیل کسی عبارت کو ترچھا (italics) کر کے نہ لکھنا چاہیے۔

مبحث دہم

مسلمان تحقیق کار کے اخلاقی فرائض

بی ایس، ایم فل / ایم ایس، اور پی ایچ ڈی اسلامیات کی ڈگری کے لیے یا ان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے موضوع کے انتخاب کے مرحلے پر، اس کی خاکہ سازی کے مرحلے پر اور موضوع کے منظور ہو جانے کے بعد تحقیقی کام کے دوران مسلمان مصنفین، مؤلفین اور تحقیق کاروں پر کئی عمومی فکری نوعیت کے اور بہت سے خصوصی تحریری نوعیت کے اخلاقی فرائض عائد ہوتے ہیں۔ عمومی اخلاقی فرائض میں سے یہ پانچ بہت اہم ہیں:

1. پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کی عوام کے دینی اور فکری لاینحل مسائل کا حل اپنی تعمیری تحقیق کے ذریعے پیش کریں اور فکری الجھنوں، دینی چپقلشوں اور معاشرتی مشکلات کے خاتمہ کی کوشش کریں کیونکہ عوام ہی کے ٹیکسوں اور روز افزوں مہنگائی کے ذریعے جمع کی جانے والی رقوم کے ذریعے تحقیق کاروں کی تعلیم پر بھاری اخراجات آتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ اپنی قوم کے مقروض ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُنہیں یہ قرض اسی زندگی ہی میں اتارنے کی پوری کوشش کرنا چاہیے۔

2. دوسرا فریضہ یہ کہ مسلمان تحقیق کار اپنے ایم فل / ایم ایس اور پی ایچ ڈی کے تحقیق کام کے ذریعے بڑی سطح پر امتِ مُسلمہ کے ملی، دینی، فکری اور کلامی لاینحل مسائل کا حل پیش کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ بین المسالک اور بین الفرق کشیدگی اور کشمکش کو ختم کرنے اور اتحاد امت کا حصول ممکن بنانے کی مخلصانہ کوشش کرے۔

3. مسلمان نو آموز تحقیق کار اور تجربہ کار محقق پر تیسرا فریضہ یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ایم اے، ایم فل / ایم ایس اور پی ایچ ڈی کی سطح پر عام انسانیت کے دینی فکری مسائل کا حل علی منہاج النبوۃ سوچے؛ انسانی تعلقات کے مسائل اور مشکلات کو ہدف تحقیق

بنائے اور بنی نوع انسان کے درمیان امن، رواداری اور اچھے تعلقات کو ممکن بنانے کی قابل عمل تجاویز پیش کرے۔

4. مسلمان تحقیق کاروں اور تجربہ کار محققین پر ایک فریضہ یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے موضوعات کو ہدفِ تحقیق نہ بنائیں جن پر تحقیق کا فائدہ یا تو کسی کو نہیں یا بہت ہی کم لوگوں کو وقتی طور پر ہوتا ہے۔

5. مسلمان تحقیق کار کو ایک خیر خواہ حکیم یا ہمدرد طبیب کا کردار ادا کرنا چاہیے جس کے پاس بیماری سے نجات کے لیے مریض آتے ہیں۔ وہ ان کے امراض کا جائزہ لیتا اور شفابخش دوا تجویز کرتا ہے۔ مسلمان محقق معاشرتی، معاشی، سیاسی، دینی، فکری امراض کا طبیب ہوتا ہے جس کے افکار اور معاملہ فہمی سے معاشرے، ملک اور عالمی سطح کے امراض کا علاج اور حصولِ صحت ممکن ہوتی ہے۔[1]

اسلامیات کے میدان میں ایک مسلم تحقیق کار پر جو خصوصی تحریری نوعیت کے اخلاقی فرائض ادا کرنا لازم ہیں ان میں سے کچھ کی فہرست یہ ہے:

1. علوم اسلامیہ میں تحقیق کے دوران استفادۂ مصادر میں حفظ مراتب کا لحاظ رکھنا چاہیے یعنی پہلے قرآن کریم، پھر متفق علیہ احادیث، پھر مرفوع، موقوف وغیرہ احادیث، پھر اقوال صحابہ، پھر آثار تابعین و تبع تابعین، پھر لغت، اقوال ائمہ

---

[1] اسلامیات کے میدان میں مشغول تحقیق کار پر لازم ان اخلاقی افکار کی پہلی تحریری شکل میں نے بتاریخ ۲؍ دسمبر ۲۰۱۸ء فیس بک پر پیش کی تھی۔ اب کچھ مناسب رد وبدل کے ساتھ یہاں پیش خدمت ہے۔

مجتہدین، متقدمین علماء، متأخرین علماء، معاصر جید علماء، غیر مسلم مؤلفین، علی ہذا القیاس۔

2. استعمال مصادر اور اخذِ شواہد و اقتباس میں ائمہ اور اکابر مسلمان علماء، مصنفین و مؤلفین کو ترجیح دینا چاہیے۔

3. اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضوان اللہ علیہم، ائمہ و اکابر رحمہم اللہ وغیرہ کے ناموں کے ساتھ (تعالیٰ، جل جلالہ، ﷺ، علیہ السلام، رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت، جناب، وغیرہ) حسب مرتبہ تعظیمی یا دعائیہ کلمات مکمل استعمال کرنا چاہیے۔

4. مافی الضمیر کے اظہار کے لیے خوبصورت اور آسان الفاظ کا چناؤ اور جملوں کی ساخت دلکش بنانا چاہیے۔

5. طویل کی بجائے چھوٹے مگر بامعنی جامع جملے لکھنا یعنی دو، تین، چار یا زائد سطروں کا صرف ایک جملہ نہیں لکھنا چاہیے۔

6. بحث اور تحریر میں کسی شخص کی بجائے اس کی فکر کے ردّ و قبول پر توجہ مرکوز رکھنا چاہیے۔

7. علمی خیانت اور ادبی سرقہ سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔

8. ضمیر متکلم مَیں یا ہم کی بجائے صیغہ غائب کا استعمال کرنا چاہیے۔

9. خود ستائشی، بڑائی اور تعلّی کی بجائے تواضع اور انکساری کا اُسلوب اختیار کرنا چاہیے۔

10. مخاطبین کے علمی مرتبہ، یا ذہنی سطح کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب الفاظ اور اسلوب اختیار کرنا چاہیے۔

11. تنفیذ نتائج کے طریقوں کا اجمالی ذکر کرنا چاہیے۔

مقالے کا خاتمہ اور نتائج تحقیق

ایک تحقیق کار اپنے مقالے کا خاتمہ کیسے کرے؟ اور اس خاتمے میں کیا کیا لکھے؟ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر باب کے بنیادی سوال کے جو نتائج اس باب کے اختتامیہ میں لکھے تھے انہی کو مقالے کے خاتمہ کے سیاق و سباق کی مناسبت سے ایسی عبارت اور موزوں ترمیم کے بعد تحریر کریں کہ وہ تحقیق کے بنیادی سوالات سے مکمل مربوط اور ان کے جواب نظر آئیں۔

مزید بر آں اس سلسلے میں تفصیل کے لیے اسی کتاب کی اگلی فصل کے آخری حصہ میں "خاتمہ بحث اور اس کے ترکیبی عناصر" کو ملاحظہ فرمائیں۔

مبحث یازدہم

تھیسس کے زبانی امتحان کے چند اہم سوالات

میں نے اب تک ایم فل / ایم ایس اور پی ایچ ڈی کے تھیسس کے جتنے زبانی امتحانوں (مناقشہ یا وائیوا ووسی) میں شرکت کی ہے چند سوالات کو تکرار سے سنا ہے یعنی ممتحن داخلی یا ممتحن بیرونی درج ذیل سوالات ضرور پوچھتے ہیں۔ انہیں سمجھ کر اپنے تحقیقی مقالے کی تیاری اور تحریر میں ان کے تقاضے پورے کر لیں گے تو مقالے کے زبانی امتحان کے وقت بہت آسانی اور خود اعتمادی بھی محسوس کریں گے اور نتیجے میں نمبر اور گریڈ بھی بہت اچھا ملے گا۔ ان شاء اللہ

1. تھیسس یا مقالے میں اقتباسات کی تو بھرمار اور بہت کثرت ہے لیکن ان اقتباسات کا تجزیہ، ان کی قدر و قیمت، وجہ استدلال اور ان سے استنباطات کہاں ہیں؟ دوسرے لفظوں میں یہ پوچھا جاتا ہے کہ اس تھیسس یا مقالے میں تحقیق کار یا باحث کے خیالات و افکار اور اس کی شخصیت کہاں ہے؟

2. بعض اساتذہ یہ بھی پوچھتے ہے اس موضوع پر تھیسس، مقالے یا تحقیق میں وہ نئی کیا چیز ہے جو پہلے اہل علم کو معلوم نہیں تھی؟

3. بعض یہ پوچھتے ہیں کہ اس موضوع پر تحقیق کار نے موضوع سے متعلق سابق علمی مواد میں کیا قابل قدر قیمتی اضافہ کیا ہے؟

4. بعض یہ پوچھتے ہیں کہ اس ریسرچ نے کس مسئلے کا واقعی قابل قبول اور کامیاب حل پیش کیا ہے؟

5. کچھ ممتحن یہ پوچھتے ہیں کہ موضوع کی عبارت اور تحقیق کے بنیادی سوالات میں کیا گہرا ربط ہے؟ معقول دلائل سے ثابت کریں؟

6. کچھ ممتحن یہ سوال پوچھتے ہیں کہ تحقیق کے لیے اٹھائے گئے سوالات تحقیق طلب ہی نہیں ہیں۔ ان کے جوابات تو آپ کے تحقیقی کام سے پہلے شائع شدہ کتب و مقالات میں موجود ہیں۔ پھر ان سوالات وجوابات کی تکرار کا کیا فائدہ ہے؟

7. کچھ ممتحن یہ پوچھتے ہیں کہ تحقیق کے بنیادی سوالات کے مطابق ابواب کے عناوین کیوں نہیں ہیں؟ اگر سوالات اور ابواب و فصول میں ہم آہنگی نہیں ہے تو تحقیق کار کی تحقیق کیسے درست قرار دی جاسکتی ہے؟

8. بہت سے ممتحن یہ پوچھتے ہیں کہ ابواب و فصول میں پیش کی گئی تحقیق موضوع پر تحقیق کے اہداف سے ہم آہنگ کیسے ہے؟

9. بہت سے ممتحن یہ پوچھتے ہیں کہ موضوع پر تحقیق کے خاکے یا مقدمے میں مذکور منہج تحقیق کا استعمال کہاں کیا گیا ہے؟ وہ تو نظر ہی نہیں آرہا۔ مثلاً اگر موضوع کی عبارت یا خاکہ میں تنقیدی منہج کا ذکر تھا تو ابواب و فصول میں تنقید کہاں ہے؟ اگر منہج تقابلی اختیار کیا گیا تھا تو مقالے کے ابواب و فصول میں تقابل کہاں ہے؟ اگر تجزیاتی منہج اختیار کیا گیا تھا تو مقالے کے ابواب و فصول میں تجزیہ کہاں ہے؟

10. کچھ ممتحن یہ سوال پوچھتے ہیں کہ موضوع کے خاکے میں مذکور تحقیق کی حدود کی پابندی کہاں کی گئی ہے؟

11. کچھ ممتحن یہ پوچھتے ہیں کہ تحقیق کے بنیادی سوالات کو پڑھنے کے بعد نتائج کو پڑھیں تو کیا اُن میں سوال و جواب والا تعلق نظر آتا ہے؟ یا سوال گندم جواب چنا والی کیفیت ہے؟

12. کچھ ممتحن سفارشات و تجاویز کے حوالے سے بھی پوچھتے ہیں۔

13. کچھ ممتحن پوچھتے ہیں کہ اس ریسرچ کا آپ کو کیا فائدہ ہوا ہے؟

14. کچھ ممتحن پوچھتے ہیں کہ آپ کی اس تحقیق کا سوسائٹی کو کیا فائدہ ہو گا؟[1]

* *

[1] تحقیقی مقالہ کے آخر میں زبانی امتحان (مناقشہ یا وائیوا) کے متعلق یہ باتیں میں نے پہلی بار ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۹ء کو فیس بک ٹائم لائن پر پیش کی تھیں۔

فصل ششم

علومِ اسلامیہ میں تحقیقی مضمون (مقالہ) کے عناصرِ ترکیبی اور تقاضے

ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان (HEC) نے پاکستانی جامعات میں تعلیم و تحقیق کے معیار کو بلند کرنے اور ملکی ترقی کی رفتار کو بہتر بنانے پر بہت توجہ دی ہے۔ اس سلسلے کے اہم اقدامات میں تحقیقی مقالات کے مجلات کا اجراء، اُن کی درجہ بندی، اُن کی تعداد میں اضافہ، اُن کی باقاعدہ نگرانی اور مالی سرپرستی بھی شامل ہیں۔ ایچ ای سی نے معیار کی کچھ شرائط کی بنیاد پر ان مجلات کو W، X، Y، اور Z کیٹیگریوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ سب سے اُوپر ڈبلیو کیٹیگری کے مجلات ہیں اور سب سے نچلی سطح کے مجلات کو زیڈ کیٹیگری میں شامل کیا جاتا ہے۔[1] مقالات کے معیار کی بلندی اور اثرات کی وُسعت کی وجہ سے ایک مجلہ اعلیٰ کیٹیگری جبکہ اُس کے نسبتاً کم معیار اور محدود اثرات کی وجہ سے وہ نچلی کیٹیگری کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ گویا کسی تحقیقی مقالہ کو اِن میں سے کسی بھی کیٹیگری میں شائع ہونے سے پہلے اُس کی مقررہ شرائط پر پورا اُترنا ہوتا ہے۔ تحقیقی مجلہ کے مدیر کو ملنے والے مقالات کی عموماً تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کے مصنفین کو قابل اشاعت تحقیقی پرچہ (آرٹیکل یا ریسرچ پیپر) کے عناصرِ ترکیبی اور اُن کے متعلقہ تقاضوں کا علم ہوتا ہے۔ وُہ اپنے مقالات اُن تقاضوں کے پیش نظر لکھتے ہیں تو اُن کے مقالات آسانی سے شائع ہو جاتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ مقالات آتے ہیں جن کے کچھ

---

[1] ایچ ای سی کے مختلف علوم و فنون کے لیے منظور شدہ تحقیقی مجلات اور اُن کی کیٹیگریوں کی تفصیل اُن کی اس ویب سائٹ پر پائی جاتی ہے:

http://www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/QALI/QADivision/Pages/HECRecognizedJournals.aspx

پہلو اچھے، کچھ کمزور اور بعض ناقص ہوتے ہیں۔ ایسے مقالات ماہر مضمون کی جائزہ رپورٹ کے مطابق نظر ثانی اور مجوّزہ ترمیم واضافوں کے بعد شائع ہوتے ہیں۔

تیسری قسم میں وہ تحقیقی مقالات شامل ہیں جن کے مصنّفین مُبتدی، نَو آموز یا کم تجربہ کار ہوتے ہیں۔ اُن کے مقالات چونکہ مطلوبہ معیار پر پورے نہیں اُترتے اِس لیے شائع ہونے سے رَہ جاتے ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ ہمت ہار جاتے ہیں، وہ مُلکی ترقی میں اپنا علمی، تحقیقی اور تخلیقی حصہ نہیں ڈال سکتے اور معاشرہ اُن کی خوابیدہ صلاحیتوں کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ موجودہ حالات میں اُنھیں اَپنی مشکل کا فوری حل نظر نہیں آتا کیونکہ ایسے مسائل پر قابو پانے کے لیے تربیتی پروگرام اور رہنما تحریریں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ اُردو زبان میں اُصول تحقیق یا تحقیق کے فن پر جتنی کتابیں آسانی سے دستیاب ہیں ان میں سے کسی بھی کتاب میں راقم کو تحقیقی مجلات کے مقالات کے عناصرِ ترکیبی، معیار، اُصول و ضوابط اور تقاضوں کو زیرِ بحث لانے والی کوئی کتاب، کسی کتاب کا کوئی منظم باب، فصل، مبحث یا کوئی رہنما تحریر تا حال نظر نہیں آئی۔

اِس پس منظر اور صورت حال میں زیر نظر فصل کے اَسباب، اَہمیت اور ضرورت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ فصل قابلِ اِشاعت تحقیقی مقالات کے عناصرِ ترکیبی اور اُن کے تقاضوں کو زیر بحث لاتی ہے۔ راقم الحروف نے اس فصل کی تیاری کے دوران علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے متعدد تجربہ کار اساتذہ، محققین، مصنفین، اور جائزہ کاروں (Evaluators) کے انٹرویو لیے تا کہ مقالات کے جائزہ سے متعلق اُن اساتذۂ فن کی تازہ ترین معلومات، آراء، ارشادات اور رہنمائی کو تحقیقی پرچہ لکھنے والوں کے استفادہ کے لیے پیش کیا جا سکے۔

اِس فصل کی افادیت یہ ہے کہ اِس کے مُطالعے اور تفہیم سے ناپختہ، مبتدی اور نو آموز تحقیق کاروں کو اپنی مشکل حل کرنے کے لیے رہنمائی اور عملی تجاویز ملیں گی جن کی پیروی کر کے وہ قابلِ اِشاعت تحقیقی آرٹیکلز پیش کر سکیں گے۔ اِس طرح جہاں اُن کی ترقی کی ایک رُکاوٹ دُور ہو جائے گی وہاں پاکستان میں نہ صرف منجھے ہوئے محققین کی تعداد میں اضافہ ہو گا بلکہ اُن کے جدید نظریات، متنوع تحقیقات اور علمی تخلیقات کی بدولت وطنِ عزیز اور اُمتِ مسلمہ میں علم و ہنر اور تحقیق و تربیت کا معیار بھی بلند ہونے کی قوی امید ہے۔ محققین کی تعلیم و تحقیق کا معیار اعلیٰ ہو گا تو ملکی ترقی کی رفتار بہتر ہوتی جائے گی۔

تحقیقی مجلات کے مدیران کا اُصولی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو مقالات بغرضِ اِشاعت انہیں مَوصول ہوتے ہیں وہ اُنہیں موضوع کی نوعیت اور تخصص کے پیشِ نظر کم از کم دو ماہرین مضمون کے پاس جائزے، رِیویو اور تبصرے کے لیے بھیجتے اور اُنہیں شائع کرنے یا نہ کرنے کی رائے لیتے ہیں۔ اِس طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی ریسرچ آرٹیکل قابلِ اشاعت ہے یا نہیں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مقالے کا ریفری یا ریویو کرنے والا ماہر مضمون کِن اُمور کو بنیاد بنا کر مقالے کا جائزہ لیتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں یہ سوال یوں بھی ہو سکتا ہے کہ قابلِ اشاعت مقالہ کے عناصرِ ترکیبی کیا ہوتے ہیں؟ اور ہر عنصر کو لکھتے وقت کن تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اِن سوالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ فصل ایچ ای سی کے منظور شدہ تحقیقی مجلات میں قابلِ اِشاعت مقالہ کے مختلف عناصرِ ترکیبی اور اُن کے متعلقہ تقاضوں کو زیرِ بحث لاتی ہے۔

ہماری اِس فصل کی بحث اور اِس کے عناصرِ ترکیبی کا خاکہ یوں ہے:

1. موضوع کی نوعیت اور ماہیت
2. مقالے کا عنوان
3. مقالے کا انگریزی میں خلاصہ
4. تمہید اور مقدمہ کے اجزائے ترکیبی
۱۔ موضوع کا تعارف
۲۔ موضوع کی اہمیت اور افادیت
۳۔ اختیار کردہ موضوع پر تحقیق کے اسباب
۴۔ تحقیق کا بنیادی سوال / سوالات یا بیانِ مسئلہ
۵۔ موضوع پر سابقہ علمی کام کا جائزہ
۶۔ موضوع پر تحقیق کی حدود
۷۔ تحقیقی مقالے کے اہداف، اغراض اور مقاصد
۸۔ موضوع پر تحقیق کا منہج
5. صُلبِ موضوع
۱۔ مباحث و مطالب کی تقسیم کا خاکہ
۲۔ پیراگرافوں اور اقتباسات میں ربط
۳۔ احادیث کے اقتباسات اور اُن پر حکم
۴۔ اِملاء، رسم الخط اور رموزِ اوقاف
۵۔ تحقیقی مقالے کی زبان اور اُسلوب
۶۔ صِحت متن
۷۔ رَسمیاتِ مقالہ
۸۔ مقالے میں مذکور شخصیات کے تراجم
۹۔ اخلاقیاتِ تحقیق
6. خاتمہ بحث اور اُس کے اجزائے
۱۔ نتائج بحث
۲۔ مسئلہ کا حل اور اُس کے نفاذ کی تجاویز
۳۔ موضوع کے تحقیق طلب پہلوؤں کی نشاندہی
7. مصادر و مراجع
۱۔ موضوع کی نوعیت اور مصادر و مراجع
۲۔ مصادر و مراجع کے مرتبے اور درجے
۳۔ کتبِ لغت، معاجم اور قوامیس کا استعمال
۴۔ حوالہ جات کے اُصول و ضوابط اور تخریج
8. مقالات کی اشاعت میں تاخیر کے اسباب
9. ایچ ای سی کے مجلات، درجہ بندی اور معیار کا فرق
10. خاتمہ و خلاصہ بحث
11. حواشی و حوالہ جات

اب ہم پہلے اِس فصل کی ساخت اجمالاً پیش کرتے ہیں۔ اس اِجمال کا آغاز ڈاکٹر تحسین اقبال کی رائے سے کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے شعبے یعنی میڈیکل سائنس کے اعتبار سے ریسرچ پیپر یا تحریری مقالے کے تین مختلف اجزاء سر (Head)، جسم (Body) اور دُم (Tail) ذکر کیے ہیں[1] لیکن زیر نظر فصل کی نظر میں علوم اسلامیہ کے تحقیقی مجلات میں اِشاعت کے قابل اُردو زبان میں لکھے گئے مقالات کے عموماً چھ بڑے اہم حصے یا نمایاں عناصر ہوتے ہیں۔ وہ بالترتیب یہ ہیں: عنوان کی عبارت، مقالے کا انگریزی زبان میں ملخص (Abstract)، مقدمہ اور تمہید، صُلبِ موضوع جسے بحث و تحقیق کا مرکزی و مفصل حِصّہ بھی کہہ سکتے ہیں، خاتمہ اور مصادر و مراجع۔ عنوان کی عبارت کے بعد موضوع پر بحث کی تمہید اور مقدمہ کم از کم ایک صفحہ اور زیادہ سے زیادہ دو صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ مقالہ کے مقدمہ میں جو آٹھ عناصر شامل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) موضوع کا تعارف، (۲) موضوع کی اہمیت، (۳) موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب، (۴) تحقیق کا بنیادی سوال یا سوالات، (۵) بہت ہی اہم سابقہ کام کا مختصر جائزہ، (۶) اختیار کردہ موضوع کی حدود، (۷) تحقیقی مقالے کی افادیت، اغراض اور مقاصد اور (۸) منہج تحقیق کی وضاحت۔ قابل اشاعت مقالہ کے مقدمہ میں اِنہی آٹھ عناصر کو جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اِن کے تقاضوں کی تفصیل آگے پیش ہے۔

مقالہ کے دوسرے حِصّے یعنی صُلبِ موضوع میں دراَصل تحقیق کے بنیادی سوال / سوالات کے جواب ہوتے ہیں جن کے اگر مختلف پہلو ہوں تو پھر موضوع کا

---

[1] تحسین اقبال، پروفیسر ڈاکٹر، علم تحقیق کا تعارف، (کراچی: ادارہ تصنیف و تالیف وترجمہ وفاقی اردو یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء)، ص ۷۴۔

مرکزی حصہ مباحث اور مطالب میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اُٹھائے گئے سوال کے جوابات کی ساخت اور بناوٹ میں جن چیزوں کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے وہ یہ ہیں: بحث و تحقیق کے مرکزی حِصّے میں شامل اَفکار کی معقول و مُنضبط ترتیب، فکری کڑیوں میں مفید و منطق رَبط، اِقتباسات، حواشی، تعلیقات، غیر معروف شخصیات کے مختصر تعارف کے لیے چند ضروری جملے، رُموزِ اوقاف اور اُسلوبِ نگارش وغیرہ۔

مقالہ کے تانے بانے میں یہ سب اُمور مقالہ نگار کی فکر اور سوچ کے مطابق آپس میں اَیسے مربوط اور جڑے ہوتے ہیں جیسے کسی انمول مالا میں حکمت و دانائی اور ماہرانہ ترتیب سے پروئے گئے موتی، ہیرے یا جواہرات ہوتے ہیں۔ اِن کی ترتیب اور باہمی ربط ایسا ہوتا ہے کہ اگر اِن میں سے کسی ایک کو بھی نکال دیا جائے تو تحقیقی مقالہ کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ مقدمہ بحث سے لے کر خاتمہ بحث تک ہر جگہ مقالہ نگار کی شخصیت متحرک، فعّال اور چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہیں وہ اقتباس کے لیے تمہیدی اور تعارفی سطریں لکھ رہا ہوتا ہے تو کہیں اقتباس کے بعد اُس کا تجزیہ (Analysis) کر رہا ہوتا ہے، اقتباس کے مرکزی نکات کی قدر و قیمت پر تبصرہ (Evaluation) کر رہا ہوتا ہے اور اس کی وجہِ اِستدلال بیان کر کے یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ کہیں وہ متن میں مذکور غیر معروف فاضل اشخاص کا مختصر تعارف پیش کر رہا ہوتا ہے تو کہیں غیر واضح اور نامانوس اصطلاحات کی تشریح و توضیح پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اپنی بحث کے اس مرکزی حِصّے میں وہ رُموز اوقاف اور رَسمیات و اُسلوبیاتِ تحقیق سے بھی غافل نہیں ہو سکتا۔

مقالہ کے آخری حصہ یعنی خاتمہ بحث میں مقالہ نگار کو تین اُمور بیان کرنے چاہئیں۔ پہلا اَمر تو نتائج یعنی مقدمہ میں اُٹھائے گئے سوالات کے نکتہ وار جوابات ہوتے ہیں۔ نتائج کو اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ درپیش مسئلہ کا درست حل نظر آئیں اور یہی چیز حاصل بحث ہوتی ہے۔ دوسرا اَمر مذکورہ مسئلہ کے حل کے لیے سامنے آنے

والے نتائج کی روشنی میں حل کے نفاذ کی تجاویز بیان کرنا ہوتی ہیں۔ یعنی بحث و تحقیق کے بعد مقالہ نگار نے درپیش مسئلہ کا جو حل تلاش کر لیا ہے وہ اُس کے اِطلاق اور تنفیذ کے ممکنہ طریقے بیان کرتا ہے۔ تیسرا اور آخری اَمر موضوع کے کسی ایسے پہلو کی نشاندہی کرنا ہوتا ہے جو تحقیق طلب ہو، اُس پر الگ اور مستقل تحقیق کی ضرورت ہو اور جو مقالہ نگار کی پیش کردہ تحقیق کی حدود سے باہر پایا گیا ہو۔ یہاں تجربہ میں آنے والی یہ بات قابل ذکر ہے کہ کچھ موضوعات ایسی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں کہ محقق کی کوشش کے باوجود اُن کا کوئی ایسا پہلو نظر نہیں آتا جس پر مزید تحقیق کی گنجائش پائی جاتی ہو۔

تحقیقی مقالے یا مضمون کے اِن چھ اَہم اور اَساسی حِصّوں یا عناصر کے اِجمالی بیان کے بعد ترتیب وار اِن سب کے تقاضوں کی تفصیل پیش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

1. موضوع کی نوعیت اور ماہیت

ایک مقالہ نگار کو سب سے پہلے جس چیز پر اپنی ذہنی اور فکری صلاحیتیں صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ تحقیق کے لیے منتخب موضوع کی نوعیت اور ماہیت ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند (1923-2007ء)[1] نے مختصر لفظوں میں اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے: "تحقیقی مقالہ ڈگری کے لیے لکھا جائے یا ڈگری سے ہٹ کر، دونوں کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔" گیان چند کے مطابق ایسا "مختصر مضمون جو

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین ہندوستان کے ضلع بجنور، سیوہارا میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے تدریسی اور تحقیقی کردار کا آغاز حمیدیہ کالج بھوپال سے ہوا۔ وہ بحیثیت اُستاد، نقاد، محقق، ادیب اور شاعر کے مشہور ہوئے۔ اُن کی کتابوں میں تحقیق کا فن، ابتدائی کلام اقبال، اُردو کی نثری داستانیں اور عام لسانیات زیادہ مشہور ہیں۔ عام لسانیات کو ترقی اُردو بیورو نئی دہلی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اُن کی کتاب "تحقیق کا فن" کئی بار مقتدرہ قومی زبان پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کیلی فورنیا امریکہ میں ۲۰۰۷ء میں فوت ہو گئے تھے۔ (بی بی سی ویب سائٹ وغیرہ)

کسی رسالے یا یادگاری ارمغاں یا کسی اور مجموعۂ مضامین کے لیے لکھا جائے'' اس کی نوعیت بھی ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے مقالوں جیسی ہوتی ہے۔[1]

اپنے اس بیان میں پروفیسر گیان چند نے اس بات پر درحت زور دیا ہے کہ ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات میں جن اُمور کا خاص خیال رکھا جاتا ہے تحقیقی مجلہ کے لیے لکھے گئے مقالہ میں بھی اُن کا مکمل لحاظ رکھا جاتا ہے۔ موضوع کی نوعیت کے بارے میں ڈاکٹر محی الدین ہاشمی[2] اپنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب کوئی ریسرچ تھیسس یا کوئی مقالہ آتا ہے تو اس میں سب سے اہم چیز جو ایک ماہر مضمون (Reviewer) کو دیکھنا چاہیے وہ اس کی اصلیت اور اچھوتا پن ہے کیونکہ تحقیق نام ہی اِس چیز کا ہے کہ آپ کوئی ایسی چیز سامنے لائیں جس سے علمی حلقے متعارف نہیں ہیں۔ وہ چیزیں جو پہلے سے موجود اور علمی ذخیرہ میں دستیاب ہیں اُنہی کو اگر مقالہ نگار دوبارہ اپنے

---

[1] گیان چند، تحقیق کا فن، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ط۳، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۷.

[2] پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں شعبہ فکر اسلامی، تاریخ و ثقافت کے چیئرمین (بعد میں ڈین) ہیں۔ وہ یکم اپریل ۱۹۶۷ء کو مانسہرہ خیبر پختون خواہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے وفاق المدارس العربیہ سے شہادۃ العالمیہ کی سند حاصل کی۔ پشاور بورڈ سے میٹرک اور ایف اے کیا۔ بی اے اور ایم اے اسلامیات کی ڈگریاں پشاور یونیورسٹی پاکستان سے حاصل کیں۔ ایم فل اسلامک لاء کی ڈگری ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ سے لی۔ ایم فل اسلامک اسٹڈیز کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد اور اسلامک لاء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان سے ۲۰۱۱ء میں حاصل کی۔ درجنوں کانفرنسوں کا اہتمام اور اُن میں شرکت کی۔ آپ کے چالیس سے زائد تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں اور کئی کتب اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ چالیس کے لگ بھگ طلبہ وطالبات نے ان کی زیر نگرانی ایم اے اور ایم فل مکمل کیا ہے۔ اُن کی رہنمائی میں کئی اسکالر پی ایچ ڈی کے تھیسس پر کام کر رہے ہیں۔

الفاظ میں لکھ دیں تو یہ تحقیق نہیں ہے۔ تحقیق کے لیے ضروری یہ ہے کہ آپ کا جو علمی کام ہے اس میں کوئی جدت اور نیا پن ہو۔[1]

موضوع کی نوعیت اور ماہیت کے بارے میں قدرے مختلف مگر دلچسپ موقف پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید عباسی[2] کا ہے۔ وہ مقالہ نگاروں کی رہنمائی کرتے ہوئے

---

[1] محی الدین ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جمعرات، ۵ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 2:22 سہ پہر۔ ڈاکٹر ہاشمی نے نہ صرف موضوع کے بارے میں انٹرویو ریکارڈ کروایا بلکہ بعد میں اس انٹرویو کے اقتباسات سُن کر اُن کے دُرست ہونے کی تصدیق و توثیق بھی کی۔ علاوہ ازیں زیر نظر اپنا مختصر تعارف شامل کرنے کے لیے ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

[2] پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی ۸ مئی ۱۹۶۱ء کو ضلع بٹیاں بالا آزاد کشمیر کے گاؤں پابل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے سکولوں سے حاصل کی۔ گورنمنٹ ڈگری کالج چناری آزاد کشمیر سے ایف اے کیا۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے بی اے آنرز اصول الدین اور ایم اے اصول الدین (تخصص فی التفسیر والحدیث) کی تعلیم پائی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آخر میں پوسٹ ڈاکٹریٹ ملائیشیا سے کیا۔ آپ نے ۱۹۹۲ء تا ۲۰۰۱ء آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی میں بطور لیکچرر تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ ۲۰۰۱ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر تعینات ہوئے اور شعبہ قرآن وتفسیر میں تخصص کا آغاز کیا۔ میٹرک تا پی ایچ ڈی کے مختلف کورسز تیار کیے۔ آپ درجنوں تحقیقی مقالات اور کتب کے مصنف ہیں۔ بہترین نصابی کتب تیار کرنے پر ۲۰۰۸ء میں آپ کو صدارتی ایوارڈ "اعزازِ فضیلت" سے نوازا گیا۔ ان کی زیر نگرانی ایم اے اور ایم فل کے درجنوں طلبہ و طالبات اپنی ڈگریاں مکمل کر چکے ہیں۔ وہ پی ایچ ڈی کے کئی اسکالروں کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جو موضوع ذہن میں آئے اُس کے اَطراف (Genetic Connections) کو دیکھا جائے کہ وہ کس کس چیز سے مربوط اور منسلک ہیں؟ اور کس ربط کے ذریعے سے اس موضوع کے کس نئے پہلو کو سامنے لے آنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ بعض دفعہ ایسے موضوعات سامنے آتے ہیں جن پر پہلے سے ہی بے تحاشا معلومات موجود ہوتی ہیں مگر لوگ پھر بھی کسی نہ کسی طرح موضوع بنا کر پندرہ بیس صفحے کا مقالہ بھیج دیتے ہیں۔ جب اس کا جائزہ لیا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ ساری چیزیں پہلے سے موجود ہیں۔ ایسا مقالہ رَدّ ہو جاتا ہے اور اس سلسلے میں ساری کوششوں کا نتیجہ صفر ہی نکلتا ہے۔ ایک نو آموز محقق کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ موضوع کا انتخاب چاہے وہ ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کے مقالہ کے لیے کر رہا ہو یا ایچ ای سی کے منظور شدہ مجلات میں کسی آرٹیکل کو شائع کرنے کے لیے، دونوں کا ایک ہی معیار ہوتا ہے۔[1]

اسی سلسلے میں ڈاکٹر حافظ محمد سجاد[2] کی رائے ایک اور انداز میں اُن کے وسیع تجربے کی بناپر سامنے آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجلات میں اشاعت کے لئے جو مقالات

---

[1] عبد الحمید عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جمعہ، ۶ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 12:38 دوپہر۔ ڈاکٹر عباسی صاحب نے نہ صرف موضوع کے بارے میں انٹرویو ریکارڈ کروایا بلکہ بعد میں اس انٹرویو کے اقتباسات سُن کر اُن کے دُرست ہونے کی تصدیق وتوثیق بھی کی۔ علاوہ ازیں اپنا مختصر تعارف شامل کرنے کے لیے زیر نظر ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

[2] ڈاکٹر حافظ محمد سجاد جنوری ۱۹۶۷ء کو تترال (چکوال) میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کے بعد ایف اے، بی اے گورنمنٹ کالج چکوال سے کیا، ایم اے اسلامیات کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے، ایم فل کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے اور پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے حاصل کی۔ اس کے

ہمارے پاس آتے ہیں اُن میں سب سے پہلی چیز جو ہم دیکھتے ہیں وہ اُن کا عنوان ہوتا ہے۔ عنوان کے اندر کونسا ایسا پہلو ہے جو قابل تحقیق ہے؟ عنوان تشریحی ہے؟ اس کے اندر دعوت کا پہلو ہے؟ یا وہ کسی پُرانی بات کو دُہرا رہا ہے؟ یا کسی پرانے آرٹیکل پر نقد ہے؟ یہ ساری چیزیں دیکھنے کے بعد ترجیح اُس مقالے کو دی جاتی ہے جس میں کوئی نیا پن ہو، کوئی جدت ہو، جس میں تحقیق کا کوئی پہلو اُجاگر کیا گیا ہو۔ یونیورسٹیوں کے ریسرچ جرنلز میں اِشاعت کے لیے جو مقالات لکھے جاتے ہیں اُن کے لیے ضروری ہے کہ عنوان کے اندر گہرائی اور نیا پن ہو۔ اُنھیں باقاعدہ ریسرچ کے لئے منتخب کیا گیا ہو۔[1]

تجربہ کار ماہرین مضمون کی اِن آراء پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب موضوع کے نئے پن، اس کی جدت، تحقیقی نوعیت، منفعت اور اِفادیت پر نہ صرف زور

علاوہ انہوں نے ایم اے عربی اور ایم ایڈ بھی کیا۔ تدریس کا تجربہ ۱۹۹۴ء میں بطور سبجیکٹ سپیشلسٹ سے شروع کیا، اسی سال لیکچرر کی حیثیت سے ترقی ہو گئی۔ اس کے بعد سنہ ۲۰۰۰ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی سیٹ پر آ گئے۔ کچھ عرصہ قبل ان کی ترقی بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ہو گئی ہے۔ ان کی نگرانی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کی تعداد پچیس سے زائد، ایم فل کی ڈگری مکمل کرنے والے پینتیس سے زائد اور پی ایچ ڈی کا تھیسس مکمل کرنے والے چار ہیں۔ آپ کئی کتابوں اور درجنوں تحقیقی مقالات کے مصنف بھی ہیں۔

[1] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جمعہ، ٦ مئی، ۲۰۱٦ء)، وقت: 11:40 دوپہر۔ ڈاکٹر محمد سجاد صاحب نے نہ صرف موضوع کے بارے میں انٹرویو ریکارڈ کرنے کی اجازت دی بلکہ بعد میں اس انٹرویو کے اقتباسات ملاحظہ کیے اور بعض اقتباسات میں ترمیم کروانے کے بعد اُن کے دُرست ہونے کی تصدیق و توثیق بھی کی۔ علاوہ ازیں اپنا مختصر تعارف شامل کرنے کے لیے زیر نظر ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

دیتے ہیں بلکہ مقالہ نگاروں سے اِس کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ وہ صرف اُسی مقالے کو قابلِ اِشاعت قرار دیتے ہیں جس میں انسانیت یا ملک و قوم کو درپیش زندہ مسائل کے لیے حل، رہنمائی اور رُشد وہدایت کا سامان بھی پایا جاتا ہو۔

2. مقالے کا عنوان

مقالے کو ریویو کرنے والے ماہر مضمون کی نظر عموماً سب سے پہلے جس چیز پر پڑتی ہے وہ ہے پیش کردہ مقالہ کے عنوان کی عبارت۔ اس عبارت کو واضح اور غیر مبہم ہونا چاہیے۔ اِسے ایسا جامع، مانع اور صاف ہونا چاہیے کہ اس کی بناوٹ، ساخت اور بندشِ تراکیب پر کوئی سوال یا اعتراض پیدا ہی نہ ہو۔ اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو پھر مقالے کے تعارفی پیراگرافوں میں موضوع کے تعارف اور اس کی عبارت کے متعدد حصوں کی وضاحت اس انداز سے کر دی جائے کہ اس کا ابہام یہاں بالکل دُور ہو جائے۔ عنوان کی عبارت کے بارے میں ڈاکٹر تحسین اقبال لکھتے ہیں:

> "اسے عام فہم، مختصر، جامع، مؤثر اور دلچسپ ہونا چاہیے۔ ایسا کہ قاری کو فوری متوجہ کرے اور مقالہ پڑھنے کی طرف راغب کرے۔ یہ زیادہ سے زیادہ دس سے بارہ الفاظ پر مشتمل ہو۔ یہ مقالے کے موضوع سے مطابقت رکھتا ہو اور گرامر کے لحاظ سے دُرست ہو۔ عنوان میں مخفف(Abbreviation)الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے۔ اس میں مقالے کے حتمی نتائج کا اظہار نہ کیا جائے نہ ہی اس کا انداز حتمی یا فیصلہ کُن ہونا چاہیے۔"[1]

عنوان کی عبارت کے ان اوصاف کے ساتھ ساتھ ایک قابلِ قبول عنوان کے متعدد پہلو اور اُس کی خوبیاں بھی مدِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں معروف محقق ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

---

[1] تحسین اقبال، علم تحقیق کا تعارف، حوالہ مذکور، ص ۷۴۔

"[عنوان] سے مقالہ نگار کے تحقیقی مزاج اور تجزیاتی و تنقیدی ذہن کا اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے جامع اور معنویت کا حامل ہونا چاہیئے اور مناسب ہے کہ یہ غیر ضروری الفاظ اور طوالت سے پاک، مختصر اور جاذبِ توجہ ہو۔... عنوان کے انتخاب میں اختصار اور الفاظ کا جامع و با معنی استعمال بڑی اہمیت اور کشش رکھتا ہے اور عنوان کی جاذبیت ہی مقالے کو قابل توجہ بنا سکتی ہے۔"[1]

علوم اسلامیہ کے جو مقالہ نگار عربی زبان جانتے اور اسے پڑھنے لکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں عنوان کی عبارت کے بارے میں تفصیلی بحث کے لیے شریف حاتم بن عارف عَونی کی کتاب "العنوان الصحيح للكتاب: تعريفه وأهميته، وسائل معرفته وإحكامه ، أمثلة للأخطاء فيه"[2] کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت مفید ہے۔

عنوان کی عبارت کا مختصر، جامع، مؤثر اور جاذب نظر ہونا ایک بات ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ عنوان کی عبارت کے تقاضے اور مقالے کی مرکزی بحث میں موافقت اور مکمل ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ اِسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ عام پایا جانے والا مسئلہ یہ ہے کہ مقالہ نگار بعض دفعہ عنوان بہت عمدہ دیتے ہیں جس میں تحقیق کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے لیکن مقالہ کی ساری بحث عنوان کے بالکل برعکس

---

[1] معین الدین عقیل، پروفیسر ڈاکٹر، اُردو تحقیق: صورت حال اور تقاضے، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ط ۱، ۲۰۰۸ء)، ص ۳۹۸ و ۴۰۰۔

[2] الشريف حاتم بن عارف العوني، العنوان الصحيح للكتاب: تعريفه وأهميته، وسائل معرفته وإحكامه ، أمثلة للأخطاء فيه، دار عالم الفوائد للنشر والتوزيع، مكة المكرمة، ط 1، 1419 ھ۔ اسے انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرنے کا ایک لنک یہ ہے:

http://waqfeya.com/book.php?bid=701

ہوتی ہے۔ یعنی بات سمجھ میں بالکل نہیں آتی کہ مقالہ نگار کیا کہنا چاہتا ہے؟ اوپر عنوان کچھ ہے اور نیچے متن بالکل اور ہے۔ کئی مقالات میں یہ چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً ایک مقالہ کا عنوان تھا "عہد نبوی میں فقہ اسلامی کے مصادر"۔ یہ عنوان بہت ہی حیران کن ہے کہ خود عہد نبوی میں فقہ اسلامی کے مصادر کہاں پائے جاسکتے ہیں؟ مقالہ لکھنے والے ایک یونیورسٹی کے فُل پروفیسر تھے۔ انہوں نے یہ عنوان وضع کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہ کی تو تدوین ہوئی ہے دوسری یا تیسری صدی میں۔ اب یہ عنوان کہنا کیا چاہتا ہے؟ جب مقالہ پڑھا تو پتا یہ لگا کہ مقالہ نگار یہ بتانا چاہتا ہے کہ حضور ﷺ کے اُسوہ حسنہ اور آپ کے عمل سے فقہ اسلامی کی کون کون سے نظیریں ملتی ہیں۔[1]

ڈاکٹر محمد سجاد کی بات بالکل درست ہے۔ راقم الحروف کا اپنا تجربہ بھی ان کی تائید کرتا ہے کہ عنوان اگرچہ بہت عمدہ ہوتا ہے لیکن مقالہ نگار جس میدان میں یا جس موضوع پر لکھ رہا ہوتا ہے اسے پیش نظر نہیں رکھتا۔ عنوان اور اُس کے تحت پیش کردہ معلومات میں معقول اور مطلوب ہم آہنگی نہ پائی جائے تو پڑھنے والا اُس سے متنفر ہو جاتا ہے۔ ایسے مقالات کیسے چھپ سکتے ہیں؟ اس لیے اولین چیز عنوان ہے۔ اُسے واقعی دِقت نظر سے دیکھا جائے کہ کیا مقالے کے منہج اور عنوان میں ہم آہنگی اور مطابقت ہے یا نہیں؟ مقالہ نگار اِس نکتے پر دھیان دیں گے تو اُن کے مقالے کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو گا۔

مقالہ کا عنوان لکھتے وقت تیسری اہم بات جس سے مقالہ نگار کو غافل نہیں ہونا چاہیے یہ ہے کہ عنوان کی عبارت کو دو حصوں میں لکھنا بہتر ہوتا ہے۔ پہلے حصّے میں موضوع کے بڑے یا وسیع پہلو کو پیش کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے حصے کے الفاظ

---

[1] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

سے موضوع کی حدود اور تخصیص کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس دوسرے حِصّے کو بعض لوگ کولن (:) کے بعد اور کچھ لوگ چھوٹی بریکٹ یعنی () میں لکھتے ہیں۔ عنوان کی عبارت کو اس طرح دو حصوں میں لکھنے سے موضوع پر کام کا حدود اربعہ اور منہج آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ مقالہ نگار عنوان کی عبارت کے ذریعے اپنے کام کی نوعیت، اس کی حدود اور افادیت سمجھانے میں اگر کامیاب ہو جائے تو اگلے مراحل میں کامیابی کے اِمکانات بڑھ جاتے ہیں۔

3. مقالے کا انگریزی خلاصہ

مقالے کے موضوع کی نوعیت اور ماہیت ایک فکری، نظری، ذاتی ترجیح اور ابلاغی معاملہ ہے جس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد مقالے کی جو چیز سب سے پہلے ماہر مضمون (Reviewer) کی نظروں میں آتی ہے وہ اُس کا انگریزی زبان میں لکھا خلاصہ (Abstract) ہوتا ہے۔ یہ ملخص ایسی عبارت میں پیش کیا جائے جس کے جملے بہت طویل اور گنجلک نہ ہوں۔ اس میں مناسب جگہوں پر فُل سٹاپ، کامے، سیمی کولن، توسین وغیرہ رموزِ اوقاف استعمال کیے جائیں۔ طویل جملے اور پیچیدہ تراکیب آسانی سے قارئین کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ جس خلاصے کا پیغام قارئین تک نہ پہنچ سکے اس کی کوئی افادیت نہیں ہوتی ہے۔ اس میں سپیلنگ اور انگریزی گرامر کی غلطیاں بالکل نہ ہوں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ (Abstract) اپنے مقالے کے تمام اہم نکات کی مناسب تلخیص بھی ہو۔ مقالہ نگار کو اس طرف پوری توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مقالے کے (Abstract) کی ساخت، انداز اور مقصد کے بارے میں ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ بعض دفعہ تلخیص میں لوگ اپنے مقالے کے مندرجات کو دوبارہ بیان کر دیتے ہیں۔ جبکہ تلخیص سے مراد یہ ہے کہ اس مقالے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کو ایک بیانیہ انداز میں لکھ دیا جائے۔ مقالہ نگار کیا کرتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ لکھا

ہے، میں نے وہ لکھا ہے، میں نے یہ کیا ہے۔ یہ تلخیص نہیں ہے۔ یہ Abstract نہیں ہے بلکہ آپ مقالے کی ایک outline دے دیں۔ مقالے کے مرکزی نکات کا خلاصہ اور مضمون بیان کر دیں۔ اسے Abstract کہتے ہیں تاکہ کوئی آدمی اگر آپ کا پورا مقالہ نہیں پڑھنا چاہتا، اس کے پاس تھوڑا وقت ہے تو آپ مقالے کا بنیادی سوال بیان کر دیں، اس کا جواب کیا دیا ہے اور نتیجہ کیا نکالا ہے؟ یہ بتا دیں تو یہی سمری ہے۔[1]

4. تمہید اور مقدمہ کے اجزائے ترکیبی

مقالے کے موضوع پر مرکزی بحث سے پہلے مقالہ نگار کو اپنی بحث کی بہتر تفہیم کے لیے ایک مناسب تمہید اور مقدمہ لکھنا ہوتا ہے۔ اختیار کردہ موضوع کے تعارفی پیراگرافوں سے پہلے تمہید باندھی جاتی ہے۔ اس تمہید میں موضوع کے وسیع تناظر یا سیاق کو بیان کیا جاتا ہے۔ تمہید لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی کچھ جملوں میں موضوع کی ایسی باتیں بیان کی جائیں جو قارئین کو عام طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ معلوم باتیں کرتے کرتے قاری کو موضوع کے اُس پہلو کی طرف لایا جائے جو نامعلوم، جدید اور اَچھوتا ہو۔ یہ وہ پہلو ہوتا ہے جس پر مقالہ نگار اپنی تحقیق آئندہ صفحات میں پیش کرنے جا رہا ہوتا ہے۔ یعنی تمہید میں مقالہ نگار اپنے قاری کو موضوع کے معلوم سے نامعلوم پہلو کی طرف اور موضوع کے عام پہلو سے خاص پہلو کی طرف لے آتا ہے۔ تمہید میں دراصل محقق اپنے قارئین کے لیے ایسا علمی ماحول، سیاق اور تناظر مہیا کرتا ہے جس کی مدد سے اُن کا ذہن بات کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

تمہید کے بعد موضوع پر بحث کا مقدمہ جو کم از کم ایک صفحہ اور زیادہ سے زیادہ دو صفحات پر مشتمل ہوتا ہے کے آٹھ عناصر ترکیبی یہ ہیں: (۱) موضوع کا تعارف، (۲)

---

[1] حوالہ مذکور۔

موضوع کی اہمیت، (۳) موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب اور مُحرکات، (۴) تحقیق کا بنیادی سوال یا سوالات، (۵) بہت ہی اہم سابقہ جدید ترین کام کا مختصر جائزہ، (۶) اختیار کردہ موضوع کی حدود، (۷) تحقیقی مقالے کی افادیت، اغراض اور مقاصد، اور (۸) منہج تحقیق کی وضاحت۔ اِن کے تقاضے اور لکھنے کے اُسلوب کی تفصیل درج ذیل میں پیش ہے۔

(۱) موضوع کا تعارف

عنوان کی عبارت کا جائزہ لینے کے بعد ماہر مضمون (Reviewer) موضوع کے تعارف کو پڑھتا اور اُس کا جائزہ لیتا ہے کیونکہ کسی بھی موضوع پر تحقیق سے پہلے اس کا تعارف پیش کرنا بنیادی عنصر ہوتا ہے۔ تعارف میں مقالہ نگار یہ واضح کرتا ہے کہ اُس کے نزدیک موضوع کے اختیار کردہ جدید اور اَچھوتے پہلو کا کیا معنی اور مفہوم ہے؟ اس کا منتخب موضوع اپنے سیاق وسباق کے وسیع فکری تناظر میں کہاں واقع ہے؟ اس کا تعلق معاشرے کے کس طبقے، گروہ، کاروبار، پیشے یا ادارے سے ہے؟ اور اس کے بارے میں آئندہ صفحات میں کیا کچھ پیش کرنا چاہتا ہے؟ یعنی موضوع کے وہ کونسے جدید پہلو ہیں جنہیں زیر بحث لانے کا مناسب وقت اب آگیا ہے؟ جن پر مقالہ نگار اپنا قلم اُٹھانا چاہتا ہے؟ اور اس کے جن پہلوؤں پر وہ اپنی تحقیق پیش کررہا ہے اس کی شکل وصورت، چہرہ مُہرہ اور خدوخال کیا ہیں؟

اس جگہ مقالہ نگار عنوان کی عبارت میں شامل اِصطلاحات، مرکبات (توصیفی یا اضافی) یا کلیدی تراکیب کے معانی اور مفاہیم کی تشریح وتوضیح اس انداز میں کرتا ہے کہ ریویو کرنے والا ماہر مضمون جان لیتا ہے کہ آئندہ صفحات پر کیا نئی تحقیق پیش کی جانے والی ہے۔ موضوع کے تعارف کو خوب صورت الفاظ اور دلچسپ تراکیب کی مدد سے

جاذبِ توجہ بنانا بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ جب ماہر مضمون اُس کے حُسن کی سحر انگیزی میں آجائے تو پھر آگے پڑھتا ہی چلا جائے۔

(۲) **موضوع کی اہمیت، ضرورت اور اِفادیت**

تحقیق کار موضوع کے تعارف کے بعد اپنے موضوع پر تحقیق کی اہمیت، ضرورت اور اِفادیت بیان کرتا ہے۔ کسی موضوع پر ایک تحقیق کی اِفادیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے قارئین میں سے کس کس فرد یا گروہ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اس لیے ایک مقالہ نگار کو یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ موضوع کے جس مسئلے یا پہلو کو وہ زیر بحث لانا چاہتا ہے دورِ حاضر میں اُس کا تعلق معاشرے کے کن خاص لوگوں سے ہے؟ اُس مسئلے کا حل تلاش کر کے پیش نہ کیا گیا تو متعلقہ لوگوں کو کیا کیا ضرر اور نقصانات پہنچیں گے؟ اسے اس پر لازماً عقلی اور مشاہداتی وزنی دلائل دینا چاہئیں کیونکہ اِسی سے اس کے تحقیقی کام کی قدر و منزلت متعین ہوتی ہے۔

موضوع پر تحقیق کی مقصدیت اور افادیت کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی کہتے ہیں کہ جِدت اور اَچھوتے پن کے ساتھ ساتھ تحقیقی کام کا معاشرے کے ساتھ تعلق ہو، اُس کی کوئی افادیت ہو۔ تحریر بہت ہی جدید اور بالکل نئی ہے لیکن معاشرے کے لئے نفع بخش نہیں ہے تو اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں عِلم نافع کا جو تصور ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ سوسائٹی کے لیے وہ علم فائدہ مند ہے۔ علم تو بہت سارے ہیں اور اُن میں ہونے والی ریسرچ میں جدت بھی ہے لیکن کیا اُس ریسرچ کا معاشرے کو کوئی فائدہ ہوگا یا نقصان؟ علم نافع کی اخلاقیات اور جو شرعی تقاضے ہیں، کیا وہ اِس تحقیق سے متاثر ہوں گے یا نہیں؟ تو اِس حوالے سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ

معاشرے کو پیش کردہ تحقیق سے کتنا نفع پہنچے گا؟ یعنی تحقیق برائے تحقیق نہیں بلکہ ایک با مقصد تحقیق ہونی چاہیے۔[1]

یہاں ڈاکٹر ہاشمی نے علم نافع کی جو بات کی ہے وہ صرف درست ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی تحقیق کا ایک بنیادی اور لازمی تقاضا ہے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نمازِ صبح کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا"[2]۔ ایک صحیح حدیث میں تو حضور نبی کریم نے اپنی اُمت کو اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگنے اور غیر نافع علم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے: "سَلُوا اللهَ عِلْمًا نَافِعًا، وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ"[3]۔ نفع بخش تحقیق تو ایک مسلمان کو مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب دلاتی رہتی ہے۔ اسی کی اہمیت سمجھاتے ہوئے ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ"[4]۔

ان احادیث میں نو آموز مقالہ نگاروں کے لیے ایک اہم سبق یہ ہے کہ وہ جب اپنا مقالہ لکھیں تو اُس کے مقدمہ میں اپنے تحقیقی کام کی منفعت اور افادیت معقول دلائل سے واضح کریں اور بتائیں کہ اُن کے کام کی وجہ سے ملک و ملت کو کون سے فوائد ملیں

---

[1] محی الدین ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

[2] امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ماجہ القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ)، سُنن ابن ماجہ، (تحقیق: الأرنؤوط)، دار الرسالہ العالمیہ، دمشق، ط ۱، ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء، ج ۲، ص ۸۵۔ (مکتبہ شاملہ سے ماخوذ)۔

[3] سُنن ابن ماجہ، حوالہ مذکور، ج ۵، ص ۱۵۔

[4] امام مسلم (متوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، (تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۳، ص ۱۲۵۵۔ (مکتبہ شاملہ سے ماخوذ)۔

گے؟ معاشرے کے کس طبقے کی کون کون سی اَغراض پوری ہوں گی؟ تحقیقی کام کے منافع صرف بتانے کی حد تک نہ ہوں اُس کام میں درحقیقت لوگوں کے مسائل کا حل بھی پایا جاتا ہو۔ وہ کام علمی سرقہ اور نقل محض بالکل نہ ہو۔ اُن کی تحریر میں کسی سابق مصنف کے کام کو اپنا کام بتانے کی کوشش بالکل نہ ہو۔ معتبر اور قابل اعتماد محقق بننے کے لیے اِن عام خرابیوں سے پرہیز لازمی ہے۔

(۴) اختیار کردہ موضوع پر تحقیق کے اَسباب

کسی موضوع پر ایک محقق جب بھی قلم اُٹھاتا ہے تو اس کام کے معقول، علمی، مشاہداتی، تجرباتی اور واقعاتی اَسباب ہوتے ہیں۔ مقالہ نگار اپنے معاشرے، علمی ماحول، یا دَور میں پائے جانے والے اُن اَسباب اور مُحرکات کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے اُسے اَپنے منتخب موضوع پر قلم اُٹھانے اور اپنی تحقیق پیش کرنے پر تحریک دی تھی۔ تحقیق میں اُن وجوہات کا بیان ضروری ہوتا ہے جو ایک محقق کو تحقیق کرنے پر برانگیختہ، مجبور یا متحرک کرتی ہیں تاکہ تحقیق کی جڑیں معاشرے کی فکری یا عملی سرگرمیوں میں پیوست نظر آئیں۔ علاوہ ازیں یہ اَسباب روز مرہ کے باہمی معاملات یا مقامی، قومی یا بین الاقوامی تعلقات میں جدت یا کھنچاؤ کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل بھی ہوسکتے ہیں۔

اسی سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید عباسی اسبابِ انتخابِ موضوع کی انواع بیان کرتے ہوئے بہت اچھی بات کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم موضوع کے انتخاب کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ اس کے اَسباب کیا ہوسکتے ہیں؟ تو میرے نزدیک یہ ہے کہ اہمیت کے اعتبار سے موضوع کا انتخاب کرنا، افادیت کے اعتبار سے موضوع کا انتخاب کرنا، ضرورت کے اعتبار سے موضوع کا انتخاب کرنا، محقق کی ذاتی معلومات کے اعتبار سے موضوع کا انتخاب کرنا، مارکیٹ کے اندر موضوع سے تعلق رکھنے والی کتب اور مقالات کی بہتات اور کثرت بھی اختیار موضوع کے اسباب بنتے ہیں۔ اسی طرح آنے

والی دنیا کے لیے اس کی جو مشکلات ہیں ان کا حل تلاش کرنا بھی موضوع کے انتخاب کا ایک سبب بنتا ہے۔[1]

اس تناظر میں اَسبابِ اختیارِ موضوع کا تفصیلی بیان تو ایم اے، ایم فل، یا پی ایچ ڈی کے مقالہ کے خاکہ یا مقدمہ میں ہوتا ہے۔ محدود صفحات کے ایک ریسرچ پیپر میں اِن کا مختصر بیان ضروری ہوتا ہے تاکہ جن وجوہات کی بنیاد پر تحقیق کا کام کیا گیا تھا بعد میں وہ کام معاشرے کو فائدہ پہنچاتا ہوا محسوس بھی ہو۔

(۴) موضوع پر سابقہ علمی کام کا جائزہ

آج کی سائنس اور ٹیکنالوجی کے وسیع استعمال والی دُنیا میں شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جس پر کسی نہ کسی محقق نے کوئی تحقیق پیش نہ کی ہو۔ اس لیے کسی موضوع پر تحقیق سے پہلے یہ بتانا ضروری ہوتا ہے کہ موضوع کے متعلق پہلے کیا اور کتنا کام ہو چکا ہے؟ اور کہاں کہاں مزید تحقیق کی گنجائش ہے؟ یعنی وہ کونسا خلا یا کمی ہے جسے یہ تحقیق پورا کرے گی۔ کوئی بھی تحقیق اُس وقت مفید تحقیقی کام کہلاتی ہے جب وہ پہلے سے موجود کام میں کچھ نہ کچھ یا کسی نہ کسی لحاظ سے اضافہ کرے یا کسی تحقیق کے لیے بنیاد کا کام دے یا جدید مسئلے کا حل پیش کرے۔

اس کے لیے سابقہ اور جدید نہایت اہم کام کا جائزہ لینا اور خلا کی نشاندہی کرنا تحقیق کی اَساسی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے مقالہ نگار کو موضوع کے متعلق سابقہ کام کا تجزیہ و تحلیل، اس کی وُسعت و گہرائی، اس کی قدر و قیمت اور افادیت کی حدود اور اپنے

---

[1] عبدالحمید عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

موضوع کے خلا کی نشاندہی کر کے اپنے تحقیقی مقالہ کا جواز بیان کرنا چاہیے چاہے یہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو۔[1]

(۵) تحقیق کا بنیادی سوال / سوالات یا بیان مسئلہ

مخلص محققین دراصل ایسے چاق وچوبند شکاری کی طرح ہوتے ہیں جو مشکلات اور مسائل کی تلاش اور شکار کرنے میں لگے رہتے ہیں تاکہ اپنے ناخن تدبیر کی پُھرتیوں سے اور آلاتِ تفکیر کی چُستی سے اُن سوالات کی پیچیدگیوں کو اِس طرح سُلجھائیں کہ مُلک و ملّت کے ساتھ ساتھ انسانیت کو فائدہ ہو۔ مقامی افرادِ معاشرہ کے ساتھ ساتھ دور دراز کے لوگ بھی نقصان سے بچیں اور ترقی کریں۔ تمام سنجیدہ محققین اور تحقیقی کام کا جائزہ لے کر اس کی اِشاعت کی سفارش کرنے والے ماہرین مضمون اس امر پر متفق ہیں کہ ہر تحقیق کسی نہ کسی سوال کا جواب ہوتی ہے۔ ہر تحقیق کسی نہ کسی مشکل کو حل کرتی ہے۔ ہر تحقیق کسی نہ کسی کام کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔ اس لئے مقالہ نگار کو اپنے منتخب موضوع پر تحقیقی کام کا ایک یا زیادہ قابل فہم مشکل مسئلہ اور اُس سے متعلق تحقیق طلب سوال یا سوالات بیان کرنا چاہیئے۔ سوالات کی معقولیت اور وزن سے مقالے کی اہمیت اور قدر و قیمت طے ہوتی ہے۔

تحقیق کے بنیادی سوالات کو نمبر وار ذکر کرنے سے پہلے ایک تعارفی پیرا لکھا جاتا ہے جس میں مسئلہ برائے تحقیق کی توضیح اور بیان ہوتا ہے۔ اس بیان کو تحقیقی مقالہ

---

[1] انٹرنیٹ کی مدد سے سابقہ کام کو جاننے، حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے سلسلے میں ملاحظہ ہو: خورشید احمد سعیدی، "علوم اسلامیہ میں تحقیقی مقالے کے موضوع کا انتخاب اور خاکہ سازی: جدید رہنما اُصول اور طریقے"، ششماہی علمی و تحقیقی مجلہ "معارف اسلامی"، فیکلٹی آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۱۳، شمارہ نمبر ۱، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء، ص ۸۳۔۱۱۸۔

کے سوالات کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ایک مقالہ نگار یہ واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ موضوع کے وسیع و عریض اور جدید و قدیم میدانوں میں سے کس جدید اور اچھوتے پہلو پر ایک مفید اور مطلوب تحقیق پیش کر رہا ہے۔ مقالہ نگار اپنے قاری کو یہ بتانے کی پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ کونسی مشکل ہے جو سابقہ یا معاصر محققین کی نظروں سے اوجھل رہی اور جو تاحال حل طلب ہے؟ یہ بہت ضروری ہوتا ہے کہ مقالہ نگار اُس خلا کی وضاحت کرے جو اَب تک کی تحقیقات سے رہ گیا ہے اور جس کی طرف پہلے کسی محقق نے اِلتفات نہیں کیا۔ اَفرادِ اُمت کو درپیش کسی مشکل مسئلہ کی واضح نشاندہی کر کے ہی کسی موضوع پر تحقیق پیش کی جانی چاہیے۔ اس کا فقدان مقالہ کی ایک بنیادی خامی شمار کی جاتی ہے۔[1]

سوال کی نوعیت کے متعلق اِن اُمور کا لحاظ کرنے سے مقالہ نگار ایک قابل اِشاعت مقالہ لکھنے کے لائق ہو سکتے ہیں۔ جب ایک جائزہ کار ان کے مقالے کا جائزہ لے گا تو اُسے یہاں کوئی خامی نہیں ملے گی۔ وہ بڑے اطمینان سے اِس عنصر کے پورے نمبر دے گا۔ اس کے بعد وہ اُٹھائے گئے سوال / سوالات کے جوابات کی علمیت، وُقعت استدلال، افکار کی ترتیب، منطقیت اور سوالات سے ہم آہنگی کا جائزہ لے گا۔ یہاں بھی وہ اگر مقالہ نگار کی مہارت سے متاثر ہو گیا تو مقالہ کی اشاعت کی سفارش کرے گا۔

(۲) موضوع پر تحقیق کی حدود

تحقیق کا عمل ایک مسلسل اور وسیع عمل ہے۔ بے شمار موضوعات ایسے ہیں جن پر بہت سے لوگوں نے نہ صرف ماضی میں لکھا بلکہ اَب بھی اُن پر اَن گنت اصحابِ

---

[1] تحقیق کے بنیادی سوالات کی تشکیل کے لیے مزید رہنمائی سابقہ فصل میں خاکہ سازی کے ایک عنصر "موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات" کے تحت پیش کردہ تفصیل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

قلم اپنی تحقیقات شائع کر رہے ہیں۔ تحقیقی کام زمان و مکان کی حدود میں مقید نہیں رہ سکتا۔ مختلف اَدوار میں ایک ہی موضوع پر کئی کئی کتب شائع ہوئی ہیں۔

کسی معروف پاکستانی یونیورسٹی کی لائبریری کے آن لائن کیٹالاگ میں کوئی کلیدی لفظ لکھ کر تلاش کریں تو ایک ہی موضوع سے متعلق کئی پُرانی اور نئی کتابوں کی دستیابی کا اندازہ ہو جائے گا۔ مثلاً ادارہ تحقیقات اسلامی نزد فیصل مسجد اسلام آباد کی لائبریری جو کہ ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری کے نام سے موسوم ہے کا آن لائن کیٹالاگ[1] یا اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کا آن لائن کیٹالاگ[2] یا پاکستانی تحقیقی مجلات میں اسلامی تحقیق کا اشاریہ[3] ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مختلف موضوعات پر اردو، انگریزی اور عربی وغیرہ زبانوں میں کتابوں کی بہتات ہے۔ اس لئے مقالہ نگار کو اپنے تحقیق طلب موضوع کی حدود ضرور بیان کرنی چاہئیں۔ اُسے واضح کرنا چاہیے کہ اس کا مقالہ سابقہ کام سے کیسے، کتنا اور کیوں مختلف ہے؟ اگر مقالہ نگار کو اس کے موضوع سے ملتا جلتا کام ملے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ واضح کرے کہ اس کا مقالہ شائع شدہ مقالات یا کُتب سے کیسے مختلف ہے؟ اور اس میں کیا نئی تحقیق شامل ہے؟

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ایک جگہ لکھتے ہیں: ’’جس طرح سفر پر روانہ ہونے سے پہلے مسافر کے لئے منزل کا تعین اور راستے کے نشیب و فراز سے آگاہ ہونا اور راہِ منزل کے خط [کذا] وخال اور معالم ونشانات جاننا بھی سہولت و افادیت کا باعث ہوتا ہے

[1] http://irikoha.iiu.edu.pk:64446/cgi-bin/koha/opac-main.pl

[2] http://library.iub.edu.pk/index.php

[3] http://iri.aiou.edu.pk/indexing/

اسی طرح کسی موضوع پر گفتگو کا آغاز کرنے سے قبل اس کی تعریف و تحدید اور اس کے لوازمات و ملابسات سے آگاہی بھی بے حد مفید و کارآمد ہوتی ہے۔"[1]

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے یہاں موضوع کی تعریف، تحدید اور اس کے متعلقات کی نشاندہی پر جس طرح زور دیا ہے اس سے نو آموز مقالہ نگار کئی مفید اسباق سیکھ سکتے ہیں۔ کسی بھی مقالہ میں بیان کردہ حدود کا اطلاق نظر آنا چاہیے کیونکہ اس سے تحقیقی عمل کے منضبط، مرتب اور منظم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

موضوع پر تحقیقی کام کو کئی لحاظ سے محدود کیا جا سکتا ہے۔ زمان کے لحاظ سے یا علاقے کے لحاظ سے، قدیم یا جدید کے لحاظ سے، منہج کے لحاظ سے، کسی دین و مذہب کے لحاظ سے یا کسی فرقے کے لحاظ سے، زبان کے لحاظ سے یا زیر مطالعہ ادب کی نوعیت (کتب تفاسیر، کتب شروح احادیث، کتب عقائد، کتب تاریخ، تحقیقی مجلات کے مقالات، کتب جدل و مناظرہ، وغیرہ) کے لحاظ سے یا ان علوم کی ذیلی شاخوں کے لحاظ سے۔

خوب سوچنا چاہیئے تاکہ موضوع وسیع ہو کر لا محدود نہ بن جائے۔ اگر بحث و تحقیق کی حدود بیان نہ کی جائیں تو اس کے متعلقہ تمام پہلوؤں اور قدماء کے ساتھ ساتھ متاخرین کی آراء کا احاطہ کرنا ناممکن بن جاتا ہے۔ موضوع زیر بحث کی حدود بیان نہ کرنا پیش کردہ مقالہ کی بہت بڑی خامی شمار کی جاتی ہے۔

(۷) موضوع پر تحقیق کے اہداف

مقالہ نگار کو چاہیے کہ وہ اپنے مقالہ کے مقدمہ میں مقالہ کے اہداف، مقاصد اور اغراض کی معقول وضاحت کرے۔ وہ صاف لفظوں میں یہ بتائے کہ اس کے مقالے

---

[1] ظہور احمد اظہر، پروفیسر ڈاکٹر، "حدیث نبوی کا بلاغی اعجاز"، مشمولہ سہ ماہی فکر و نظر (سیرت نمبر)، اسلام آباد، ج ۳۰، شمارہ ۱۔ ۲، محرم۔ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ۔ جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء، ص ۹۔

کی اشاعت کے بعد اور اس کے نتائج کی تنفیذ سے ملک پاکستان، پاکستانی معاشرے کے کسی طبقے، گروہ، پیشے، کسی پاکستانی ادارے، عالم اسلام، یا بحیثیتِ مجموعی انسانیت کو کیا فوائد حاصل ہوں گے؟ اہداف صرف دنیوی مفادات اور منافع تک محدود نہ ہو بلکہ خدمت خلق، للّٰہیت اور اخلاص نیت کے ساتھ ٹھوس اہداف بیان کیے جائیں۔ اس سلسلے میں باحثین اور محقق کو اس ارشاد ربانی کو مد نظر رکھنا چاہیے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [سورۃ ھود: 15، 16]

ترجمہ: جو لوگ (صرف) حیات دُنیا اور اُس کی زینت کے طالب ہیں ہم دُنیا میں انہیں اُن کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور وہ اُس میں کمی نہ کیے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور بے کار ہو گیا جو کچھ انہوں نے دُنیا میں کیا اور برباد ہے جو کچھ وہ کرتے تھے۔[1]

مقالہ میں پیش کردہ تحقیق کی ایسی اِفادیت نہ بتائی جائے، ایسے مقاصد کی جانب اشارہ نہ کیا جائے، اور ایسی اغراض کا تذکرہ نہ کیا جائے جن کا حصول تقریباً ناممکن ہو۔ ناممکن الحصول ہدف والے مقالے قابل اشاعت نہیں ہوتے۔ ایسے اہداف والی تحقیق کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔

(۸) موضوع پر تحقیق کا منہج

تحقیق طلب موضوع چاہے نظری نوعیت کا ہو چاہے تجربی اور اِطلاقی نوعیت کا اس پر کام کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مناسب منہج اور طریقہ تحقیق ضرور ہوتا ہے۔

---

[1] احمد سعید کاظمی، علامہ سید، **القرآن الحکیم مع ترجمہ البیان**، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، ط ۲، ۱۹۹۸ء۔

مشہور مناہج میں منہج استقرائی، استنباطی، تقابلی، کلامی، جدلی، تجزیاتی و تنقیدی، تاریخی، وصفی، وغیرہ شامل ہیں۔ مقالہ نگار کو چاہیے کہ وہ اپنے مقالے کے لیے ایسے منہج یا طریقہ تحقیق کی وضاحت کرے جو اس موضوع کے مناسبِ حال ہو۔ عنوان کی عبارت میں 'تحقیقی جائزہ' لکھ دینا کافی نہیں ہوتا کیونکہ 'تحقیقی جائزہ' کسی منہج کا نام نہیں ہے۔ مقالہ نگار کو اس طریقہ کی وضاحت کرنی چاہیے جس سے اُس کی تحقیق کے بنیادی سوالات کے جوابات مل جائیں گے۔ بعض موضوعات ایسے ہوتے ہیں جن کے سوالات کے جوابات تک پہنچنے کے لیے ایک سے زائد مناہج کی ضرورت ہوتی ہے۔ مقالہ نگار کو اس نکتے پر ضرور اظہار خیال کرنا چاہیے۔ قابل اشاعت سمجھے جانے والے مقالہ کی یہ علمی خوبی ہوتی ہے کہ اس کا مصنف ابتداء ہی میں اپنے معقول منہجی اور منطقی طرزِ استدلال کی توضیح کرتا اور آخر تک اُس کی پیروی کرتا ہے۔ اِس لیے مقالہ نگار علوم اسلامیہ میں استعمال ہونے والے مختلف مناہج اور طرق بحث کی گہری معرفت حاصل کرے۔ اور اپنے منتخب موضوع پر تحقیق کے لیے بہترین اور انسب منہج کو اختیار اور استعمال کرے۔

منہج کے حوالے سے ڈاکٹر محمد سجاد نے ایک بڑی ضروری، مفید اور پتے کی بات بتائی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر تفسیر قرآن مجید کے متعلق موضوع ہے تو تفسیر کا منہج اِختیار کیا جائے، اگر موضوع کا تعلق حدیث اور علوم حدیث سے ہے تو حدیث کا منہج اختیار کیا جائے۔ عموماً مقالہ نگار کچا پکا کام کرتے ہیں۔ عنوان بہت عمدہ ہوتا ہے مگر مواد جہاں سے بھی ملا، جس طرح کا ملا، جس سطح کا ملا جمع کر دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جمع بھی چلیں ٹھیک ہے لیکن جمع کرنے کے بعد کوئی منہج تو اختیار کر لیں۔ یہ بڑی ضروری بات ہے کہ جو متقدمین ہیں پہلے اُن کے موقف اور رائے کو آنا چاہیے، پھر جو متاخرین ہیں ان کی رائے اور موقف لانا چاہیے اور اِن کے بعد جو جدید نقطۂ نظر ہے اُسے پیش کیا جانا چاہیے۔ لیکن لکھتے کیا ہیں کہ علامہ قرطبی نے یہ لکھا ہے، ابن کثیر نے یہ لکھا ہے اور درمیان میں علامہ

سید مودودی نے یہ بات کہی ہے، علامہ ابن تیمیہ نے یہ بات لکھی ہے، مولانا فراہی نے یہ کہی ہے، اب کوئی ترتیب ہی نہیں ہے۔ کوئی منطقی، کوئی تاریخی، کوئی زمانی، کوئی سبجیکٹ کی تقسیم۔[1]

ڈاکٹر محمد سجاد نے بالکل درست فرمایا ہے۔ جو اُصولی نکات انہوں نے بیان کیے ہیں ان کا لحاظ نہ رکھا جائے مقالہ ادھر ادھر سے جمع کردہ مواد کا ایک ملغوبہ تو ہو سکتا ہے ایک منفعت بخش تحقیق قطعاً نہیں۔

یہاں تک اُن عناصر کی توضیح اور تشریح پیش کی گئی ہے اور اُن کے تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہیں ایک مقالہ نگار اپنے مقالہ کے ابتدائی ڈیڑھ دو صفحات پر پھیلے مقدمہ میں بالاختصار بیان کرتا ہے۔ ان کے بعد مقالے کا دوسرا بڑا حصہ شروع ہوتا ہے جسے صُلبِ موضوع کہا جاتا ہے۔ اب صُلبِ موضوع کے اجزاء اور انہیں لکھنے کے تقاضے ملاحظہ فرمائیں۔

5. صُلبِ موضوع اور اُس کے عناصر ترکیبی

صُلبِ موضوع سے مراد منتخب موضوع کی مرکزی بحث ہے۔ اِسی کے لیے موضوع منتخب کیا جاتا ہے اور اسی میں محقق کی شخصیت، کاوش اور موقف کے اصل خد وخال سامنے آتے ہیں۔ یہ مرکزی بحث مختلف عناصر ترکیبی سے تشکیل پاتی ہے۔ یہاں مقالہ نگار کو جن اُمور کا خاص خیال رکھنا ہوتا ہے اُن میں یہ نو بہت اہم ہیں:

(۱) مباحث و مطالب کی تقسیم کا خاکہ، (۲) پیراگرافوں اور اقتباسات میں ربط، (۳) احادیث کے اقتباسات اور اُن پر حکم، (۴) اِملاء، رسم الخط اور رموزِ اوقاف، (۵)

---

[1] محمد سجاد، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

تحقیقی مقالے کی زبان اور اُسلوب، (۶) صحت متن، (۷) رَسمیاتِ مقالہ، (۸) مقالے میں مذکور شخصیات کے تراجم، اور (۹) اخلاقیاتِ تحقیق۔

اِن کے تقاضے اور لکھنے کے مناسب طریقے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

(۱) مباحث و مطالب میں مقالہ کی تقسیم اور خاکہ

مقدمہ کے بعد اور صُلبِ موضوع سے پہلے موضوع کا خاکہ (Outline) دینا چاہیے۔ خاکے کا فقدان ایک ایسی عام کمزوری ہے جو اکثر مقالات میں پائی جاتی ہے۔ کسی بھی تحقیق طلب موضوع کے متعدد پہلو ضرور ہوتے ہیں۔ انہی مختلف جوانب کی وجہ سے وہ مقالہ مباحث، مطالب یا نکات میں تقسیم ہوتا ہے۔ مقالہ نگار کو چاہیے کہ وہ صُلبِ موضوع اور اپنے مقالہ کے مرکزی حصّے کو شروع کرنے سے پہلے ایک یا آدھے صفحہ پر مقالے کے مندرجات کا خاکہ لکھے۔ اس تقسیم کی مدد سے جہاں ایک طرف مقالہ نگار کو اپنی تحقیق کے متعدد پہلوؤں اور مختلف جوانب کو معقول علمی ترتیب اور ربط سے پیش کرنے میں آسانی ہوتی ہے وہاں اس تحقیق کا مطالعہ کرنے والے کسی قاری کو مقالہ نگار کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں بھی بہت آسانی ہوتی ہے۔

اس طریقہ سے ایک طرف مصنف کو اپنامافی الضمیر اور تحقیق پیش کرنے میں آسانی ہوتی ہے تو دوسری طرف قارئین کو اُس تحقیق کی کڑیوں کو جاننے اور اُن کے ذریعے دیئے گئے پیغام کو سمجھنے میں دیر نہیں لگتی۔ اس لیے مقالہ نگار کو چاہیے کہ اپنے کام کی ساخت اور ترکیب ایسی بنائے کہ اس کا مقالہ قابلِ اشاعت مقالات میں شامل ہو جائے۔ اس کا ایک نمونہ زیر نظر فصل کے شروع میں بھی پیش کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالات میں بحث کے خاکہ کے عدم وجود پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ انگریزی اور عربی میں لکھنے والے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ پورا خاکہ پہلے بیان کر دیتے ہیں۔ مقالے کا عنوان یہ ہے، منہج یہ ہے، اہداف یہ ہیں اور اس کی تقسیم یہ ہے۔ اتنی فصول ہیں، اتنے مباحث اور اتنے مطالب ہیں۔ مقالہ نگار پہلے ایک دو

صفحوں کے اندر پورا خاکہ بیان کر دیتا ہے۔ پھر ترتیب سے ہر چیز کو مقالے میں زیر بحث لاتا ہے۔ اردو میں اس کی کوئی روایت نہیں۔ حالانکہ ایسا ہونا چاہیے تاکہ پتا چلے کہ لکھنے والے نے کاپی پیسٹ نہیں کیا بلکہ اپنا input مقالہ کے اندر دیا ہے۔ یہ بہت مفید چیز ہے کیونکہ اس سے مقالہ نگار مقالے کو جتنا تقسیم در تقسیم کرے گا اتنا ہی اُس کا Vision کھل کر، صاف اور واضح انداز میں پیش ہو گا۔

اگر وہ صرف سیدھے سیدھے پیراگراف لکھتا جائے گا تو یہ بہت مشکل پیدا کریں گے۔ پڑھنے والے کے پاس بھی اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ رُک رُک کر مقالے کے اندر مقالہ نگار کی فلاسفی کو سمجھے۔ اس لیے عربی اور انگریزی مقالات میں بہت اہتمام ہوتا ہے۔ یہ ہم نے دیکھا ہے لیکن اردو میں تو آج تک دو چار دوستوں کے علاوہ ہم نے کسی کا ایسا مقالہ نہیں دیکھا جس میں وہ پورا خاکہ discuss اور بیان کرتے ہوں۔[1]

(۲) پیراگرافوں اور اقتباسات میں ربط

یہ صُلبِ موضوع کا سب سے اہم عنصر ہے۔ مقالہ نگار کو چاہیے کہ موضوع کے متعلق اپنے افکار کی کڑیوں کو بیان کرنے والے مختلف پیراگرافوں میں گہرا ربط پیدا کرے۔ اس کی کمی عموماً وہاں زیادہ محسوس ہوتی ہے جہاں اقتباسات ہوتے ہیں۔ ربط پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اقتباس لانے سے پہلے اقتباس کے لیے دو تین تعارفی جملے لکھے جائیں۔ پھر اقتباسات پر تعقیب یا تبصرہ بھی لازماً ہو۔ اقتباسات کا تجزیہ و تحلیل کر کے اُن کی وجہ استدلال بیان کی جائے کہ نقل کردہ اقتباس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کس چیز کی نفی ہوتی ہے؟ کس موقف کا رد ہوتا ہے؟ اس میں پیش کیے گئے افکار دُرست ہیں یا غلط، مفید ہیں یا غیر مفید، وغیرہ۔

---

[1] حوالہ مذکور۔

اقتباسات دراصل محقق کے موقف کی سچائی کو ثابت کرنے والے شواہد ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا مستند، معتبر، معقول، مناسب اور نپا تُلا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اقتباس میں اگر قرآنی آیات ہیں تو اُن کی صحت کا سو فیصد یقین کر لینا محقق کے لیے اوّلین درجے کی ذمہ داری ہے۔ اقتباس اگر کسی عربی، انگریزی یا فارسی متن کا ترجمہ ہے تو مقالہ نگار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود ترجمہ کا ناقدانہ جائزہ لے۔ وہ اِس بات کو یقینی بنائے کہ ترجمہ اصل متن کے پیغام اور اُس کی روح کی بالکل دُرست نمائندگی کر رہا ہے۔ اِن مقامات پر محقق کی شخصیت واضح طور پر متحرک اور فعال نظر آنی چاہیے۔ اسی طرح پیراگرافوں میں بیان کردہ نکات کو باہم مربوط کرنے کے لیے بھی کچھ جملے لکھنے چاہئیں۔ مقالہ کی تیاری کے وقت اس خامی کو ہر حال میں دور کرنا بہت ضروری ہے۔

اقتباسات اور عبارات میں ربط کے سلسلے میں ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ اکثر مقالہ نگار ہر قسم کا مواد جمع کر کے ایک ملغوبہ سا بنا دیتے ہیں۔ وہ کوئی نتائج نہیں نکالتے اور نتائج نکالنے کا کام قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی جو اقتباسات جمع کر دیے ہیں اُن میں ربط نہیں ہے۔ کیوں اقتباس لیا ہے؟ یہاں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ اس سے نتائج کیا نکالے ہیں؟ ایک اقتباس، پھر دوسرا، پھر تیسرا، پھر چوتھا! الغرض اقتباسات کی بھرمار ہوتی ہے۔ اُن میں تجزیہ نہیں ہوتا اور اس سے نتائج نہیں نکالے جاتے۔ اس سے مقالے کے مرکزی موضوع کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہوتا۔[1]

ڈاکٹر صاحب نے اس وضاحت میں اقتباسات کے متعلق جو بنیادی اور لازمی امور کی تفصیل سے وضاحت کی ہے اور جن مرکزی خامیوں اور کمزوریوں کا تذکرہ کیا ہے وہ بہت توجہ طلب ہیں۔ نو آموز اور مبتدی مقالہ نگاروں کو چاہیے وہ انہیں سمجھیں اور آئندہ اپنے مقالات میں سیکھے ہوئے سبق کا استعمال کریں تاکہ اُن کے مقالات قابل

[1] حوالہ مذکور۔

اشاعت کی فہرست میں آسانی سے شامل ہو سکیں۔ اس سلسلے میں آپ گزشتہ فصل میں اطلاق اصول تحقیق کے تحت پیش کیے گئے مباحث کو طرح ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) احادیث کے اقتباسات اور اُن پر حکم

حدیث کیونکہ علوم اسلامیہ کے بنیادی مصادر میں سے دوسرے درجے پر ہے اس لیے حدیث کی نقل، اِس کے اعراب اور اس پر محدثین کے حکم کو بیان کرنے میں بھی خاص اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر مروجہ صورت حال کیا ہے؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد سجاد نے اپنے طویل تجربات کی روشنی میں مقالہ نگاروں کے رویے پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے مقالہ نگاروں کی سب سے زیادہ سُستی یا کمزوری کا جو عمل دیکھنے میں آتا ہے وہ حدیث کے متعلق ہے۔ جہاں تک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا تعلق ہے تو اُن کا معاملہ دوسری کُتبِ حدیث سے مختلف ہے۔ اگر مقالہ میں کوئی حدیث صحیحین سے آجاتی ہے تو اس میں چلیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُس پر کلام نہیں، سوائے چند احادیث کے۔

لیکن اس کے علاوہ تمام مصادرِ حدیث سے لی جانے والی حدیث پر حکم لگانا ضروری ہوتا ہے۔ مقالہ نگاروں کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ حدیث نقل کر دیتے ہیں مگر اس پر حکم کی کوئی بات نہیں کرتے۔ یہ حدیث کس درجے کی ہے؟ اس سوال کا جواب دینا اور اس حدیث کی مکمل تخریج کرنا بہت ضروری اور مطلوب عنصر ہے۔ صرف یہ کافی نہیں ہے کہ اُن ساری کتابوں کے نام لکھ دیئے جائیں جہاں سے حدیث آئی ہے بلکہ یہ بھی بتایا جائے کہ اس پر محدثین کا حکم کیا لگا ہے؟ یہ کتنی معتبر حدیث ہے؟ یہ مشہور ہے، عزیز ہے، غریب ہے؟ اس میں کہیں کوئی ایسا پہلو ہو تو حواشی میں تخریج کے اندر آجانا

چاہیے تاکہ آپ جن احادیث کو نقل کر رہے ہیں اُن کی استنادی حیثیت اور مقام و مرتبہ معلوم ہو جائے۔[1]

انٹرویو کے دوران جب میں نے ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا کہ حدیث پر حکم لگانا تو عام مقالہ نگاروں کے لیے ممکن نہیں ہے بالخصوص وہ جنہیں حدیث کے میدان میں تخصص کا درجہ حاصل نہیں ہے تو ان کے لیے کوئی ایسی کتاب، کوئی ایسا طریقہ بتا دیں جو انہیں اس سلسلے میں کام دے سکے، تو انہوں نے کہا کہ صحیحین سے لی جانے والی حدیث کا کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے۔ اس کی بات ہم پہلے کر آئے ہیں۔ صحاح ستہ کی باقی کتابوں میں ایک جامع ترمذی ہے۔ اس میں امام ترمذی خود بتاتے ہیں کہ حدیث کس درجے کی ہے۔ صحیح ہے، حسن ہے، غریب ہے۔ پھر سُنن کی جو کتابیں ہیں یعنی سُنن ابن ماجہ، سُنن ابی داؤد، سُنن نسائی ان کے بارے میں شیخ احمد شاکر سے لے کر شیخ ناصر الدین البانی تک کی تحقیقات موجود ہیں۔ اس سے مقالہ نگار فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کثرتِ طرق سے کوئی حدیث اور جگہ سے بھی مل جاتی ہے تو اس جگہ حکم بھی موجود ہوتا ہے۔ آپ آج سند بھی دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے سوفٹ ویئر موجود ہیں جن کی مدد سے آپ خود بھی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے؟[2]

اس سلسلے میں طلبہ الباحث الحدیثی کی ویب سائٹ سے بھی بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ حدیث کا حکم جاننے کے لیے یہ ویب سائٹ مفید وسیلہ ہے۔[3]

---

[1] حوالہ مذکور۔

[2] حوالہ مذکور۔

[3] الباحث الحدیثی کی ویب سائٹ یہ ہے: https://sunnah.one/

(۴) املاء، رسم الخط اور رموزِ اوقاف

کسی بھی تحریر کی بہتر تفہیم کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مقالہ نگار املاء، رسم الخط، رُموزِ اَوقاف اور رسمیات کا پورا لحاظ رکھے۔ بہتر ہوتا ہے کہ مقالے میں قرآنی آیات کا خط، عربی عبارات کا خط، فارسی اقتباسات کا خط اور اردو متن کا خط مختلف ہوں۔ راقم الحروف کے نزدیک آیاتِ قرآنی کے لیے المصحف یا محمدی فونٹ کا استعمال کرنا بہتر ہے۔ آیت کے کلمات کے اردگرد پھول دار چھوٹی بریکٹ استعمال کی جائے۔ عربی عبارات کے لیے ٹراڈیشنل عریبک کا فونٹ اختیار کیا جائے۔ اسی طرح فارسی زبان کے اقتباسات کے لیے جو فونٹ ان کے مناسب ہو اور اردو کے لیے جمیل نوری نستعلیق فونٹ کو ترجیح دی جائے۔ اس کے ساتھ متن میں اُردو رُموزِ اوقاف کے انتخاب اور مناسب استعمال کو مطلوبہ معیار تک برقرار رکھا جائے۔ سکتہ (،)، رابطہ (:)، وقفہ (؛)، قوسین () یا [ ]، خط یا ڈیش (ـ)، نقطے (...)، لفظی اقتباس کے لیے واوین ("")، وغیرہ کا درست استعمال کرے۔

زبان اور رموزِ اوقاف کے حوالے سے جو بڑے مسائل ایک جائزہ کار کو مقالات میں ملتے ہیں اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ فقرے بہت لمبے اور طویل ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ پورا پیراگراف بلکہ پورا صفحہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کہیں فل اسٹاپ یا کامہ بالکل نہیں ہوتا۔ بات ختم ہوتی ہے 'اور' شروع ہو جاتا ہے، 'اور' ختم ہوتا ہے، 'چونکہ' شروع ہو جاتا ہے، 'چونکہ' ختم ہوتا ہے تو 'چنانچہ' آ جاتا ہے۔ یعنی وہ کہیں رُکتے ہی نہیں ہیں۔ مقالہ نگار اپنی بات میں سانس ہی نہیں لیتا۔ اس کی پوری عبارت میں معقول اور مناسب ربط نہیں ہوتا۔

اسی طرح تدوین کے مراحل اور مسائل ہیں۔ تدوین مقالات میں مقالہ نگار جو کر لیتا ہے مدیر بھی اس کو ویسے کا ویسے لے لیتا ہے چونکہ اس کے پاس وقت نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مقالہ نگار مقالہ کمپوز کر کے، خود سیٹ کر کے اور اپنے طور پر بنا سنوار کر بھیجتے ہیں۔ مدیر کے پاس اگرچہ وقت کی کمی اور تنگی ہوتی ہے لیکن مدیر کو بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ زبان بہتر کرے، مناسب تدوین کرے، وہ اس میں غیر مناسب الفاظ اور غیر علمی عبارات کو نکال دے یا انہیں بہتر کر دے۔[1]

اس سلسلے میں مقالہ نگاروں کے لیے رشید حسن خان کی کتاب ''اردو اِملا'' اور اعجاز راہی کی کتاب ''اِملاء و رموز او قاف کے مسائل'' کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہو گا۔[2] کچھ اضافوں اور مناسب ترمیم کے ساتھ یہ بحث ڈاکٹر عبد الحمید عباسی کی کتاب ''اُصول تحقیق'' میں بھی ملتی ہے۔[3] اُردو زبان میں علوم اسلامیہ سے متعلق مقالہ لکھنے والے اِس کے باب ۱۳ اور ۱۴ کا مطالعہ ضرور کریں۔ اسی جگہ ایک اور بات کا دھیان رکھنا بھی مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے اور وہ ہے زبر زیر پیش کا استعمال۔ جہاں کہیں خدشہ ہو کہ قاری کو کسی لفظ کا درست تلفظ معلوم نہیں ہو گا وہاں زبر، زیر، پیش، شد مد وغیرہ لکھ دینا چاہیے۔[4]

---

[1] حوالہ مذکور۔

[2] ملاحظہ ہو: رشید حسن خان، اردو املا، مجلس ترقی ادب لاہور، ط ۱، ۲۰۰۷ء اور اعجاز راہی، اِملاء و رموز او قاف کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ط ۱، ۱۹۸۵ء۔

[3] ملاحظہ ہو: عبد الحمید خان عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، اُصول تحقیق، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ط ۲، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۹۱۔ ۳۱۰ اور ص ۳۱۵۔ ۳۲۹۔

[4] اس سلسلے میں طالب الہاشمی کی کتاب ''اصلاحِ تلفظ و اِملا: صحیح بولیے۔ صحیح لکھیے'' القمر انٹر پرائزز، لاہور، س ن، کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہو گا۔ یہ انٹرنیٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔

کوئی ایسا لفظ یا اِصطلاح متن میں آ جائے جس کے بارے میں گمان غالب ہو کہ قارئین کو اس کا مفہوم معلوم نہیں ہو گا تو حاشیے میں اس کی توضیح کر دینی چاہیے تاکہ اس تحریر کا معیار بلند رہے اور ابلاغ میں کسی قسم کی رُکاوٹ باقی نہ رہے۔

(۵) تحقیقی مقالے کی زبان اور اُسلوب

ایک قاری کو جو تحریریں پڑھنے کو ملتی ہیں ان کی زبان اور اُسلوب خطیبانہ، پُر آرائش، مبالغہ آمیز، لفاظی سے بھرپور، تناقض وتضاد کے عناصر پر مشتمل، ضعفِ استدلال، شاعرانہ، رنگین بیانی والا ہو سکتا ہے۔ مگر ایک تحقیقی مقالے کی زُبان اور اُسلوب کیسا ہونا چاہیے؟ پختہ مزاج محققین کے نزدیک مقالہ کی زبان عامیانہ اور بازاری نہیں ہونی چاہیئے۔ مقالے کا اُسلوب نگارش خطیبانہ انداز اور تناقض و تضاد سے پاک ہونا چاہیے۔ استدلال میں کمزوری نہیں ہونی چاہیئے۔

اسی تناظر میں ایک مسلمان محقق کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک نہیں بھولنا چاہیے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾[1]

ترجمہ: اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پختہ بات کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست فرمادے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی پائی۔

معروف محقق سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ " ... راہ راست نہ چھوڑو اور سیدھی بات کرو، اس میں جھوٹ نہ ہو، فریب نہ ہو، چاپلوسی اور منافقت نہ ہو کہ کج زبانی بے شمار مصیبتوں کا اصل ہے۔ اگر زبان اور قول سچا اور صحیح رہے گا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سنوار دے گا۔ تمہیں صلاحیت عطا فرمادے گا،

[1] سورۃ الاحزاب:70، 71.

تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا، یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محتشم علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت کرے گا تو وہ شاندار کامیابی و کامرانی پائے گا۔"[1]

اس سلسلے میں ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے معروف محقق عبد الرزاق قریشی کی ایک قابل قدر بات نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "تحقیقی مقالہ چونکہ واقعات و حقائق پر مبنی ہوتا ہے اس لیے اس میں لفاظی یا افسانہ طرازی، خطابات یا شاعرانہ رنگین بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ یہ باتیں مقالے کی عظمت کو کم کرتی ہیں۔"[2] نثار احمد قریشی بھی اسی بات کی تائید میں لکھتے ہیں: "کسی بھی تحقیقی کارنامے میں زبان اور اُسلوبِ بیان کی اہمیت بنیادی اور اساسی ہے اور اُسے نظر انداز کرنے سے تحقیق اپنے مقام و مرتبے سے گر جاتی ہے۔"[3]

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ایک جگہ حکم دیا ہے: ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ، وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾[4]۔

---

[1] سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، **جمال الایمان تا مفاہیم القرآن**، (راولپنڈی: جامعۃ الزہراء اہل السنت، ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء)، ص ۹۴۴۔ سید ذاکر حسین شاہ سیالوی معروف عالم دین اور مبلغ اسلام تھے، مفسر قرآن تھے۔ انہوں نے ایک ضخیم تفسیر اور دوسری مختصر تفسیر قرآن لکھی تھی۔ کئی قیمتی کتب کے مصنف تھے۔ آپ عرصہ دراز تک اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

[2] دیکھیے: ڈاکٹر نثار احمد قریشی، "تحقیق میں زبان اور اُسلوب کی اہمیت" مشمولہ (عطش دُرانی، اُردو تحقیق: منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ط۱، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۰۰۔

[3] حوالہ مذکور، ص ۱۹۹۔

[4] سورۃ النحل، آیات نمبر ۱۲۵، ۱۲۶۔

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور اُن پر حجت قائم کیجئے احسن طریقہ سے، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔ اور اگر تم اُنہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی، اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر بہت اچھا ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔[1]

اسی آیت مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر قاضی عبد القادر لکھتے ہیں:

"یہی ہمارا اُصول شائستگی ہے جس کا مقصد تحریر و تقریر میں اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ ایسے الفاظ سے پرہیز کیا جائے جس سے سُننے والے اور پڑھنے والے کی دل آزاری ہو سکتی ہو۔ گفتگو اس انداز میں ہو کہ بات کہنے اور سُننے والے کے درمیان دُوری کا اِمکان نہ رہے۔ اگر فاصلے ہیں تو کم ہو جائیں۔ کسی کی تضحیک نہ ہو اور استہزا کا رنگ نہ آئے۔ اس طرف منطقی بھی توجہ دلاتے ہیں کہ اپنی بات قبول کرانے کے لئے اپنی دلیل میں دوسروں کو نشانہ نہ بنائیں۔ نہ اپنی مظلومیت کا مظاہرہ کر کے بات منوانے کی کوشش کی جائے۔"[2]

اپنے اس بیان میں ڈاکٹر قاضی عبد القادر نے بہت خوبصورت بات کی ہے۔ اس میں انہوں نے مؤثر تحریر کی خوبیاں اور مقالہ نگار کی بہترین فکر کی وضاحت کی ہے۔ اسی سوچ کو قدرے سادہ انداز میں مگر بعض ضروری اُمور کا اضافہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی کہتے ہیں کہ اتنی بات کافی نہیں ہے کہ مقالہ کا موضوع بہت اچھا ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اُسے کس انداز میں پیش کیا گیا ہے؟ مثلاً قرآن کی دعوت کے جو اُصول ہیں اُن میں ہمیں نظر آتا ہے کہ ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

---

[1] احمد سعید کاظمی، علامہ سید، البیان، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، ط ۲، ۱۹۹۸ء۔

[2] عبد القادر، ڈاکٹر قاضی، تصنیف و تحقیق کے اُصول، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط ۱، ۱۹۹۲ء)، ص ۵۳۔

الْحَسَنَۃِ﴾۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جو بات ہے وہ وزنی ہو لیکن بات کا صرف وزنی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ بات آپ احسن طریقے سے کریں۔ یعنی آپ کا اپنی تحقیق کو پیش کرنے کا انداز بھی بہت اچھا ہو۔ تحقیق کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کرنا چاہیے۔ اُسلوبِ تحریر، اندازِ بیان، آدابِ کلام، گفتگو کا سلیقہ ہے ان تمام چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

اُسلوب کے حوالے سے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ آپ پہلے اپنے مخاطبین اور قارئین متعین کر لیتے ہیں کہ وہ کون ہیں؟ جن لوگوں کی طرف آپ کا روئے سُخن ہے وہ اگر ایک علمی حلقہ ہے تو آپ کا اسلوب تھوڑا علمی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے مخاطبین عوام الناس ہیں تو آپ کا اسلوب زیادہ سلیس اور سادہ ہونا چاہیے۔ یہ چیزیں موقع محل اور موضوع کی مناسبت سے دیکھی جاتی ہیں۔[1]

اِن دونوں محققین کی باتوں میں مقالہ کی زبان اور اُسلوب کے حوالے سے بہت عمدہ نکات سامنے آ گئے ہیں۔ نو آموز مقالہ نگار اِن پر عمل کر کے اپنے مقالے کو جاندار بنا سکتے ہیں۔ چونکہ انہیں اپنی تحقیق کے نتائج اپنے قارئین تک پہنچانا ہوتے ہیں اس لئے یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اِبلاغ ہو جائے۔ ابلاغ کے لیے ضروری ہے کہ مقالہ نگار کے الفاظ اور جملے اپنے قاری کو مسلسل اپنی جانب متوجہ رکھیں۔ اَیسا اُس صورت میں ممکن ہوتا ہے جب الفاظ اور جملوں کی ترتیب اور بناوٹ میں کوئی خلل نہ ہو۔ اجزائے کلام یعنی اسمائے اشارات، ضمائر، فاعل، اَفعال، مفعول، حروف عطف، اضافتیں، مترادفات، مرکبات توصیفی، مرکبات اضافی، وغیرہ سب اپنے درست مقام پر لکھے جائیں۔ اِن سب کے استعمال میں واحد جمع اور مذکر مؤنث کی دُرستی کا پورا خیال رکھا جائے۔ جملوں کی اقسام پر پوری توجہ رہے۔ دیکھا جائے کہ جملہ خبریہ، جملہ انشائیہ، جملہ

---

[1] محی الدین ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

سوالیہ، جملہ استعجابیہ، وغیرہ اپنے لوازمات کے ساتھ بر محل استعمال ہوئے ہیں۔ اِن جملوں میں جن شخصیات کا ذکر ہو اُن کے علمی مقام، قومی و دینی خدمات، ملی کردار وغیرہ کا مناسب الفاظ سے اظہار کیا جائے۔

اِس لیے مقالہ نگار بار بار خود سے پوچھے کہ جن الفاظ و تراکیب کا اس نے چناؤ کیا ہے اور جملوں کی جو ساخت اس نے اختیار کی ہے کیا اُن سے اس کی تحقیق کا پیغام قارئین تک پہنچ جائے گا؟ کیا اس مثبت پیغام سے تعمیری نتائج اور مطلوب اثرات کی قوی امید لگائی جا سکتی ہے؟ ان سوالات کے پیش نظر جہاں محسوس ہو اُسے اپنے الفاظ ،اصطلاحات، تراکیب، اور جملوں کی ساخت میں مطلوبہ اصلاح اور ترمیم کرنا چاہیے اور کوئی رخنہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔ اس سے مقالہ کی اشاعت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

(۲) صحت متن

مقالے کی کمپیوٹر کمپوزنگ میں کئی طرح کی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً کسی لفظ کا آخری حرف اگلے لفظ کے پہلے حرف سے جڑ جاتا ہے؛ کسی لفظ کا دوسرا جزیا آخری حرف اگلی سطر میں چلا جاتا ہے؛ ح کو ھ اور ذ کو ز لکھ دیا جاتا ہے؛ بعض اوقات کاپی پیسٹ کرتے وقت ضرورت سے کم یا زیادہ متن کاپی پیسٹ ہو جاتا ہے۔ اِن تمام غلطیوں سے مقالہ کو پاک اور صاف ہونا چاہیے۔ مزید بر آں، الفاظ کے درمیان فاصلہ دُرست اور پیراگرافوں کی لمبائی میں توازن ہونا چاہیے۔ ہر پیراگراف کی پہلی سطر کو مناسب فاصلہ یا ایک ٹیب (tab) دے کر لکھنا چاہیے اور ایسا ہر پیراگراف کی پہلی سطر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ جہاں مختلف نکات بیان کرنا ہوں وہاں ضرورۃً اعداد کا استعمال کرنا چاہیئے۔ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ ایسی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں جو مقالے کے پیغام کو قارئین تک پہنچانے میں حائل ہو سکتی ہیں۔

(۷) رسمیاتِ مقالہ

رسمیاتِ مقالہ سے یہاں ایسے اُصول وضوابط مراد ہیں جن کا محققین کے ہاں رواج بن چکا ہے، جو تحقیقی اداروں میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ان کا تعلق معلومات سے ہے۔ یہ کہاں سے، کیسے، کونسی اور کتنی اخذ کی جائیں گی؟ ان میں سے کونسی معلومات مقالات میں پیش کرنا ضروری سمجھی جاتی ہیں؟ انہیں پیش کرنے کا طریقہ اور ترتیب کیا ہے؟ وغیرہ۔

جب ایک محقق تحقیقی موضوع پر کام کرنا شروع کرتا ہے تو اسے جو مواد ملتا ہے اس کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک جلد پر مشتمل کتاب، ایک سے زیادہ جلدوں پر مشتمل کتاب، کئی جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا، تحقیقی مجلہ میں شائع شدہ مقالہ، اخبار، ماہ نامہ رسالہ، سہ ماہی جریدہ، شش ماہی مجلہ، سالنامہ، انٹرویو، سوالنامہ، ٹی وی یا ریڈیو پر نشر ہونے والا مباحثہ، خط، ای میل، مسوّدہ یا مخطوطہ، وغیرہ۔

اسی طرح اِن میں سے کسی بھی ماخذ کا ایک مصنف، مؤلف، مرتب، ایڈیٹر، مترجم بھی ہو سکتا ہے اور ایک سے زیادہ بھی۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی محقق کو ایک ماخذ سے ایک یا زائد اقتباسات کی ضرورت محسوس ہو۔ اقتباسات کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ متن کے کسی لفظ یا اصطلاح کی وضاحت کے لیے حاشیے یا تعلیق کی ضرورت ہو۔ اِن تمام معاملات کے اپنے اپنے تقاضے ہیں جنہیں پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ مزید بر آں مقالہ نگار کو زیرِ صفحہ یا مقالہ کے آخر میں حوالے پیش کرنا ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حوالہ، حاشیہ، تعلیق وغیرہ میں کن کن معلومات کو پیش کرنا لازم ہوتا ہے اور یہ کہ ان معلومات کی ترتیب میں کن تقاضوں کو پورا کرنا تحقیقی کام کا ناگزیر حصہ ہوتا ہے۔

یہ بہت اہم امور ہیں اِن کی کچھ تفصیل گزشتہ ایک فصل میں دی گئی ہے۔ مزید کے لیے مقالہ نگاران اُن کتب کی طرف رجوع فرمائیں[1] جن میں ان امور پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ علوم اسلامیہ کے متعلق مقالہ لکھنے والے نو آموز تحقیق کاروں کے لیے ڈاکٹر عبد الحمید عباسی کی کتاب "اصول تحقیق" کے باب ۱۵ اور ۱۶ کا مطالعہ بہت فائدہ دے گا۔[2]

پورے مقالہ میں مقالہ نگار ضروری جگہوں پر حاشیے لکھے۔ تعلیقات سے اپنی گفتگو کو واضح اور پختہ بنائے۔ اقتباسات کی صحت کا مکمل خیال رکھے۔ لفظی اقتباس مصدر کی چھ سطروں سے زائد نہ ہو۔ حوالہ جات میں ہر اقتباس کی سند یعنی مصدر و مرجع کی مکمل معلومات رائج طریقے اور ترتیب سے پیش کرے۔ قرآن مجید کی آیات کے حوالے درست دے اور آیات پر زبر زیر پیش وغیرہ حرکات بھی درست لگائے۔ حدیث کے متن کی دُرستی کا یقین کیا کرے۔ حدیث کا حوالہ تخریج حدیث کے اُصولوں کے مطابق پیش کرے۔ باقی مصادر و مراجع کی معلومات میں بھی کسی غلطی اور خطا کا شکار نہ ہو۔ فُٹ نوٹس یا اختتامی نوٹس میں حوالہ کے پورے عناصر متداول ترتیب سے ذکر کرے۔ مزید

---

[1] مثلاً ملاحظہ ہو: ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مقالہ "جدید رسمیاتِ تحقیق"، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی کا مقالہ "اُردو میں حوالہ نگاری"، ڈاکٹر ارشاد احمد شاکر اعوان کا مقالہ "حواشی و تعلیقات" مشمولہ: عطش دُرانی، اُردو تحقیق: منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ط ا، ۲۰۰۳ء؛ مزید دیکھیے: ڈاکٹر عطش دُرانی، جدید رسمیاتِ تحقیق، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط ا، ۲۰۰۵ء، کا گیارھواں باب (اُسلوبیات) اور تیرھواں باب (حوالہ و کتابیات نگاری)۔

[2] ملاحظہ ہو: عبد الحمید خان عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، اُصول تحقیق، حوالہ مذکور، ص ۳۲۳۔۳۵۳ اور ۳۵۷۔۳۶۸۔

بر آں، جیسے انگریزی زبان کی کتاب کا نام، حوالہ اور اس کی متعلقہ معلومات کو انگریزی حروف اور خط میں لکھا جاتا ہے اسی طرح عربی زبان کی کتاب اور اس کی متعلقہ معلومات کو بھی عربی رسم الخط (فونٹ) میں لکھنا چاہیے۔ یہی طریقہ اُردو زبان کے مصادر و مراجع کی معلومات درج کرنے میں بھی اختیار کرنا چاہیے۔

(۸) مقالے میں مذکور شخصیات کا علمی تعارف

مقالہ میں جن شخصیات کے نام متن یا حاشیہ میں وارد ہوں مقالہ نگار اُن میں سے ہر ایک کے سنہ پیدائش و وفات یا دونوں میں سے جو دستیاب ہو پوری ذمہ داری کے ساتھ دُرست لکھے۔ ہجری سنہ اور اس کے مطابق عیسوی سنہ بھی لکھے۔ اُن میں سے ہر ایک کے لیے بھی تعارفی جملے لکھے۔ اُن کی وجہ شہرت اور اہمیت ضرور بیان کرے۔ اس چیز کو عربی محققین شخصیات کے تراجم کہتے ہیں۔ اُردو زبان میں لکھے جانے والے مقالات میں بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر محمد سجاد تراجم کے سلسلے میں پائی جانے والی کمزوری اور کوتاہی پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے مقالوں میں آج تک اِکا دُکا کوئی مقالہ ہو گا جو ایچ ای سی کے ریسرچ جرنل میں ہم نے دیکھا ہو کہ اس پورے مقالے میں جتنے اعلام آئے ہیں جتنی شخصیات آئی ہیں ان کا ترجمہ دیا گیا ہو۔ عربی اور انگریزی مجلات کے اندر لوگ اہتمام کرتے ہیں لیکن اردو کے مقالات کے اندر نہیں کیا جاتا۔ پی ایچ ڈی یا ایم فل کے مقالات میں تو کچھ کرتے ہیں لیکن ریسرچ جرنل میں جو مقالے چھپتے ہیں ان میں تراجم کا تو بالکل اہتمام نہیں ہوتا۔ اس کے بغیر ہی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی کمزوری ہے مقالہ نگاروں کو چاہیے کہ وہ تراجم اعلام کا خاص اہتمام کیا کریں۔ [1]

[1] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

(۹) اخلاقیاتِ تحقیق

اخلاقیاتِ تحقیق میں بہت زیادہ باتیں شامل ہیں۔ اُن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اس لیے یہاں ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں جن کا ایک ریسرچ پیپر سے گہرا تعلق ہے:

ا۔ مقالہ نگار کو امانت و صداقت کی صفات سے متصف ہونا چاہیے۔ جو جو عبارات وہ کسی مصنف کی تحریر سے لے اُن سب کا امانت و صداقت کے ساتھ حوالہ پیش کرے۔ سرقہ بازی سے مکمل اجتناب کرے۔[1] اگر کسی اَیسی عبارت کا اقتباس پیش کیا ہے جسے اس کے مصنف کی اصل کتاب سے نہیں بلکہ کسی اور مصنف کی کتاب سے نقل کر کیا ہے تو دونوں کا ذکر کرے۔ دونوں کی کتابوں کا مکمل حوالہ دے۔

ب۔ مقالے میں مذکور محترم و مکرم شخصیات کے ناموں کے ساتھ حسبِ موقع علیہ السلام، ﷺ، رضی اللہ عنہ، علیہ الرحمۃ، رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ احترامی و دُعائیہ کلمات لکھے۔ اللہ تعالیٰ لکھے صرف اللہ نہ لکھے، قرآن مجید یا قرآن کریم لکھے صرف قرآن نہ لکھے۔ جو حضرات اپنے اپنے علم و فن میں امام مانے جاتے ہیں اُن کا نام لکھتے وقت 'حضرت، امام' ضرور لکھے۔

امام ابو بکر بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا ہے: ''لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ

---

[1] اس سلسلے میں بہت ہی معلوماتی اور سبق آموز گفتگو ملاحظہ ہو: محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری: طریق کار، (لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، ط ا، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۴۴۔۲۵۲۔ پروفیسر محمد عارف صاحب گورنمنٹ کالج ایم اے او کالج لاہور میں وائس پرنسپل رہے۔

صَغِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ"[1]۔ یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہیں کرتا، اور ہمارے چھوٹوں کے حق کو نہیں پہچانتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا۔ اس حدیث نبوی کو مد نظر رکھ کر اُسلوب کلام اختیار کرنا چاہیے۔

ج۔ مقالہ نگار اگر اپنے مقالے میں عربی، انگریزی یا فارسی کے اقتباسات پیش کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ اُن کا اُردو ترجمہ بھی دِقت نظر اور مکمل دُرستی کے ساتھ لکھے تاکہ ماہر مضمون کو معلوم ہو سکے کہ مقالہ نگار جو اقتباسات پیش کر رہا ہے وہ اُنہیں اچھی طرح سمجھتا بھی ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بحث کے نتائج کے درست طور پر اخذ کیے جانے کا علم ہو سکے۔

د۔ مقالے کی زبان موضوع اور مُخاطبین کی سطح سے مناسبت رکھتی ہو۔ کہیں بھی کوئی جملہ غیر عالمانہ یا غیر سنجیدہ نہ ہو۔ کسی کے موقف، خیال یا رائے پر ایسا کوئی دعوی یا ایسی تنقید نہ کرے جو کسی انسانی ذریعے اور تحقیقی طریقے سے معلوم نہ ہو سکتی ہو۔ کسی سے اختلاف کرے تو الفاظ و انداز ایسا ہو کہ مُخالف اس کے موقف اور رائے کو قبول کرنے میں کشش اور آسانی محسوس کرے۔ ایسا نہ ہو کہ مقالہ نگار کا دُرشت رویہ، سخت الفاظ اور نفرت انگیز اُسلوب قاری کو مقالہ نگار کا موقف قبول کرنے سے روک دیں اور اُس کے راستے میں دیوار بن جائیں۔

---

[1] امام ابو بکر بیہقی، شعب الایمان، (ت: ڈاکٹر عبد العلی)، (بمبئی، ھند: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳ء)، ج ۱۳، ص ۳۵۵۔

ہ۔ موقف اور رائے میں اختلاف کے جن آداب کا خیال رکھنا چاہیے ان کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر سمیع الحق[1] کہتے ہیں کہ اختلاف تو انسان کی فطری چیز ہے۔ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں، اُن کی مصلحتیں مختلف ہیں اور وہ ایک جیسے بھی نہیں ہیں۔ للہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اختلاف نہ ہوں لیکن جب مقالہ نگار کسی سے اختلاف کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ اختلاف کے آداب کا خاص خیال رکھے۔ اگر وہ اختلاف کے آداب کا خیال رکھے گا تو دوسرے لوگ اس کو محترم سمجھیں گے۔ دوسروں کے ہاں اس کی بات کی اہمیت ہو گی۔ وہ بھی اس کے خلاف لکھتے ہوئے آداب کا خیال رکھیں گے۔[2]

و۔ کسی موضوع کے اندازِ تحریر کی بات سمجھاتے ہوئے ڈاکٹر سمیع الحق کہتے ہیں کہ مقالہ نگار ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے کوئی ایسی تحقیق پیش نہ کرے جسے لوگ اپنا

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر سمیع الحق بن مفتی عبد الدیان خیبر پختون خواہ کے ضلع چترال کے گاؤں ژنگ بازار میں ۱۱ر فروری ۱۹۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت کا زیادہ عرصہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں بسر ہوا۔ اسی یونیورسٹی کے کلیہ اصول الدین (اسلامک اسٹڈیز) ہی میں اُن کی تعیناتی ہوئی۔ وہ اس کلیہ کے شعبہ تفسیر اور علوم القرآن میں پڑھتے پڑھاتے رہے۔ اُن کے زیر نگرانی ایم اے اور ایم فل مکمل کرنے والے طلبہ و طالبات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے پی ایچ ڈی کے کئی طلبہ کی رہنمائی کی۔ مارچ ۲۰۱۶ء میں وہ اس یونیورسٹی سے ریٹائر ہو گئے۔

[2] سمیع الحق، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جمعہ، ۲۴ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 2:18 دوپہر۔ راقم ڈاکٹر سمیع الحق صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف موضوع کے بارے میں انٹرویو ریکارڈ کروایا بلکہ بعد میں اس انٹرویو کے اقتباسات سُن کر اُن کے دُرست ہونے کی تصدیق و توثیق بھی کی۔ علاوہ ازیں اپنا مختصر تعارف شامل کرنے کے لیے ضروری معلومات بھی لکھوائیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

ہتھیار بنائیں اور اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف، نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف اسے استعمال کریں۔ تو ایسی ریسرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اس تحقیق کی وجہ سے محقق خود بدنام ہو جائے گا اور فائدے کی بجائے نقصان ہی ہو گا۔[1]

ز۔ مقالے میں ترتیبِ دلائل پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر سمیع الحق کہتے ہیں کہ مقالہ نگار جو بات بھی کرے وہ استدلال پر مبنی ہو، دلائل پر مبنی ہو۔ اس استدلال میں اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنوں کی بات لائے یعنی قرآن مجید، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین وغیرہ۔ تو اِن سب کو حسبِ مرتبہ پہلے لائے۔ جو بات ہو رہی ہے اِن کی مدد سے اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کرے۔[2]

ح۔ ایچ ای سی کے مجلات میں اشاعت کے لیے پیش کیے جانے والے مقالات کی ایک عجیب قسم وہ مقالات ہوتے ہیں جنہیں مقالہ نگار نے اپنے ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تھیسس سے نکالا ہوتا ہے۔ اِن میں غلطیاں اور کمزوریاں بھی مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں جب میں نے ڈاکٹر محمد سجاد سے سوال کیا کہ بہت سے لوگ اپنے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تھیسس سے کوئی فصل یا مبحث یا کچھ حصہ نکال کر بطور مقالہ جمع کروا دیتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ اکثر مقالہ نگار اپنی تحقیقات جو ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی سطح کی کرتے ہیں اسی میں سے مقالات نکالتے ہیں۔ تھیسس کا کوئی باب، کوئی فصل، یا کوئی مبحث نکال کر اسے مقالے کا عنوان دے دیتے ہیں۔ اس قسم کے مقالے میں سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر کوئی

---

[1] حوالہ مذکور۔

[2] ایضاً۔

اِرتقاء نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ وہ درمیان میں سے نکالا جاتا ہے اور اس سے پہلے کیا کچھ لکھا گیا ہے اور اس کے بعد کیا کچھ لکھا گیا ہے یعنی سیاق و سباق کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس لحاظ سے اس کے مندرجات میں ربط نہیں ہوتا۔ ایسے مقالات بغیر سوچے سمجھے ہمارے پاس بھی بھیج دیے جاتے ہیں لیکن انہیں پڑھنے والوں کے لئے بہت دشواری پیش آتی ہے۔ اس مقالے کی کوئی ابتداء بھی تو ہونی چاہیے، کوئی انتہاء بھی ہونی چاہیے، کوئی نتائج ہونے چاہئیں۔ بعض دفعہ تو یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ اب وہ کہاں گزر چکی ہے؟ وہ اس سے پہلے کسی باب یا کسی فصل میں لکھ چکا ہوتا ہے۔ وہ مقالے میں ان جملوں کو تبدیل کرنا یا حذف کرنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ بڑا مسئلہ اور بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ ایسا مقالہ ادھورا ہوتا ہے، اس میں ریسرچ نہیں ہوتی۔ ہاں ریسرچ کے کسی پہلو کی طرف اشارہ تو مل جاتا ہے لیکن ٹھوس علمی معلومات نہیں ملتیں۔

اس لئے مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس مبحث یا باب پر بات کر رہا ہے اسے پہلے ایک مستقل عنوان دے۔ پھر اس عنوان کے تقاضوں کے مطابق اس مقالے کو ڈھالے۔ اسے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ سطح پی ایچ ڈی کی تھی۔ اس کے تقاضے کچھ اور تھے۔ اب یہ مقالہ کسی مجلے میں پیش کرنا ہے تو اس مجلے کی جو بنیادی ضروریات اور تقاضے ہیں انہیں اچھی طرح پورا کرے۔ ایسا کرنا بہت ضروری ہوتا ہے جبکہ یہ بڑی کمی ہے ہمارے ہاں۔[1]

ڈاکٹر محمد سجاد کی اس بات میں اُن مقالہ نگاروں کے لیے بہت قیمتی معلومات، عبرت اور سنجیدہ رہنمائی پائی جاتی ہے جو اپنے ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تھیسس سے کوئی فصل یا مبحث نکال کر اُسے بطور تحقیقی مقالہ بنانا اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بہت سے مجلات میں اس قسم کے مقالات برائے اشاعت قبول ہی

[1] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

نہیں کیے جاتے کیونکہ اِن کی اشاعت ایک لحاظ سے پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ مثلاً یہ تحقیق پہلے نگرانِ مقالہ، داخلی اور بیرونی ممتحن پر مشتمل ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہو چکی ہوتی ہے، زبانی امتحان (Viva voce یا مناقشہ) کے دوران میں شرکاء اور سامعین امتحان تک یہ تحقیق پہنچ چکی ہوتی ہے، اور اس تھیسس کے تصحیح شدہ آخری مجلد نسخے یونیورسٹی اور اس کی لائبریری میں جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔ اَب اس کتاب سے اتنی طویل عبارات اور بحث اُٹھا کر بطور مقالہ شائع کرنا علمی سرقہ کے زُمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اِس سے اجتناب کرنا ہی سنجیدہ محقق کی شان اور عظمت کی علامت ہے۔

6. خاتمۂ بحث اور اُس کے عناصرِ ترکیبی

ایک معیاری مقالے کی بنیادی خصوصیات میں اس کے موضوع کا جدید اور اچھوتا ہونا، اس کے عنوان کی عبارت کا جھول اور ابہام سے پاک ہونا، اس کا حُسنِ آغاز، دلچسپ مگر نپا تُلا اُسلوبِ بیان، عالمانہ زبان، انتہائی دُرست الفاظ کا چناؤ، الفاظ اور جملوں کے تکرار سے اجتناب، لفظی اور معنوی اقتباسات کی دُرست تنسیق، سرقہ سے پرہیز، مواد کی معقول ترتیب و تنظیم، پیراگرافوں میں توازن، پورے مقالے کی عبارت میں پیش کیے گئے تمام افکار اور اُن کی سب کڑیوں کا باہمی ربط، چھوٹے مگر گرامر کے لحاظ سے درست جملے، مقالے میں مذکور تمام تاریخوں کا ہجری اور ان کے مطابق عیسوی سنین کا اہتمام، حوالوں میں تمام معلومات اپنی اُصولی ترتیب کے ساتھ ہونا، حواشی اور تعلیقات کا اپنے مقام پر درست بیان، نتائج کا منطقی اور جدید ہونا، وغیرہ شامل ہیں۔

یہ سب اجزاء اپنی دُرست جگہ اور صحیح مقام پر آ جائیں تو خاتمۂ بحث کی چیزوں کو تین عناصر میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ وہ تینوں عناصر یہ ہیں۔

(۱) تحقیق کے منطقی اور نمبروار نتائج،

(۲) نتائج تحقیق کے نفاذ اور اِطلاق کی سفارشات، اور

(۳) موضوع سے متعلق مزید تحقیق کی تجاویز۔

انہیں لکھتے ہوئے بہت دھیان دینا چاہیے کیونکہ یہی ساری بحث کا حاصل ہوتے ہیں۔ اِن تینوں کو لکھتے وقت جن تقاضوں کو پورا کرنا ہوتا ہے اُن کی کچھ تفصیل ملاحظہ کیجیے:

(ا) نتائج بحث

کسی موضوع پر تحقیق کے نتائج کی واضح نشاندہی اور صاف ستھرا بیان ہی تحقیق کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ ان نتائج کی کیفیت، نوعیت یا طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ پیش کردہ تحقیق کے بغیر کسی بھی طریقے سے نہ تو معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ سمجھے جا سکتے ہیں ۔ دراصل یہ نتائج ایسے سوالات کا جواب ہوتے ہیں جن پر پہلے کسی نے کوئی مناسب کام یا ٹھوس علمی تحقیق نہیں کی ہوتی یا کسی نے ان کے تسلی بخش جواب پیش نہیں کیے ہوتے۔

اس تناظر میں دیکھیں تو آج کل کے اکثر مقالات میں یہ ایک بہت بڑی کمی اور خامی پائی جاتی ہے کہ ان کے نتائج پہلے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے نتائج میں کوئی کشش، دلچسپی یا رغبت نہیں ہوتی۔ کسی مقالے کے نتائج میں جدت نہیں ہے تو اسے تحقیق کے لیے ایسے سوالات اختیار کرنے چاہئیں جن پر ابھی تک کسی نے تحقیق پیش نہ کی ہو تاکہ تحقیق کی افادیت سامنے آجائے۔

اس خامی کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ مقالہ نگار اپنے مقالہ کے مقدمہ میں عملی زندگی کی مشکلات اور صعوبات سے پیدا ہونے والے تحقیق طلب سوال ہی نہیں اُٹھاتے۔ اگر وہ سوال اُٹھاتے بھی ہیں تو وہ ایسے فرضی ہوتے ہیں جن کا حقیقی صورت حال سے کوئی گہرا ربط نہیں ہوتا۔ ایسی صورت حال میں یہ کبھی نہیں بتایا جا سکتا کہ مقالہ کے نتائج تحقیقی، منطقی اور معقول ہیں۔ مقدمہ میں اگر انسانی زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق قابل توجہ اور حل طلب مسئلہ کا ذکر ہی نہیں کیا گیا تو بحث کے نتائج کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی نتائج کو دُرست یا غلط قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) نتائج تحقیق کے نفاذ اور اطلاق کی سفارشات

بحث کے اختتام پر مقالہ نگار کے لیے یہ لازمی ہوتا ہے کہ اُس نے مسئلہ کے حل کے لیے جو نتائج ذہنی بحث سے اخذ کیے ہیں وہ انہیں نافذ کرنے کے ممکنہ اور عملی طریقے بھی بتائے۔ تاکہ اس کی تمام کاوش بامعنی اور بامقصد ثابت ہو۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالحمید عباسی کہتے ہیں کہ محقق نے جو نتائج نکالے ہیں وہ یہ بھی بیان کرے کہ ان کی تنفیذ کیسے ہونی چاہیے؟ اگر آپ اصلاحی اور محنتی قسم کے محقق ہیں تحقیق کریں گے تو نتائج کی تنفیذ کرلیں گے۔ لیکن اگر کیا جانے والا تحقیقی کام عام پبلک کے لیے ہے تو تنفیذ کیسے ہو گی؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے تحقیق کی ہے کہ اس کو اس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے، معاشرے کے اندر اس کو اِس طرح پھیلایا جا سکتا ہے، اس کی تشہیریوں کی جا سکتی ہے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ تو وہ تحقیق تحقیق ہی نہیں ہوتی جو آنے والوں کے فائدے کا باعث نہ بنے۔[1]

(۳) موضوع سے متعلق مزید تحقیق کی تجاویز

شاید ہر ایک موضوع پر تحقیق کے لیے یہ ناگزیر نہ ہو لیکن اکثر موضوعات ایسے ہوتے ہیں جن کے خاتمہ میں مقالہ نگار کو اس موضوع کے مزید تحقیق طلب پہلوؤں کی نشاندہی کرنی پڑتی ہے کیونکہ جب ایک مقالہ نگار اپنے تحقیقی کام کا ایک نظری خاکہ بنا رہا ہوتا ہے اور ابھی اسے عملی طور پر شروع نہیں کیا ہوتا اس وقت وہ نہ تو موضوع کے تمام پہلوؤں کو جانتا ہے اور نہ ہی اُن کے تحقیق طلب ہونے پر کوئی رائے دینے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔ تاہم جب وہ اپنے متعین اور محدود کام کے اختتام کی طرف آ پہنچتا ہے تو چونکہ اپنے تحقیقی سفر کے دوران موضوع کے متعلقات سے براہِ راست آگاہی حاصل کرلیتا ہے تو اب وہ یہ بتانے کی پوزیشن میں ہوتا ہے کہ موضوع کا کونسا پہلو تحقیق

---

[1] عبدالحمید عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

طلب ہے۔ اگر مقالہ نگار حاضر دماغی، چُستی و چالاکی اور اخلاص سے کام کرے تو اُس کے لیے یہ بتانا مشکل نہیں ہوتا کہ مزید کونسے گوشوں پر تحقیق ہو سکتی ہے۔ اس لیے مقالہ نگار کو اس نکتے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبد الحمید عباسی کہتے ہیں کہ اصحاب مقالہ کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کون کون سی سفارشات کر رہے ہیں؟ کون کون سی تجاویز دے رہے ہیں؟ کون کونسی مشورے پیش کر رہے ہیں؟ اُسے بتانا چاہیے کہ یہ میرا موضوع تھا۔ اس پر میں نے جو کام کیا ہے وہ حتمی نہیں ہے۔ آنے والے محققین کے لیے اس میں گنجائش موجود ہے۔ نمبر ایک اس پہلو سے، نمبر دو اس پہلو سے، ترجمہ کے اعتبار سے، تحقیق کے اعتبار سے، موضوعات کے اعتبار سے، اور اس سے تعلق رکھنے والی کتابوں پر تحقیق کے اعتبار سے، تو بہت سارے پہلو ہوتے ہیں۔ یہ وہی محقق بتا سکتا ہے جس نے سچے انداز سے تحقیق کے میدان میں قدم رکھا ہو اور سچے انداز سے تحقیق پیش کی ہو۔[1]

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان میں اس عنصر کو لکھنے کے لیے جو رہنمائی کی گئی ہے اس کی پیروی کریں گے تو مقالہ کی وقعت بڑھے گی اور وہ آسانی سے اشاعت کی منظوری حاصل کر لے گا۔

7. مصادر و مراجع

کسی تحقیقی مقالے کی قدر و قیمت اس امر سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ مقالہ نگار نے کتنے اساسی، بنیادی اور معتبر مصادر سے استفادہ کیا ہے اور کتنے اہم مراجع و منابع کا استعمال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مقالہ نگار کے لیے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مصادر و مراجع کی مکمل معلومات بیان کرے تاکہ اگر کوئی اس کے اقتباسات اور نقل کردہ افکار کی تصدیق و توثیق کرنا چاہے یا اس کی مدد سے اپنی تحقیق کو آگے بڑھانا چاہے تو

---

[1] حوالہ مذکور۔

اس کے لیے کوئی مشکل نہ ہو۔ بعض اوقات مقالہ نگار حوالہ جات میں نہ مصنف کا پورا نام لکھتے ہیں، نہ ناشر کا، نہ مقام طبع کا، نہ طبع نمبر کا۔ ایسا کرنے سے اُن کے کام کی اہمیت پست ہو جاتی ہے اور وہ جائزہ رپورٹ لکھنے والے ماہر مضمون کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مقالہ نگار کو مصادر و مراجع کے بارے میں جن باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے اُن میں یہ شامل ہیں: (۱) موضوع کی نوعیت کے مطابق مصادر و مراجع کا استعمال، (۲) مصادر و مراجع کے مرتبے اور درجے، (۳) کتب لغت، معاجم اور قوامیس کا استعمال، اور (۴) حوالہ جات کے اُصول و ضوابط اور تخریج۔ اِن کی مختصر توضیح درج ذیل ہے۔

(۱) موضوع کی نوعیت اور مصادر و مراجع

موضوع کا تعلق اگر قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، قانون، تصوف، علم الکلام، فلسفہ، ادیان یا اِن کی کسی ذیلی شاخ سے ہو تو ایسے اَساسی مصادر و مراجع سے زیادہ استفادہ کیا جائے جو اُسی علم یا اُس کی شاخ سے متعلق ہوں۔ مقالہ نگار کو چاہیے کہ اگر اس کا موضوع کسی فرقہ یعنی معتزلہ، اشاعرہ، ائمہ اثنا عشریہ، امامیہ وغیرہ کے متعلق ہو تو وہ اُنہیں کی بنیادی کتب اور منابع سے ہی زیادہ استفادہ کرے نہ کہ تصوف و اخلاق یا اسلامی فرقوں کی تاریخ جیسی کتب سے۔ اسی طرح انگریزی مصادر و مراجع سے اُس وقت اقتباس لے جب عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مسلمانوں کی اپنی کوئی کاوش نہ پائی جائے۔

اگر موضوع تقابلی نوعیت کا ہو تو مقالہ نگار دونوں جہتوں کے اساسی مصادر کے استعمال میں متوازن رویے کا مظاہرہ کرے۔ تقابلی تحقیقی کام میں برابر کی اہمیت کے مصادر و مراجع کے استعمال میں متوازن رُجحان کا فقدان عام ہے جس کی وجہ کئی قسم کے مسائل پیش آتے ہیں۔

(۲) مصادر و مراجع کے مرتبے اور درجے

مصادر و مراجع کے مختلف مرتبے اور درجے ہوتے ہیں۔ اُن میں کوئی اساسی اور بنیادی ہوتے ہیں تو کوئی ثانوی اور کم اہمیت کے۔ ان سب کا طریقہ استعمال اور اندازِ اخذ و استدلال الگ الگ ہے۔ اس سلسلے میں مقالات میں انواع و اقسام کی خامیاں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ اپنے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اس بارے میں ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ مقالات میں ایک بہت کمزور عنصر یہ ہوتا ہے کہ مقالہ نگار ثانوی مصادر پر اعتبار کرتا ہے۔ عام طور پر مقالہ نگار ثانوی مصادر پر بھی بحوالہ کر کے بالواسطہ انحصار کرتے ہیں۔ براہ راست ہو پھر بھی ٹھیک ہے۔ وہ اگر اصل مصدر پر جائیں تو وہاں اُنہیں متن ہی کچھ اور ملے گا۔ مقالہ نگار ثانوی مصادر سے نقل کر کے حوالہ اصل کا دے رہے ہوتے ہیں جبکہ اصل میں وہ چیز ہوتی نہیں ہے۔ تو یہ بہت بڑی کمزوری اور خرابی ہے۔

ہم نے ایم فل کے طلبہ کی ایک مشق کرائی۔ انہیں کہا کہ آپ ایسا کریں کہ اپنی پسند کے ایچ ای سی سے منظور شدہ ریسرچ جرنل لیں۔ اُن میں سے ایک عربی کا، ایک انگریزی کا، اور ایک اردو کا کوئی بھی آرٹیکل لیں۔ ان پر تبصرہ اور اُن کا تجزیہ کریں۔ تجزیے کا طریقہ یہ ہو کہ سب سے پہلے دیکھیں کہ آپ کے خیال میں اس کا کیا عنوان بنتا ہے؟ مقالہ نگار نے عنوان کیا بنایا ہے؟ واقعی اس عنوان میں ریسرچ کا کوئی پہلو ہے کہ نہیں؟ دوسرا یہ دیکھیں کہ اُس کے مواد کے مصادر کیا ہیں؟ اس کے مصادر کیسے ہیں؟ تیسرا ہم نے ان سے یہ کہا کہ جائزہ لیتے ہوئے یہ دیکھیں کہ انھوں نے جو مواد لیا ہے، جو اقتباس لیے ہیں، ان میں اقتباسات کی کون سی قسمیں ہیں؟ بالواسطہ ہے یا براہ راست؟ تلخیص ہے یا اخذ یا کوئی اور قسم۔ پھر اگر براہ راست ہے تو اصل متن کے ساتھ آپ چیک

کریں کہ وہ متن جہاں سے انھوں نے لیا ہے وہ متن ایسا ہی ہے یا نہیں؟ معلوم یہ ہوا کہ قرآن کی آیات، حدیث کا متن، فقہ کی عبارتیں سب میں بھیانک غلطیاں تھیں۔[1]

ڈاکٹر صاحب کا یہ تجربہ اور بیان مبتدی اور نو آموز مقالہ نگاروں کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ جو مقالہ نگار چاہتے ہیں کہ اُن کے مقالات رد نہ ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے منتخب موضوع پر مقالہ لکھتے وقت مذکورہ سوالات کو پیش نظر رکھیں اور اپنا مافی الضمیر بڑی ذمہ داری کے ساتھ سپردِ تحریر کریں تاکہ انہیں اپنا مقصود حاصل ہو سکے۔ اُن کے لیے مذکورہ عملی تجربے میں کافی سامان عبرت و نصیحت ہے۔

(۳) کتب لغت، معاجم اور قوامیس کا استعمال

مصادر و مراجع کے غلط استعمال میں سے ایک بہت گھمبیر مسئلہ غیر متعلق کتب لغت، معاجم اور قوامیس کا استعمال ہے۔ اس سلسلے میں اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر مقالے لغۃً و اصطلاحاً سے آغاز کرتے ہیں کہ موضوع کی کلیدی اصطلاحات کا لغوی معنی کیا ہے؟ اصطلاحی معنی کیا ہے؟

اس سلسلے میں جو غلطی عموماً پائی جاتی ہے وہ ہے بہت ثانوی اور سطحی درجے کی کتبِ لغت پر اِنحصار اور اُن سے آغاز۔ مثلاً المنجد لے لیں۔ حالانکہ علم و فن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اگر موضوع تفسیر کا ہے تو لغات القرآن کی طرف جانا چاہیے، مفردات القرآن کی طرف جانا چاہیے۔ اسی طرح اگر خالصۃً عربی زبان کا مسئلہ ہے تو پھر وہ لغات اور قوامیس دیکھی جائیں گی جو زبان و ادب کے حوالے سے بہت معتبر ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ مقالہ کا موضوع فقہ ہے تو لُغت کی کسی عام کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہوتا ہے حالانکہ قانونی لغت کی الگ کتابیں موجود ہیں۔ یعنی عام مقالہ نگاروں کو منہج کا پتا ہی نہیں ہوتا۔

---

[1] حوالہ مذکور۔

اگر اِصطلاحی معنی بیان کرنا ہے تو اس فن کے ماہرین کی آراء لانی چاہئیں جبکہ عام صورت حال یہ ہے کہ کسی اور فن کے ماہر کی رائے پیش کی جارہی ہوتی ہے۔ بھئی اس فن کی تعریف مختلف ہے اگر آپ فقہ کے لحاظ سے معنی متعین کررہے ہیں تو پھر فقہاء کی آراء لائیں۔ اگر آپ تفسیر کے لحاظ سے کوئی معنی متعین کررہے ہیں مثلاً ایمان کا معنی تو ایمان کے لفظی اور اصطلاحی معنی کے لیے مفسرین یا عقیدے کے علماء کی آراء لی جائیں گی۔

اکثر مقالہ نگاروں کو اس کا پتا نہیں ہوتا، انہیں لغت کے استعمال کا پتا نہیں ہوتا، استشہاد کا نہیں پتا، استنباط کا نہیں پتا۔ یہ کمزوری ایچ ای سی کے منظور شدہ مجلات کے لیے بھیجے جانے والے اکثر مقالات میں پائی جاتی ہے۔[1]

(۴) حوالہ جات کے اُصول وضوابط اور تخریج

مصادر و مراجع اور اقتباسات کے متعلق ایک عنصر تخریج ہے۔ پیش کردہ اکثر مقالات میں اس عنصر کے متعلق کئی قسم کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد سجاد نے انٹرویو کے دوران بتایا کہ مصادر کا حوالہ تو دے دیا جاتا ہے مگر حوالہ جات میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارے مقالات اور مجلات کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ حوالہ جات کے اندراج کے لیے ایک ہی مجلے بلکہ ایک ہی مقالے میں دس طرح کے انداز ملتے ہیں۔

مصادر و مراجع کی فہرست بنانے میں بھی کئی طریقے ہیں۔ ایک ہی مجلے میں پانچ چھے طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔ اگر اس سے آگے انگریزی میں جائیں گے اور ہیں، عربی میں جائیں کچھ اور ہیں، اردو میں جائیں کچھ اور ہیں۔ مدیر کی ذمہ داری ہے کہ ایک طے شدہ منہج کا اطلاق کرے۔ مقالہ نگار کو بھی لکھ کے دے دیا جائے کہ مجلے کا یہ فارمیٹ ہے۔ اس کے مطابق مقالے ترتیب دیں لیکن ایسا نہیں کیا جاتا، اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔[2]

---

[1] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

[2] حوالہ مذکور۔

8. مقالات کی اشاعت میں تاخیر کے اسباب

اکثر مقالہ نگار یہ گلہ شکوہ کرتے ہیں کہ اُن کے مقالات اول تو اشاعت کے لیے قبول نہیں ہوتے۔ اگر قبول ہو جائیں تو کئی ماہ یا کئی سال لگ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی سے سوال کیا کہ ہمارے ہاں جو محققین تجربہ کار ہیں اُن کے ریسرچ پیپر چھپنے میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا لیکن جو مبتدی اور نو آموز تحقیق کار ہوتے ہیں اُن کے مقالات کی اشاعت میں تاخیر بڑی حوصلہ شکن ہے۔ انہیں آپ کیا خاص ہدایات دیں گے جس سے اُن کا حوصلہ بڑھے اور اُن کے پیپر چھپ جایا کریں؟

اس سوال کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ریسرچ پیپر چھاپنے کا مسئلہ صرف نو آموز لوگوں کا نہیں ہے۔ جو سینئر اساتذہ ہیں ان کے ریسرچ پیپر کی اشاعت کے بھی بڑے مسائل ہیں۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایچ ای سی سے جو منظور شدہ جرنلز ہیں اُن کی تعداد بہت کم ہے جبکہ اس فیلڈ میں ہمارا جو اکیڈیمیا ہے وہ بڑا وسیع ہے۔ بلکہ اب تو اس میں اور وُسعت آگئی ہے۔ پی ایچ ڈی کی جو ریسرچ ہے اس کے لئے بھی ایچ ای سی نے یہ شرط لگا دی ہے کہ جب تک پی ایچ ڈی اسکالر کا آرٹیکل شائع نہیں ہو گا اُسے ڈگری نہیں ملے گی۔ تو جس طرح آپ اکنامکس میں یا کہیں بھی دیکھتے ہیں کہ ڈیمانڈ اور سپلائی یعنی طلب اور رسد میں ایک توازن ہونا چاہیے۔ یہاں ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے اور سپلائی بہت محدود ہے۔ تو مقالات کی اشاعت کے لئے پاکستانی رائٹرز کے لئے خاص طور پر جو اردو میں لکھنے والے ہیں اُن کے لئے بڑے مسائل ہیں۔ انگریزی والے تو باہر بھی چھپوا سکتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ یونیورسٹیز اور تحقیقی ادارے زیادہ سے زیادہ اپنے ریسرچ جرنل شائع کریں اور اس کے لئے ایچ ای سی کے incentives بھی ہیں۔ ان سے بھی فائدہ اُٹھائیں تو یہ اصل مسئلے کا حل ہے۔[1]

---

[1] محی الدین ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

9. ایچ ای سی کے مجلات کی درجہ بندی اور اُن کے معیار کا فرق

زیر نظر مقالہ کے شروع میں ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ HEC کے منظور شدہ مجلات W، X، Y، Z کیٹگریوں میں تقسیم ہیں۔ اُن مجلات کی اِن کیٹگریوں میں تقسیم اور اُن میں شائع ہونے والے مقالات کے معیار کے درمیان فرق کا سوال جب میں نے انٹر ویو کے دوران ڈاکٹر محمد سجاد سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ HEC جو معیارات بناتی ہے زیڈ درجہ اُن کے نزدیک سب سے کمزور یعنی ابتدائی درجہ ہے۔ اس کے بعد بتدریج وائی، ایکس اور ڈبلیو کیٹگری ہے۔ اس سلسلے میں اُن کی کئی بنیادی شرائط ہیں مجلے کے اندر مجلس اِدارت اور مجلس مشاورت میں قومی اور بین الاقوامی ممبران کی تعداد پچاس پچاس فی صد ہونی چاہیے۔ اس میں ترقی یافتہ ممالک کے جو اساتذہ اور سکالر ہیں ان کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

پھر ISSN نمبر ہونا چاہیے، آرٹیکل کا ہم مرتبہ ریویو (Peer Review) ہو، اس کے علاوہ آرٹیکل کا خلاصہ (Abstract) بھی لکھا جائے۔ اس کے علاوہ جو بنیادی شرائط ہیں وہ پوری ہوں تو مجلہ زیڈ کیٹگری میں جاتا ہے۔ Y درجے میں باقی شرائط کے علاوہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے کم از کم پچاس فی صد مقالات کی Evaluation باہر سے ہو۔ یہ سارے مقامی نہ ہوں بلکہ آپ بیرونِ ملک سے بھی پچاس فی صد کروائیں۔ اور X درجہ کا جو مجلہ ہے اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ سو فیصد باہر سے اس کی Evaluation کرائیں وہاں سے جائزہ رپورٹ لیں اور اس میں انڈیکسنگ ہو۔ W درجہ کے لیے یہ ہے کہ اس کی سائی ٹیشن (Citation) ہوتی ہو یعنی کہ اُس مجلہ سے مختلف لوگ استفادہ کریں۔ اس سے اقتباس کتنا لیا جاتا ہے؟ اس سے کتنا حوالہ دیا جاتا ہے؟ کن کن جگہ سے اس کے ریفرنسز ملتے ہیں۔ وہ مقالہ کتنے لوگوں نے استعمال کیا ہے؟ Web

پر اس کا اندراج اور موجودگی اگر زیادہ ہو گی تو یونیورسٹی کی ریٹنگ بھی بڑھے گی مجلے کی ریٹنگ بھی بڑھے گی اور اسی بنیاد پر اس کا درجہ بھی متعین ہوتا ہے۔[1]

اسی جواب کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ سوال کیا کہ یہ تو مجلے کی مجلس ادارت کے کام ہیں۔ آپ مقالہ نگاروں کو اس حوالے سے کن چیزوں کو پیش نظر رکھنے کی تجویز اور مشورہ دیں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ اصل میں مقالہ نگار کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ اس کا مقالہ اس پایہ کا ہو کہ چھپ سکے۔ اس کا معیار سخت ہو گا یعنی اس کی (Citation) ہونی ہے، اس نے پوری دنیا میں جانا ہے، اس کی Evaluation ہو گی، انگریزی میں مُلخص بھی پیش ہو گا، اس میں سرقہ (plagiarism) نہ ہو۔ مقالہ میں دوسروں کے مصادر کا استعمال تو ہو سکتا ہے لیکن اس میں دوسروں کی آراء کم سے کم ہوں تجزیہ، جانچ پرکھ، تعمیری نقد زیادہ ہو۔ معیاری مجلے کے لیے پھر ظاہر ہے کڑا معیار ہے۔ وہ اِن اُمور کے ساتھ ساتھ تراجم کے اہتمام، ایڈیٹنگ، وغیرہ سب چیزوں کی شرائط لگاتے ہیں۔[2]

10. خاتمہ و خلاصہ بحث

زیر نظر مقالہ کے مقدمہ میں یہ سوالات اُٹھائے گئے تھے کہ ایچ ای سی کے منظور شدہ تحقیقی مجلات کے لیے لکھے جانے والے مقالات کا ریفری یا ریویو کرنے والا ماہر مضمون کن اُمور کو بنیاد بنا کر اور کن قواعد و ضوابط کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقالے کا جائزہ لیتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں اِسی سوال کو یوں پوچھا جا سکتا ہے کہ قابلِ اِشاعت قرار دیئے جانے والے مقالہ کے عناصرِ ترکیبی کیا ہوتے ہیں؟ اور ہر عنصر کو لکھتے وقت کن تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اِن سوالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس بحث کو جو

---

[1] اس سلسلے میں ایچ ای سی کی مفصل پالیسی اس کی ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں:

hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Pages/default.aspx

[2] محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، حوالہ مذکور۔

جوابات ملے ہیں اُن کی تفصیل مع دلائل اُوپر اِس مقالہ کے مرکزی حصے میں گزر چکی ہے۔ یہاں چند اہم نتائج کا نمبر وار خلاصہ پیش ہے۔

1. مقالے کا موضوع اچھوتا، تحقیق طلب اور مفید ہو۔ منتخب موضوع پر تحقیق سے ملک و ملت کا کوئی نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہو۔ مکھی پر مکھی مارنے والی نوعیت کا نہ ہو۔
2. عنوان کی عبارت دو حصوں میں منقسم، آسان، غیر مبہم، جاذب نظر اور موضوع کی حدود پر دلالت کرنے والی ہو۔
3. مقالے کا Abstract بحث کے بنیادی سوال اور اس کے جوابات کے تمام مرکزی نکات کا جامع خلاصہ ہو۔
4. مقالہ کی مناسب تمہید لکھی جائے اور اس کے مقدمہ میں آٹھ عناصر یعنی موضوع کا تعارف، اہمیت و ضرورت، اسبابِ اختیار، بنیادی سوال، سابقہ کام کا جامع جائزہ، حدودِ بحث، اغراض و مقاصدِ تحقیق، اور منہج تحقیق کی وضاحت شامل ہوں۔
5. مقدمہ کے بعد لیکن مرکزی بحث سے پہلے مقالے کے مرکزی نکات کا خاکہ پیش کیا جائے۔
6. مقالے کے مرکزی حصہ میں موضوع کے تمام افکار میں گہرے ربط اور اُن کی ترکیبی کڑیوں میں تاریخی یا عقلی یا کسی منطقی ترتیب کا خاص لحاظ رکھا جائے۔
7. مرکزی بحث میں پیش کی جانے والی احادیث پر محدثین کے حکم کا ذکر کیا جائے۔ بقیہ مصادر سے منقول لفظی یا تلخیصی اقتباس سے پہلے اُن کے لیے تعارفی جملے اور بعد میں وجہِ استدلال، تجزیہ اور اُن میں مذکور افکار کی قدر و قیمت کا تعین اور تعمیری نقد ضرور پیش کی جائے۔
8. مرکزی بحث میں استعمال کیے جانے والے تمام مصادر و مراجع اساسی، موضوع کی نوعیت اور میدان تخصص سے ہم آہنگ ہوں۔ اُن سے استفادہ اور اخذ اقتباسات میں تاریخی ترتیب اور درجۂ اِستناد کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

9. مقالے کے پورے متن میں املاء، رسم الخط، رموزِ اوقاف اور رسمیاتِ مقالہ کے دُرست استعمال کے ساتھ ساتھ صحتِ کتابت کا خاص اہتمام کیا جائے۔
10. کسی بھی اقتباس کے حوالہ کے لیے تمام مطلوبہ عناصر اپنی دُرست ترتیب، اور مقالے میں وارد تمام شخصیات کے مختصر تعارف مع سَنہ ولادت و وفات کا مکمل دھیان رکھا جائے۔
11. مقالے کی زبان اور اُسلوب حکیمانہ، دلچسپ اور اہدافِ بحث کو حاصل کرنے میں مددگار ہو۔
12. مقالے میں از ابتداء تا انتہاء تحقیقی کام کی اخلاقیات کا دامن کسی صورت ہاتھ سے چُھوٹنے نہ پائے۔ علمی سرقہ اور جامعات میں پیش کردہ ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تھیسز سے کوئی فصل یا مبحث کو بطورِ مقالہ پیش کرنے سے اجتناب کیا جائے۔
13. مقالہ کے خاتمہ کے تینوں عناصرِ ترکیبی یعنی نتائج بحث، سفارشاتِ تنفیذ اور تجاویزِ تحقیق مزید پر پوری ذہنی صلاحیت صرف کی جائے اور یہ موضوع، مرکزی بحث اور اُس کے بنیادی سوال / سوالات سے مکمل ہم آہنگ ہوں۔
14. مقالہ کے آخر میں "حواشی اور حوالہ جات" یا "مصادر و مراجع" کی تمام معلومات اور ان کی ترتیب مروّجہ اُصول تحقیق کے بالکل مطابق ہو۔

نتائج بحث کے نفاذ اور اطلاق کی سفارشات

یہ فصل اپنے موضوع "علوم اسلامیہ میں قابلِ اِشاعت تحقیقی مقالہ کے عناصرِ ترکیبی اور تقاضے: ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کے منظور شدہ مجلّات کے تناظر میں ایک تنقیدی اور تعمیری مطالعہ" پر بحث کے بعد جن نتائج پر پہنچی ہے اُن کی تنفیذ کے لیے درجِ ذیل اقدامات کی سفارش کرتی ہے:

1. بحث کے نتائج کے عملی طور پر نفاذ کا پہلا قدم اس فصل کی اِشاعت اور اس کے مخاطبین یعنی ناپختہ مقالہ نگاروں تک اس کا پہنچنا ہے۔

2. اگلا قدم یہ ہے کہ اس بحث کے مخاطبین اگر ابھی ایم فل یا پی ایچ ڈی کی ڈگری کے کورس ورک کے مرحلے میں ہوں تو اِسے اُس نصاب میں شامل کیا جائے جو انہیں کورس ورک کے طور پر پڑھایا جا رہا ہے۔ فصل کی بحث چونکہ طویل ہے اس لیے یہ دو گھنٹوں کی صِرف ایک کلاس میں مکمل نہیں پڑھائی جا سکتی۔ لہٰذا حسبِ ضرورت چھ یا آٹھ گھنٹوں کے دورانیے پر مشتمل تین یا چار کلاسوں میں کوئی تجربہ کار اُستاد اِس کے ایک ایک عنصر پر تفصیلی روشنی ڈالے اور اُن کی توضیح و تشریح اس انداز میں کرے کہ نو آموز شخص ایک تحقیقی مقالہ کے تمام عناصر ترکیبی کو مکمل جان لے اور اُسے لکھنے کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ لے۔

3. تیسرا قدم یہ ہے کہ نو آموز اور ناپختہ مقالہ نگار اپنی پسند اور رُجحان کے کسی منتخب موضوع پر مقالہ تیار کرے اور اُسے برائے اشاعت ارسال کرنے سے پہلے زیرِ نظر فصل کی بحث کی روشنی میں ہر ایک عنصر اور اُس کے تقاضوں کا خود اچھی طرح جائزہ لے۔ پوری احتیاط سے یہ دیکھے کہ تمام مطلوبہ عناصر اپنے اپنے مقام پر اور اپنی مناسب شکل و صورت میں موجود ہیں یا نہیں۔ یعنی مقالہ نگار اپنے مقالہ کا بحیثیتِ ریفری خود جائزہ لے اور اپنے کام کو خود احتسابی کی آزمائش سے گزارے۔ اس دوران میں اگر کوئی کمی، کوتاہی یا خامی نظر آئے تو اُسے دور کرے۔ مناسب ہو گا کہ وہ اپنے مقالے کا ایک جائزہ لینے کے بعد اِسی کتاب کی زیرِ نظر فصل کا دوبارہ مطالعہ کرے اور اپنے مقالے کو ایک بار پھر پڑھے تاکہ کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو تو اُس کی اصلاح اور تکمیل کرے۔

4. اپنے مقالہ کا خود تنقیدی جائزہ لینے اور اپنے طور پر مکمل اطمینان کرنے کے بعد اگلا مرحلہ یہ ہے کہ مقالہ کو کسی پختہ تجربہ کار اُستاد یا سنجیدہ محقق کی نظروں سے گزارا جائے۔ اس مرحلہ پر سامنے آنے والی خامیوں پر بھی قابو پایا جائے اور اُن کی اصلاح

کی جائے۔ جب یہاں بھی تسلّی ہو جائے تو پھر مقالہ برائے اشاعت بھیج دیا جائے۔
ان شاء اللہ الکریم ایسا مقالہ بغیر کسی مشکل کے شائع ہو جائے گا۔

موضوع کے مزید تحقیق طلب پہلو اور کام کی تجاویز

اِس فصل کی بحث کے سامنے مقررہ اَہداف کی پابندیوں کی وجہ سے موضوع کے کئی گوشوں کو شاملِ تحقیق نہیں کیا جا سکا۔ ان گوشوں پر کام کر کے اِس میں شامل کرنے کے لیے راقم الحروف کے پاس وقت کی کمی اور وسائل کی عدم دستیابی کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ اس لئے مزید تحقیقی کام کے لیے تجاویز یہ ہیں:

1. اس مقالے میں جن چار اساتذہ کے انٹرویو شامل کیے جا سکے ہیں اُن کا تعلق تفسیر قرآن مجید اور قانون کے شعبوں سے ہے۔ تجویز یہ ہے کہ حدیث، فقہ اسلامی، سیرت النبی، اسلامی تاریخ، دعوت و تبلیغ، اسلامی فلسفہ، تقابل ادیان، عربی زبان و ادب، وغیرہ میدانوں اور اُن کے ذیلی شعبوں میں تخصص رکھنے والے اساتذۂ فن کے انٹرویو لیے جائیں اور معلوم کیا جائے کہ اِن میدانوں سے متعلق موضوع پر ایک قابلِ اشاعت تحقیقی مقالہ کے عناصر ترکیبی اور اُن کے تقاضے کیا ہوتے ہیں؟ اور اُنہیں کیسے پورا کیا جا سکتا ہے؟
2. دوسری تجویز یہ ہے کہ زیرِ نظر موضوع کے بارے میں علوم اسلامیہ میں تعلیم و تحقیق کے حوالے سے مشہور پاکستانی جامعات کے ایسے تمام اساتذہ کے انٹرویو جمع کیے جائیں جو علوم اسلامیہ میں لکھے جانے والے مقالات کا ریویو کرتے یا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ لکھتے ہیں تا کہ موضوع کے بارے میں مختلف افکار ایک جگہ جمع ہو جائیں اور نو آموز مقالہ نگاروں کو زیادہ سے زیادہ محققین کی فکر اور تجاویز سے استفادے کا وسیع موقع میسر آ سکے۔

ملحق نمبر ۱

برطانوی جامعات کے علمی خزانے

ذیل کی ویب سائٹوں میں برطانوی یونیورسٹیوں نے دلچسپی کے مواد کو تلاش کرنے کے لیے دو قسم کے طریقے پیش کیے ہیں۔ ایک کو سادہ تلاش (Simple Search) اور دوسرے کو دقیق یا گہری تلاش (Advanced Search) کہتے ہیں۔

1.	Aberystwyth University http://cadair.aber.ac.uk/dspace/
2.	Anglia Ruskin University http://angliaruskin.openrepository.com/arro/
3.	Aston University http://eprints.aston.ac.uk/cgi/search/advanced
4.	Bangor University http://repository.bangor.ac.uk/
5.	Bath Spa University http://researchspace.bathspa.ac.uk/
6.	Birkbeck, University of London http://eprints.bbk.ac.uk/
7.	Birmingham City University http://etheses.bham.ac.uk/
8.	Bournemouth University http://eprints.bournemouth.ac.uk/
9.	Brunel University http://bura.brunel.ac.uk/
10.	Bucks New University http://eprints.bucks.ac.uk/
11.	Canterbury Christ Church University http://create.canterbury.ac.uk/
12.	Cardiff Metropolitan University https://repository.cardiffmet.ac.uk/
13.	Cardiff University http://orca.cf.ac.uk/
14.	Central School of Speech & Drama

	http://crco.cssd.ac.uk/cgi/search/advanced
15.	City University London www.city.ac.uk/research/research-publications http://openaccess.city.ac.uk/
16.	Coventry University https://curve.coventry.ac.uk/open/access/home.do
17.	Cranfield University https://dspace.lib.cranfield.ac.uk/
18.	De Montfort University www.dora.dmu.ac.uk/
19.	Durham University http://dro.dur.ac.uk/ http://etheses.dur.ac.uk/
20.	Edge Hill University http://repository.edgehill.ac.uk/
21.	Edinburgh Napier University http://researchrepository.napier.ac.uk/
22.	Falmouth University http://repository.falmouth.ac.uk/
23.	Glasgow Caledonian University http://researchonline.gcu.ac.uk/portal/
24.	Glasgow School of Art https://radar.gsa.ac.uk/
25.	Glyndwr University http://collections.crest.ac.uk/glyndwr_home.html
26.	Goldsmiths, University of London http://research.gold.ac.uk/
27.	Heriot-Watt University www.ros.hw.ac.uk/
28.	Heythrop College, Uni. of London http://publications.heythrop.ac.uk/
29.	Keele University http://eprints.keele.ac.uk/
30.	Kingston University http://eprints.kingston.ac.uk/
31.	Lancaster University

	http://eprints.lancs.ac.uk/
32.	Leeds Beckett University http://eprints.leedsbeckett.ac.uk/
33.	Liverpool Hope University: https://eprints.hope.ac.uk/
34.	London School of Economics and Political Science http://eprints.lse.ac.uk/
35.	Loughborough University https://dspace.lboro.ac.uk/dspace-jspui/
36.	Manchester Metropolitan University www.e-space.mmu.ac.uk/e-space/
37.	Maynooth University http://eprints.maynoothuniversity.ie/
38.	Middlesex University http://eprints.mdx.ac.uk/
39.	Newcastle University http://eprint.ncl.ac.uk/search.aspx
40.	Northumbria University: http://nrl.northumbria.ac.uk/
41.	Nottingham Trent University http://irep.ntu.ac.uk/R?RN=472560279
42.	Oxford Brookes University https://radar.brookes.ac.uk/radar/access/home.do
43.	Plymouth University http://digitalcollections.plymouth.edu/
44.	Queen Margaret University http://eresearch.qmu.ac.uk/ http://etheses.qmu.ac.uk/
45.	Roehampton University http://roehampton.openrepository.com/roehampton/
46.	SOAS, University of London http://eprints.soas.ac.uk/
47.	Sheffield Hallam University http://shura.shu.ac.uk/
48.	Southampton Solent University http://ssudl.solent.ac.uk/cgi/search/advanced

49.	St. George's, University of London http://openaccess.sgul.ac.uk/
50.	Staffordshire University http://eprints.staffs.ac.uk/
51.	Swansea University https://cronfa.swan.ac.uk/
52.	The London School of Economics and Political Science http://eprints.lse.ac.uk/view/subjects/
53.	The Robert Gordon University https://openair.rgu.ac.uk/
54.	The University of Edinburgh www.era.lib.ed.ac.uk/ http://datashare.is.ed.ac.uk/
55.	The University of Hull https://hydra.hull.ac.uk/
56.	The University of Manchester http://eprints.ma.man.ac.uk/
57.	The University of Northampton http://nectar.northampton.ac.uk/
58.	The University of Nottingham http://eprints.nottingham.ac.uk/
59.	The University of Sheffield www.shef.ac.uk/library/cdfiles/rep
60.	The University of Warwick http://wrap.warwick.ac.uk/
61.	The University of York http://yorkspace.library.yorku.ca/xmlui/
62.	Universities of Leeds http://eprints.whiterose.ac.uk/ http://etheses.whiterose.ac.uk/
63.	University for the Creative Arts http://ucaris.ucreative.ac.uk/
64.	University of Aberdeen http://aura.abdn.ac.uk/
65.	University of Abertay Dundee

	https://repository.abertay.ac.uk/jspui/
66.	University of Bath http://opus.bath.ac.uk/
67.	University of Bedfordshire http://uobrep.openrepository.com/uobrep/
68.	University of Birmingham http://eprints.bham.ac.uk/ http://erepositories.bham.ac.uk/
69.	University of Bolton http://ubir.bolton.ac.uk/
70.	University of Brighton http://eprints.brighton.ac.uk/
71.	University of Bristol http://research-information.bristol.ac.uk/
72.	University of Cambridge www.repository.cam.ac.uk/
73.	University of Central Lancashire http://clok.uclan.ac.uk/cgi/search/advanced
74.	University of Chester http://chesterrep.openrepository.com/cdr/
75.	University of Chichester http://eprints.chi.ac.uk/
76.	University of Cumbria http://insight.cumbria.ac.uk/
77.	University of Derby http://derby.openrepository.com/derby/
78.	University of Dundee http://discovery.dundee.ac.uk/portal/
79.	University of East Anglia https://ueaeprints.uea.ac.uk/
80.	University of East London http://roar.uel.ac.uk/
81.	University of Essex http://repository.essex.ac.uk/
82.	University of Exeter https://ore.exeter.ac.uk/repository/

83.	University of Glasgow http://eprints.gla.ac.uk/
84.	University of Gloucestershire http://eprints.glos.ac.uk/
85.	University of Greenwich: http://gala.gre.ac.uk/
86.	University of Hertfordshire http://uhra.herts.ac.uk/
87.	University of Huddersfield http://eprints.hud.ac.uk/
88.	University of Kent: https://kar.kent.ac.uk/
89.	University of Leicester: https://lra.le.ac.uk/
90.	University of Lincoln: http://eprints.lincoln.ac.uk/
91.	University of Liverpool: http://repository.liv.ac.uk/
92.	University of Nottingham http://eprints.nottingham.ac.uk/
93.	University of Oxford: http://ora.ox.ac.uk/
94.	University of Portsmouth: http://eprints.port.ac.uk/
95.	University of Reading http://centaur.reading.ac.uk/cgi/search/advanced
96.	University of Salford: http://usir.salford.ac.uk/
97.	University of South Wales http://dspace1.isd.glam.ac.uk/dspace/
98.	University of Southampton http://eprints.soton.ac.uk/
99.	University of St Andrews http://research-repository.st-andrews.ac.uk/
100.	University of Stirling: https://dspace.stir.ac.uk/

101.	University of Strathclyde http://strathprints.strath.ac.uk/
102.	University of Sunderland http://sure.sunderland.ac.uk/
103.	University of Surrey: http://epubs.surrey.ac.uk/
104.	University of Sussex: http://sro.sussex.ac.uk/
105.	University of the Arts London http://ualresearchonline.arts.ac.uk/
106.	University of the West of England http://eprints.uwe.ac.uk/
107.	University of Ulster http://eprints.ulster.ac.uk/cgi/search/advanced
108.	University of Wales Trinity Saint David http://dspace.smu.ac.uk/
109.	University of Wales http://dspace1.isd.glam.ac.uk/dspace/
110.	University of Warwick: http://wrap.warwick.ac.uk/
111.	University of West London http://vistas.uwl.ac.uk/eprints/
112.	University of Westminster http://westminsterresearch.wmin.ac.uk/
113.	University of Wolverhampton http://wlv.openrepository.com/wlv/
114.	University of Worcester: https://eprints.worc.ac.uk/

برطانوی جامعات کی ان ویب سائٹوں کو میں نے خود کھولا اور تلاش کے لیے کوئی کلیدی لفظ لکھا تو نتائج بہت مفید نکلے۔ اس لیے یہ فہرست اس امید پر پیش ہے کہ ہمارے انگریزی دان اور دیگر تحقیق کار ان سے اپنے موضوع سے متعلق سابقہ کام جاننے اور اپنی تحقیق کی حدود کو متعین کرنے میں استفادہ کریں گے۔

ملحق نمبر ۲

عالم عرب کی بعض جامعات کے مجلات

1. المجلات الأكاديمية العلمية العراقية

https://iasj.net/

2. مجلات جامعة أم القرى، مكة المكرمة

https://uqu.edu.sa/App/Browser/CatSite/44

3. جامعة الإمام محمد بن سعود الاسلامية

https://units.imamu.edu.sa/deanships/SR/Units/Vice/Magazines/Pages/default.aspx

4. جامعة عين شمس

http://asu.edu.eg/ar/381/page

5. مجلات جامعة بابل، عراق

www.journalofbabylon.com/index.php/index

6. مكتبة الألوكة

www.alukah.net/library/

7. دليل الرسائل العلمية بكلية الشريعة والدراسات الإسلامية بجامعة القصيم

www.alukah.net/library/0/91078/

8. مركز ودود للمخطوطات

www.wadod.com/

9. جامع البحوث والرسائل العلمية

https://imamu.edu.sa/elibrary/Pages/file29-12-2016-5.aspx

10. الأبحاث والدراسات القرآنية مع التصنيف والتحديث المستمر

www.ahlalhdeeth.com/vb/showthread.php?t=330356

ملحق نمبر ۳

اردو اور فارسی کتب کی آن لائن لائبریریاں

وہ ویب سائٹیں جو کتاب کے پہلے ایڈیشن میں چلتی تھیں مگر اب بند ہو گئی ہیں انہیں ذیل کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔ کچھ نئی سائٹوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

1. اردو کی برقی کتابیں

http://kitaben.urdulibrary.org/Deen.html

2. اسلامک ریسرچ سنٹر، راولپنڈی

www.ircpk.com/

3. اسلامک لائبریری آف فیضان عطار

https://library.faizaneattar.net/

4. اہل سنت نیٹ ورک

www.ahlesunnat.net/

5. آسٹریلین اسلامک لائبریری

www.australianislamiclibrary.org/

6. بھٹکلیس

www.bhatkallys.com/ur/kutub-khana

7. خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لائبریری

www.khanqah.org/urdu_book

8. ختم نبوت لائبریری

www.khatmenabowat.com/category/library/

9. دعوتِ اسلامی

www.dawateislami.net/bookslibrary/

10. ریختہ لائبریری

www.rekhta.org/ebooks?lang=ur

11. صوفی نامہ

https://sufinama.org/ebooks

12. علامہ اقبال سائبر لائبریری

www.iqbalcyberlibrary.net/

13. قرآن وحدیث لائبریری

www.equranlibrary.com/

14. قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، انڈیا

www.urducouncil.nic.in/

15. کتابستان

http://kitaabistan.com/books.htm

16. کتاب وسنت لائبریری

https://kitabosunnat.com/kutub-library

17. معرفت لائبریری

www.marfat.com/

18. مکتبہ مجددیہ

www.maktabah.org/aa/lang

19. ملت آن لائن لائبریری

www.millat.com/

20. منہاج بکس اسلامی لائبریری

www.minhajbooks.com/urdu/index.html

21. نفس اسلام لائبریری

www.nafseislam.com/

ملحق نمبر ۴

دینی صحافت کے اردو رسائل و جرائد

فہم دین، تربیت تحریر، نشر افکار، معاصر مسائل پر اظہار رائے، بیداری اُمت وغیرہ اُمور کے سلسلے میں دینی صحافت کی ضرورت و اہمیت مسلّم ہے۔ تحقیق کے موضوع کے انتخاب یا موضوع کے متعلق اساسی معلومات، وفات پا جانے والی اہم شخصیات، کسی بحران کے متعلق فوری مواد وغیرہ مسائل دینی صحافت کے عام رسائل و جرائد یا اُن کے خصوصی شماروں ہی سے اکثر حاصل ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں جو کام میری نظروں سے گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک ''پاک و ہند کے منتخب اُردو اسلامی جرائد کی نمایاں خصوصیات اور بنیادی مناہج کا علمی و تجزیاتی مطالعہ'' ہے۔[1] پانچ سو پچپن صفحات کے اس تھیس میں اہل سنت (بریلوی) کے شائع کیے جانے والے پاک و ہند کے رسائل و جرائد کو شامل تجزیہ و تحقیق نہیں کیا گیا۔

دوسرا کام ضیاء اللہ کھوکھر کا مرتب کردہ ''تعلیم گاہوں کے رسائل و جرائد'' ہے۔ یہ عبد المجید کھوکھر یادگار لائبریری گوجرانوالہ کی طرف سے 2007ء میں شائع کیا گیا۔ ایک سو ساٹھ صفحات کی اس کتاب میں رسائل و جرائد کے نام، جائے نشر و اشاعت جیسی معلومات اختصار سے پیش کی گئی ہیں۔ رسائل و جرائد پر تبصرہ جیسی کوئی چیز اس میں نہیں ہے۔ یہ فہرست ہے اور تحقیق کاروں کے لیے مفید ہے۔

ان دونوں کتابوں میں رسائل و جرائد کی ویب سائٹوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لیے درج ذیل فہرست اس خلا کو پُر کرنے کی ایک محدود کوشش ہے۔

---

[1] یہ ڈاکٹر سعید الرحمن کا پی ایچ ڈی کا تھیس ہے۔ یہ عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان پاکستان میں 2012-2015ء کے اکیڈمک سیشن میں مکمل ہوا۔ اسے کتاب و سنت کی سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔

1. سہ ماہی تحقیقات اسلامی، انڈیا

www.tahqeeqat.net/issues.asp

2. سہ ماہی شعور و آگہی، لاہور

www.rahimia.org/publications/?category=2

3. سہ ماہی العلماء، لاہور

www.minhaj.info/ulama/index.php?mod=mags

4. ماہنامہ الاحسن، لاہور

www.jamiaashrafia.org/alhassan.php

5. ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا

www.aljamiatulashrafia.in/monthly_ashrafia.php

6. ماہنامہ اشراق، لاہور

https://ghamidi.tv/magazines

1. ماہنامہ الاشرف، کراچی

https://ashrafia.net/monthly-al-ashraf-karachi/

2. ماہنامہ البلاغ، کراچی

http://albalagh.deeneislam.com/

3. ماہنامہ البینات، کراچی

www.banuri.edu.pk/bayyinat

4. ماہنامہ پیام عرفات، بریلی

https://abulhasanalinadwi.org/magazines/

5. ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور

https://tarjumanulquran.org/

6. ماہنامہ حکمتِ بالغہ، جھنگ

www.hamditabligh.net/

7. ماہنامہ دار العلوم دیوبند

www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/new/index.php

8. ماہنامہ دختران اسلام، لاہور

www.minhaj.info/di/index.php?mod=mags

9. ماہنامہ دلیل راہ، لاہور

www.daleelerah.com/current/

10. ماہنامہ رحیمیہ، لاہور

www.rahimia.org/ur/publications/?category=1

11. ماہنامہ الرسالہ، انڈیا

www.cpsglobal.org/alrisala

12. ماہنامہ رضائے مصطفٰی، گوجرانوالہ

http://raza-e-mustafa.blogspot.com/

13. ماہنامہ سلطان الفقر، لاہو

www.mahnama-sultan-ul-faqr-lahore.com/

14. ماہنامہ سُنی آواز، ناگ پور انڈیا

www.sunniawaz.com/category/monthly/

15. ماہنامہ سُنی دعوتِ اسلامی، ممبئی انڈیا

www.sunnidawateislami.net/magazine.aspx

16. ماہنامہ سیدھا راستہ، لاہور

www.seedharastah.com/seedha.php

17. ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

www.alsharia.org/

18. ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ

www.taubah.org/Al-furqan/

19. ماہنامہ فقیہ، سرگودھا

http://ahnafmedia.com/monthly-al-faqeeh

20. ماہنامہ لولاک، ملتان

www.laulak.info/

21. ماہنامہ محدث، لاہور

https://magazine.mohaddis.com/

22. ماہنامہ مصطفائی نیوز، کراچی

www.mustafai.net/islam/mustafai-news.php

23. ماہنامہ المظہر، کراچی

www.almazhar.com/

24. ماہنامہ معارف، انڈیا

http://shibliacademy.org/maarif

25. ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور

www.minhaj.info/mag/index.php

26. میثاق، حکمت قرآن، لاہور

https://tanzeemdigitallibrary.com/

27. ماہنامہ ندائے اعتدال، انڈیا

www.nadwifoundationaligarh.org/magazine/

28. نعت رنگ، کراچی

http://naatkainaat.org/

ملحق نمبر ۵

عالم عرب کے علمی مجلات وجرائد

علمی دُنیا اور تحقیقات کے اداروں میں جس تیزی سے تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان سب سے واقف رہنا اور استفادہ کے لیے ہم سفر رہنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن (2018ء) کے وقت جب میں نے عالم عرب کے علمی مجلات اور ان کی ویب سائٹوں کو جمع کیا تھا اس وقت کی صورت حال اب دسمبر 2020ء میں بہت بدل چکی ہے۔ جو ویب سائٹیں نیست ونابود ہو چکی ہیں انہیں ذیل کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔ بہت سی تبدیل ہو چکی ہیں اور بے شمار نئی وجود میں آچکی ہیں۔ چیک کرنے کے بعد انہیں ذیل کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ آپ جب اس کتاب سے استفادہ کر رہے ہوں گے تو ممکن ہے کہ کئی نئی سائٹیں وجود میں آچکی ہوں گی۔

1. دليل الدوريات العربية المجانية

www.dfaj.net/index.php?r=home/index

2. الفكر الإسلامي المعاصر

https://citj.org/index.php/citj

3. مجلة آفاق التراث والثقافة

https://benzeghiba.net/taxonomy/term/51

4. مجلة الإحياء، المملكة المغربية

www.arrabita.ma/blog/downloads/alihyaa/

5. المجلة الأردنية في الدراسات الإسلامية

https://repository.aabu.edu.jo/jspui/handle/123456789/38

6. مجلة الاستغراب

https://istighrab.iicss.iq/?id=1

7. مجلة الأندلس للعلوم الإنسانية والاجتماعية، صنعاء

www.andalusuniv.net/AUSTNEW/contentCustom.php?pid=515&menu=showMagaz

8. مجلة البحوث والدراسات القرآنية

https://jqrs.qurancomplex.gov.sa/

9. مجلة البلقاء، جامعة عمان الأهلية

https://albalqajournal.ammanu.edu.jo/AR/Home.aspx

10. مجلة تبيان للدراسات القرآنية

http://tbyan.org/

11. مجلة جامعة ابن رشد

www.averroesuniversity.org/category/secondary-journal/

12. مجلة الجامعة الإسلامية بغزة

https://journals.iugaza.edu.ps/index.php/IUGJHR

13. مجلة الجامعة الإسلامية للدراسات الإسلامية

https://journals.iugaza.edu.ps/index.php/IUGJIS/issue/archive

14. مجلة جامعة أم القرى

https://uqu.edu.sa/jill

15. مجلة جامعة أم القرى لعلوم اللغات وآدابها

https://uqu.edu.sa/jll

16. مجلة الجامعة العراقية

https://aliraqia.edu.iq/journals

17. مجلة الجنان، لبنان

www.jinan.edu.lb/pages/ar/publications#354

18. مجلة الدراسات الإسلامية

https://jis.ksu.edu.sa/ar/node/5231

19. مجلة الدراسات الإسلامية ، جامعة الملك سعود

https://jis.ksu.edu.sa/ar/jis-archive

20. مجلة دراسات استشراقية

https://m.iicss.iq/

21. مجلة القرآن والاستشراق المعاصر

www.iicss.iq/?id=3038

22. مجلة الدراسات العقدية، مدينة منورة

www.aqeedaamm.net/

23. مجلة الرابطة

www.themwl.org/ar/publications

24. المجلة الزيتونية

https://waqfeya.com/category.php?cid=140

25. مجلة الشريعة والدراسات الإسلامية – جامعة الكويت

www.pubcouncil.kuniv.edu.kw/jsis/homear.aspx?id=8&Root=yes

26. المجلة العربية

www.arabicmagazine.com/Arabic/Archive.aspx

27. مجلات الجامعة الأسمريّة، ليبيا

www.asmarya.edu.ly/ar/

28. المجلات العلمية

www.iasj.net/iasj/journals

29. مجلات جامعة بغداد

http://uobaghdad.edu.iq/?page_id=15348

30. مجلات جامعة المدينة العالمية المحكمة

http://ojs.mediu.edu.my/

31. مجلات جامعة القدس المفتوحة العلمية المحكمة

https://journals.qou.edu/

32. مجلة الفرقان

www.al-forqan.net/issues/

33. مجلة العلوم الاقتصادية والقانونية، دمشق

www.damascusuniversity.edu.sy/mag/law/

34. مجلة العلوم الإنسانية، فلسطين

www.hebron.edu/index.php/jour-hum

35. مجلة العلوم التربوية والنفسية، بحرين

https://journal.uob.edu.bh/

36. مجلة العلوم الحديثة والتراثية

http://ojs.meshj.eu/index.php/journal/issue/archive

37. مجلة العلوم الشرعية، السعودية

https://imamjournals.org/index.php/jis

38. مجلة الفقه والقانون

https://sites.google.com/site/marocsitta/home/adad-almjlte

39. مجلة كلية الشريعة والدراسات الإسلامية، جامعة قطر

https://journals.qu.edu.qa/index.php/sharia

40. مجلة المجمع الفقهي الإسلامي، مكة المكرمة

https://ar.themwl.org/taxonomy/term/8

41. مجلة مجمع اللغة العربية – مصر

https://voiceofarabic.net/ar/مجلة-مجمع-اللغة-العربية-/تصنيف-المكتبة/بالقاهرة

42. مجلة المعهد المصري للدراسات الاسلامية

https://cipss-eg.org/category/مجلة-المعهد-المصري/

43. مجلة الواضحة، الرباط

http://edhh.org/wadiha/

44. مجلة الوعي الشبابي، كويت

www.alwaei.com/shabab/site/

ملحق نمبر ۲

عربی زبان کی چند اہم آن لائن لائبریریاں

ذیل کی فہرست میں شامل عربی زبان کی آن لائن لائبریریوں کی ویب سائٹوں کو کھول کر دیکھا گیا تو یہ اس جمع و ترتیب کے وقت کام کر رہی تھیں۔ منتخب موضوع کے متعلق سابقہ کام کا جائزہ لینے کے لیے ان آن لائن لائبریریوں سے استفادہ ضرور کرنا چاہیے۔ اگر یہ ذیل کے ویب ایڈریس کے ساتھ نہ کھلیں تو گوگل میں اِن کے عربی نام کے ساتھ تلاش کر کے ان کے مواد تک پہنچنا چاہیے۔

1. الأكاديمية العربية في الدنمارك

https://ao-academy.org/ar/library/

2. الباحث الحديثي

https://sunnah.one/

3. الباحث العربي

www.baheth.net/

4. الباحث القرآني

https://tafsir.app/

5. بصائر آن لائن

https://basaer-online.com

6. بوابة الكتاب العلمي

www.thelearnbook.com/

7. الجامع للحديث النبوي

www.sonnaonline.com/Default.aspx

8. جامع الكتب المصورة

http://darulqurra.edu.pk/

9. رابطة العلماء السوريون

https://islamsyria.com/

10. شبكة ابن مريم الإسلامية

www.ebnmaryam.com/web/

11. شبكة مشكاة الإسلامية

www.almeshkat.net/library/

12. صحابة رسول الله

www.sahaba.rasoolona.com/

13. صيد الفوائد

http://saaid.net/book/index.php

14. الطريقة الشاذلية الدرقاوية

www.shaziliaassemia.com

15. طريق الإسلام

https://ar.islamway.net

16. الفهرس العربي الموحد

www.aruc.org/

17. فولا بك

https://foulabook.com

18. كتاب بِدِيا

http://ketabpedia.com/

19. مركز البحوث والدراسات في الفقه المالكي

www.arrabita.ma/alfiqh/

20. مركز تفسير للدراسات القرآنية

https://tafsir.net/

21. معاجم

www.maajim.com/

22. المعاني (لكل رسم معنى)

www.almaany.com/

23. المعهد الملكي للدراسات الدينية

http://english.riifs.org/ar/Home

24. مقهى الكتب

www.kutubpdfbook.com

25. مكتبة الإسكندرية

www.bibalex.org/ar/

26. المكتبة الإسلامية الإلكترونية الشاملة

www.muslim-library.com/

27. مكتبة الألوكة

www.alukah.net/library/

28. المكتبة الرقمية العربية

https://bilarabiya.net/4680.html

29. مكتبة زاد

www.zaadbooks.com

30. المكتبة الشاملة

https://shamela.ws/

31. مكتبة طريق العلم

www.books4arab.com/

32. مكتبة طليطلة

www.tolaitila.com/

33. مكتبة الكتب

https://books-library.online/

34. المكتبة العربيةِ الكبرى

https://arabicmegalibrary.com/

35. مكتبة عين الجامعة

https://ebook.univeyes.com/

36. مكتبة كتب **pdf** الإلكترونية

www.kutub-pdf.net/

37. مكتبة المصطفى الإلكترونية

www.al-mostafa.com/

38. مكتبة المهتدين الإسلامية لمقارنة الأديان

http://al-maktabeh.com/

39. مكتبة نور

www.noor-book.com

40. المكتبة الوقفية

https://waqfeya.com/

41. منتدى العلماء

www.msf-online.com/

42. مؤسسة هنداوي للتعليم والثقافة

www.hindawi.org/books/

43. موسوعة التفسير الموضوعي

https://modoee.com/

44. الموسوعة الشاملة

http://islamport.com/index2.html

45. موقع جديد الكتب المجانية

https://booksjadid.top/

46. موقع الوراق للكتب

www.alwaraq.net/Core/index.jsp?option=1

ملحق نمبر ۷

عالم عرب کی جامعات اور تحقیقی اداروں کے علمی مخزن

شائع شدہ مقالات، تھیسس، علمی دستاویز، علمی سرگرمیوں کے ریکارڈ ایسی چیزیں سے ہیں جن کی ایک تحقیق کار کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ اپنی تحقیق کی کامیابی کے لیے ان سے استفادہ کرتا ہے۔

جب سے انٹرنیٹ پر انہیں محفوظ کرنا ممکن ہوا ہے دنیا کی جامعات اور تحقیق کے اداروں نے ان سابقہ کاوشوں کو اپنے اپنے مخزنوں میں جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان علمی خزانوں کو انگریزی میں (Repository) اور عربی زبان میں المستودع الرقمي کہتے ہیں۔ یہ عام لائبریریوں سے کچھ مختلف نوعیت کے علمی خزانے ہوتے ہیں۔

ذیل میں عالم عرب کی جامعات اور تحقیقی اداروں کے اسی نوعیت کے آن لائن ذخائر کی ایک مختصر فہرست پیش ہے۔ اس سے سیکھتے ہوئے مزید کی تلاش، استعمال اور استفادے سے اپنی تحقیق کو معیاری اور نتیجہ خیز بنائیں۔

1. معهد التخطيط القومي

http://repository.inp.edu.eg/

2. مؤسسة محمد بن راشد آل مكتوم للمعرفة

https://ddl.ae/

3. جامعة الإمارات العربية المتحدة

www.library.uaeu.ac.ae/ar/

4. المستودع الرقمي العالمي لمخطوطات الحضارة الإسلامية

www.ilmarabia.co.uk

5. المستودع الرقمی جامعة افریقیا العالمیة

http://dspace.iua.edu.sd/

6. شمع شبكة المعلومات العربية التربوية

www.shamaa.org/

7. مكتبة معهد الخرطوم الدولي للغة العربية

https://kiial.org/

8. المستودع الرقمی لجامعة عبد الحميد بن باديس

www.univ-mosta.dz/almstwda-alrqmc-ljamatt-abd-alhmcd-bn-badcs/

9. المستودع الرقمی العراقی للأطاريح الرسائل الجامعية

https://iqdr.iq/

10. المستودع الرقمي الأسري

http://repository.hess.sa/xmlui/?locale-attribute=ar

11. المستودع الرقمي لجامعة الوادي

http://dspace.univ-eloued.dz/

12. المستودع الرقمي المؤسسي لجامعة نايف العربية للعلوم الأمنية

https://repository.nauss.edu.sa/

13. المستودع الرقمی، جامعة قطر

https://qspace.qu.edu.qa/

14. المستودع الرقمي لجامعة الزقازيق

www.publications.zu.edu.eg/?MID=70

15. المستودعات الرقمية للابحاث في الوطن العربي

https://library.iugaza.edu.ps/arabic_repository.aspx

ملحق نمبر ۸

عرب نصاریٰ / مسیحیوں کی اہم آن لائن لائبریریاں

علوم اسلامیہ کے وہ تحقیق کار جو ایسے قرآنی یا اسلامی موضوعات پر کام کر رہے ہوں جن کا تعلق نصاریٰ / نصرانیت یا مسیحیوں / مسیحیت سے ہو تو انہیں ذیل کی فہرست میں شامل ویب سائٹوں کو کھولنا اور مطلوبہ مواد تلاش کرنا چاہیے۔
معاصر مسیحیت کی عربی زبان، اصطلاحات، فرقوں، مسائل، مسلم مسیحی تعلقات، سیاسی مشارکت، سماجی و معاشرتی روابط، دعوت و تبلیغ، رد شبہات و اوہام، عصری رُجحانات، سیکولر ازم، الحاد، وغیرہ کو سمجھنے کے لیے ان ویب سائٹوں پر پایا جانے والا مواد بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی کی ترقی اور بعض نامعلوم وجوہات سے ویب سائٹوں کے ایڈریس تبدیل کیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں متعلقہ ویب سائٹ کو اُن کے عربی نام کے ساتھ گوگل سرچ انجن میں تلاش کرنا چاہیے۔

1. أنشطة مسيحية
www.christian-activities.net
2. بطريركية الأقباط الأرثوذكس: الكرسي الأورشليمي والكويت
www.stmark-kw.net/
3. بطريركية أنطاكية وسائر المشرق للروم الأرثوذكس
www.antiochpatriarchate.org
4. دار الكتاب المقدس، الناصرة
www.aibible.org

5. دائرة الدراسات السريانية

https://dss-syriacpatriarchate.org

6. الدراسات القبطية والأرثوذكسية

www.coptology.com/

7. دفائيات

www.difa3iat.com

8. دير الأنبا بيشوي بوادي النطرون

www.avabishoy.com/

9. الرابطة الكتابية، مجلة بيليا

www.albiblia.com

10. السراج الأرثوذكسي

www.alsiraj.org/blog/

11. عائلة الثالوث القدوس

www.holytrinityfamily.org

12. عائلة رهبانية الكلمة المتجسد

www.iveinarabic.org

13. الكلدان في أوربا

www.chaldeaneurope.org

14. كنيسة الشهيد العظيم مار مرقس

www.stmarkos.org/index.php/ar/

15. الكنيسة القبطية الأرثوذكسية

https://st-takla.org/

16. الكنيسة الكاثوليكية في مصر

https://catholic-eg.com/

17. الكنيسة الكلدانية في العالم

https://chaldeansoflebanon.org/

18. مدرسة الإسكندرية

www.alexandria-school.org

19. مدونة رئيس الملائكة روفائيل

http://st-rofa.blogspot.com

20. المركز الدائم للتنشئة المسيحية

www.zadwbarakat.com

21. مركز الكلمة المسيحي

www.alkalema.net/

22. مركز اللقاء للدراسات الدينية والتراثية في الأراضي المقدسة

www.al-liqacenter.org.ps/arb/index.php

23. المسيحية بين الماضي والحاضر والمستقبل

https://christianitypastandpresent.wordpress.com

24. مشروع الكنوز القبطية

https://coptic-treasures.com

25. المطران

https://almoutran.com

26. مطرانية الروم الملكيين الكاثوليك

https://logosofgalilee.com

27. مطرانية شبرا الخيمة وتوابعها للأقباط الأرثوذكس

www.alanbamarcos.com

28.المعارف المسيحية

www.copticlink.org

29.مكتبة الكتب المسيحية

www.christianlib.com

30.المكتبة العربية الأرثوذكسية

www.alexiapublications.com

31.المكتبة المسيحية العامة

https://alta3b.com/books/christianity/

32.المكتبة المسيحية

https://christianlib.tumblr.com/

33.مكتبة يسوع الملك

www.yjhp.ps/store/

34.مواقع مسيحية دراسية

www.nazcol.org/ar/مواقع-مسيحية-دراسية

35.موسوعة تاريخ أقباط مصر

www.coptichistory.org/

36.موقع البابا شنودة

www.popeshenouda.com/

37.موقع القس انطونيوس فهمي

www.frantoniosfahmy.com/

38.الموقع لنيافة الحبر الجليل الأنبا بيشوي

http://metropolitan-bishoy.org/

ملحق نمبر ۹

عرب نصاریٰ / مسیحیوں کے چند آن لائن مجلات اور جرائد

1. مجلة أرثوذكسية شهرية

www.orthodoxlegacy.org/

2. مجلة صديق الكاهن

https://catholic-eg.com/

3. مجلة الكرازة

http://alkirazamagazine.com/

4. مجلة كنيسة بيت كوخي

https://bethkokheh.assyrianchurch.org/arabic

5. مجلة مسيحية للأطفال

www.awlaad.com/vol.html

6. مجلة المشرق

https://al-machriq.com/

7. مجلة معهد الدراسات الشرقية للأباء الدومينيكان

https://www.ideo-cairo.org/ar/category/mideo-ar/

8. مجلة النشرة إنجيلية جامعة

https://annashra.org/

9. مجلة نور المسيح

www.lightchrist.org/bulletins.html

10. مجلة ينبوع المحبة

www.stmark-kw.net/category.aspx?catid=18

ملحق نمبر ۱۰

انٹرنیٹ میں مطلوب مواد کی تلاش کے مؤثر طریقے

تحقیق کار کو بعض اوقات اپنے موضوع کے متعلق مواد آن لائن لائبریریوں یا گوگل سرچ انجن میں آسانی سے نہیں ملتا۔ ایسی صورت حال میں کم وقت میں اور مطلوبہ مواد تک بآسانی رسائی کے لیے درج ذیل طریقے استعمال کریں۔

1. اگر آپ کو مواد پی ڈی ایف فائل کی شکل میں چاہیے تو گوگل میں اپنے کلیدی الفاظ مثلاً 'اصول تفسیر' لکھنے کے بعد انگریزی میں فائل ٹائپ کولن پی ڈی ایف کے حروف یوں لکھ کر سرچ کریں:

اصول تفسیر filetype:pdf

یعنی اصول تفسیر کے دو الفاظ لکھ کر ایک سپیس دیں۔ اس کے بعد filetype:pdf کے حروف لکھیں۔ ان کے درمیان سپیس نہ دیں۔ پھر انٹر کو دبا دیں۔ اس طریقے سے ساری فائلیں پی ڈی ایف کی شکل آئیں گی۔

2. اگر نتائج کی تعداد بہت زیادہ ہو، جنہیں ملاحظہ کرنے کے لیے آپ کے پاس وقت نہ ہو تو اپنے کلیدی الفاظ کو کاموں "" میں یوں لکھ کر سرچ کریں:

"اصول تفسیر" filetype:pdf

یاد رہے کہ کاما لکھتے وقت انگریزی کی بورڈ (keyboard) استعمال کریں، اردو کی بورڈ نہیں۔ اس طریقے سے وہ تمام ویب سائٹیں خارج ہو جائیں گی جن کی تحریر میں آپ کا مطلوبہ کلیدی لفظ نہیں پایا جاتا ہے۔

3. اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے مطلوبہ کلیدی الفاظ فائل، کتاب یا تحریر کے ٹائٹل یعنی عنوان میں موجود ہوں تو پھر یوں لکھ کر سرچ کریں:

allintitle: "اصول تفسیر" filetype:pdf

یعنی سب سے پہلے انگریزی کے allintitle سب چھوٹے حروف بغیر سپیس کے لکھیں۔ اس کے بعد سپیس دیئے بغیر کولن یعنی دو نقطے لکھیں۔ پھر ایک سپیس دیں۔ پھر اپنے کلیدی الفاظ کاموں "" میں اس ترتیب سے لکھیں جیسے اوپر لکھا گیا ہے۔ پھر انگریزی حروف میں فائل ٹائپ کولن پی ڈی ایف کے مذکورہ بالا انگریزی حروف حسبِ طریق سابق لکھیں اور انٹر کریں۔ مطلوبہ فائلیں ہی سامنے آئیں گی۔

4. اگر آپ کو ورڈ فارمیٹ کی فائل چاہیے تو مذکورہ تکنیک کے آخر میں پی ڈی ایف کی بجائے doc یا docx لکھیں یعنی یوں:

allintitle: "اصول تفسیر" filetype:doc

allintitle: "اصول تفسیر" filetype:docx

5. اگر آپ کو پاور پوائنٹ فارمیٹ کی فائل چاہیے تو مذکورہ تکنیک کے آخر میں پی ڈی ایف کی بجائے ppt لکھیں یعنی یوں:

allintitle: "اصول تفسیر" filetype:ppt

یہ بات ذہن میں رہے کہ آپ اپنے کلیدی الفاظ اردو میں لکھیں گے تو نتائج اردو زبان میں سامنے آئیں گے۔ اگر عربی میں لکھیں گے تو عربی میں اور اگر انگریزی حروف میں لکھیں گے تو انگریزی زبان میں لکھا مواد نتائج میں ظاہر ہو گا۔

ملحق نمبر ۱۱

انگریزی زبان میں ادیان عالم کی چند اہم لائبریریاں

اس ملحق میں انگریزی زبان کی کتابوں اور ریسرچ جرنل کی وہ بین الاقوامی لائبریریاں شامل ہیں جو ادیان عالم کے میدان میں تحقیق کاروں کے لیے بہت زیادہ مفید ہیں۔

American Academy of Religion

1. www.aarweb.org/

American Theological Library Association

2. www.atla.com/

British Association for the Study of Religions

3. https://basr.ac.uk/

Conal Conference Alerts

4. www.conferencealerts.com

Digital Library of Vedic Scriptures

5. http://hinduonline.co/digitallibrary.html

Google Scholar

6. https://scholar.google.com.pk/

International Association for the History of Religions

7. www.iahr.dk/

8. www.iahrweb.org/

ITHAKA Higher Education

9. www.ithaka.org/

Jain E-library

10. https://jainelibrary.org/

JSTOR is a Digital Library

11. www.jstor.org

Libraries of Sikhism

12. www.gurmatveechar.com/literature

13. www.sikhreview.org/magazine.aspx

14. www.sikhmissionarysociety.org/

15. www.discoversikhism.com/sikh_library/library.html

Library Genesis

16. en.bookfi.org/

17. http://bookos-z1.org/

18. libgen.info

19. http://gen.lib.rus.ec

Library of Congress, America

20. https://loc.gov/

PDF Drive

21. www.pdfdrive.com/

Pew Research Center

22. www.pewforum.org/

The British Library

23. www.bl.uk/

The Directory of Open Access Journals

24. http://doaj.org

The Holy See

25. www.vatican.va/content/vatican/en.html

26. www.vatican.va/content/vatican/ar.html

The Jewish Virtual Library

27. www.jewishvirtuallibrary.org/

ملحق نمبر ۱۲

استشراق پر عربی اور اردو زبان میں کتب کی فہرست

قرآن مجید کے کئی بڑے میدانوں کو مستشرقین نے اپنے مطالعات کے لیے منتخب کیا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے کئی مستشرقین نے صدیوں سے قرآن مجید کا مطالعہ اپنے خاص مناہج سے جاری رکھا ہوا ہے۔ اُن کے اپنے مخصوص موضوعات، محرکات، اَسالیب اور اَہداف ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے کئی مستشرقین نے قرآن مجید کے متعلق مثبت اور تعمیری نتائج بھی پیش کیے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اُن کی اکثریت کے مطالعے اور مناہج معاندانہ نوعیت کے ہیں۔

اس لیے جو مسلمان تحقیق کار اس میدان سے اپنا موضوع منتخب کرنا چاہے وہ استشراقی میدان کی تحریروں کو نظر انداز ہرگز نہ کرے۔ اس میدان کی احتیاطوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں لکھنے والے مسلمان بھی ہیں اور عیسائی بھی، یہودی بھی ہیں اور ملحد بھی۔ پاک وہند سے تعلق رکھتے ہیں تو عالم عرب سے بھی۔ یہ جرمن اور فرانسیسی ہیں تو یورپی اور امریکی بھی۔ اس لیے اس میدان کی تحریروں کو استعمال کرتے وقت ان کے جغرافیائی پس منظر اور سیاق کا دھیان رکھا جائے کیونکہ اس سے تحقیقی مطالعے کے نتائج پر اثر پڑتا ہے۔

ذیل کی فہرست میں شامل کتب وقتاً فوقتاً ستمبر 2020ء کے پہلے ہفتے تک فارغ اوقات میں انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹوں سے مَیں جمع کرتا رہا۔ یہ فہرست میدانِ استشراق کی تمام کتب کا اِحاطہ نہیں کرتی۔ میری ترجیح کے پیشِ نظر یہ صرف وہ کتب ہیں جو میں جمع کر سکا۔ اس میدان کے موضوع منتخب کرنے والے تحقیق کار مزید کتب کی تلاش خود بھی کریں اور اس فہرست میں شامل کتب کے پیشِ نظر اپنی معلومات کو تازہ ترین سطح تک لائیں۔ اس سلسلے میں پہلے "مكتبة المهتدين الإسلامية لمقارنة

الأدیان" کی ویب سائٹ کو اچھی طرح ملاحظہ کر لیں کیونکہ اس پر استشراق کے متعلق دو سو پچیس کے قریب کتابیں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔[1]

ذیل میں پیش کردہ فہرست تین حصوں میں منقسم ہے۔ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کے متعلق عربی میں اِستشراقی کتب، اُردو زبان میں استشراق کی کتب اور عربی میں استشراق کی عام کتب۔ یہ تمام انٹرنیٹ کی مختلف سائٹوں سے آپ ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔

اس میدان کے لٹریچر کی تلاش کے دوران مجھے عربی زبان میں لکھے گئے سینکڑوں ریسرچ آرٹیکلز اور جامعات میں لکھے گئے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات بھی ملے۔[2] اِطالت کے خوف سے میں نے انہیں اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔ اس فہرست میں شامل بعض کتب کی معلومات ادھوری ہیں کیونکہ مجھے اتنی ہی مل سکیں۔ غالباً ان کی سکین فائل تیار کرنے والوں نے بعض صفحات کو ترک کر دیا ہو گا۔ اللہ اعلم بالصواب

قرآن مجید وسنت نبوی ﷺ کے متعلق عربی کتبِ استشراق

1. إبراهيم عوض، المستشرقون والقرآن: دراسة لترجمات نفر من المستشرقين الفرنسيين للقرآن وأرائهم فيه، مكتبة زهراء الشرق، القاهرة، 1423هـ / 2003م.

---

[1] www.al-maktabeh.com/catplay.php?catsmktba=40

[2] استشراق کے متعلق عربی اور اردو زبان میں کتب کی یہ فہرست میں نے 15/ ستمبر 2020ء کو اپنے فیس بک پیج پر پوسٹ کی تھی۔ کتاب کے موضوع اور تحقیق کاروں کے فائدے کے پیش نظر اسے زیر نظر ایڈیشن کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

2. إبراهيم عوض، **عصمة القرآن الكريم وجهالات المبشرين**، مكتبة الزهراء الشرق، القاهرة، 2005م.

3. أبو الحسن الندوي، **الإسلاميات بين كتابات المستشرقين والباحثين المسلمين**، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط3، 1406هـ / 1986م.

4. آرثر جيفري، **كتاب المصاحف لابن أبي داود**، المطبعة الرحمانية، مصر، ط1، 1355هـ / 1936م.

5. زاهر عواض الألمعي، **مع المفسرين والمستشرقين في زواج النبي بزينب: دراسة تحليلية**، ط4، 1403هـ / 1983م.

6. سعد المرصفي، **أضواء على أخطاء المستشرقين في المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي**، دار القلم، الكويت، ط1، 1408هـ / 1988م.

7. سعد المرصفي، **المستشرقون والسنة**، مؤسسة الريان، بيروت، 1400هـ / 1990م.

8. عبد الرحمن البدوي، **دفاع عن محمد** (صلى الله عليه وسلم) **ضد المنتقصين من قدره**، (ترجمه: كمال جاد الله)، الدار العالمية للكتب والنشر، د.ت.

9. عبد السلام البكاري والصديق بوعلام، **الشبه الاستشراقية في كتاب مدخل إلى القرآن الكريم للدكتور محمد عابد الجابري: رؤية نقدية**، دار الأمان، الرباط، ط1، 1430هـ / 2009م.

10. عبد الفتاح إسماعيل شلبي، **رسم المصحف العثماني وأوهام المستشرقين**، دار المنايرة، جدة، د.ت.

11. عبد الفتاح إسماعيل شلبي، **رسم المصحف العثماني وأوهام المستشرقين**، دار الشروق، جدة، ط2، 1403ھ / 1983م.
12. عبد الفتاح إسماعيل شلبي، **رسم المصحف العثماني وأوهام المستشرقين**، مكتبة وهبة، القاهرة، ط4، 1419ھ / 1999م.
13. عبد الفتاح عبد الغني القاضي، **القراءات في نظر المستشرقين والملحدين**، دار مصر للطباعة، د.ت.
14. عبد الله محمد الأمين النعيم، **الاستشراق في السيره النبوية: دراسة تاريخية لآراء (وات، بروكلمان، فلهازون) مقارنة بالرؤية الإسلامية**، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، ط1، 1417ھ / 1997م.
15. عبد المنعم فؤاد، **من افتراءات المستشرقين على أصول العقائد في الإسلام: عرض ونقد**، مكتبة العبيكان، الرياض، ط1، 1422ھ / 2001م.
16. علي بن إبراهيم النملة، **نقد الفكر الاستشراقى حول الإسلام والقرآن الكريم والرسالة**، الرياض، ط1، 1431ھ / 2010م.
17. عمر بن إبراهيم رضوان، **آراء المستشرقين حول القرآن الكريم وتفسيره** (مجلدان)، دار طيبة، الرياض، ط1، 1413ھ / 1992م.
18. عمر لطفي العالم، **المستشرقون والقرآن: دراسة نقدية لمناهج المستشرقين**، مركز دراسات العالم الإسلامي، مالتا، 1991م.

19. فلوجل، جستووس، **نجوم الفرقان في أطراف القرآن**، 1875م، تنقيح 1958م.

20. لخضر شايب، **نبوة محمد في الفكر الاستشراقي المعاصر**، مكتبة العبيكان، باتنة، الجزائر، 1422هـ / 2001م.

21. محمد الغزالي، **دفاع عن العقيدة والشريعة ضد مطاعن المستشرقين**، دار نهضة مصر، القاهرة، ط7، 2005م.

22. محمد أمين بني عامر، **المستشرقون والقرآن الكريم**، دار الأمل، الأردن، ط1، 2004م.

23. محمد بن محمد أبو شهبة، **دفاع عن السنة و رد شبه المستشرقين والكتاب المعاصرين ويليه الرد على من ينكر حجيه السنة**، مكتبة السنة، القاهرة، 1409هـ / 1989م.

24. محمد بهاء الدين حسين، **المستشرقون والقرآن الكريم**، دار النفائس، عمان، 1435هـ / 2014م.

25. محمد بهاء الدين، **المستشرقون والحديث النبوي**، دار النفائس، عمان، ط1، 1420هـ / 1999م.

26. محمد حسن حسن جبل، **الرد على المستشرق اليهودي جولد تسيهر في مطاعنه على القراءات القرآنية**، جامعة الأزهر، ط2، 1423هـ / 2002م.

27. محمد حسين أبو العلا، **القرآن وأوهام مستشرق**، المكتب العربي للمعارف، د.ت.

28. محمد حسين الصغير، **المستشرقون والدراسات القرآنية**، دار المؤرخ العربي، بيروت، 1420هـ / 1999م.

29. محمد خليفة، **الاستشراق والقرآن العظيم**، (ترجمه: مردان عبد الصبور شاهين)، دار الاعتصام، القاهرة، ط1، 1414هـ / 1994م.

30. محمد زكي الدين سند، **تنوير الأذهان في الرد على مدعي تحريف القرآن**، (ت: نادي فرج درويش العطار)، دار جرش، القاهرة، ط1، 2010م.

31. محمد سعدي ياسين، **البرهان في سلامة القرآن من الزيادة والنقصان**، مطبعة الوفاء، بيروت، 1933م.

32. محمد صالح البنداق، **المستشرقون وترجمة القرآن الكريم**، دار الآفاق الجديدة، بيروت، ط1، 1400هـ / 1980م.

33. محمد عبد العظيم علي (مترجم)، **السيرة النبوية وكيف حرفها المستشرقون**، دار الدعوة، إسكندرية، ط1، 1414هـ / 1994م.

34. محمد عزة دروزة، **القرآ ن والمبشرون**، المكتب الإسلامي، بيروت، ط3، 1399هـ / 1979م.

35. محمود ماضي، **الوحي القرآني في المنظور الاستشراقي ونقده**، دار الدعوة، إسكندرية، ط1، 1416هـ / 1996م.

36. مشتاق بشير الغزالي، **القرآن الكريم في دراسات المستشرقين (دراسة في تاريخ القرآن: نزوله وتدوينه وجمعه)**، دار النفائس، دمشق، ط1، 1429هـ / 2008م.

استشراق کے متعلق چند اُردو کتابیں:

37. اختر الواسع، **مستشرقین اور انگریزی تراجم قرآن: عبد الرحیم قدوائی کے مضامین**، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور۔ س۔ د۔

38. پیر محمد کرم شاہ الازہری، **ضیاء النبی** (جلد نمبر 6 اور 7)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور،

39. حافظ محمد زبیر، **اسلام اور مستشرقین**، مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور، ط 1، 2014ء۔

40. رضیہ شبانہ، **مستشرقین کے افکار کے تناظر میں برصغیر میں سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ**، (مقالہ پی ایچ ڈی)، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، س۔ن۔

41. سید صباح الدین عبد الرحمن (مرتّب)، **اسلام اور مستشرقین** (جلد 1۔7)، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ انڈیا، ط 1، 2006ء۔

42. ظفر علی قریشی، **امہات المؤمنین اور مستشرقین**، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2010.

43. عبد الفتاح عبد الغنی القاضی، **قراءات قرآنیہ: مستشرقین اور ملحدین کی نظر میں**، (ترجمہ: محمد اسلم صدیق)، کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیہ، قصور، پاکستان، 2016ء۔

44. عبد القادر جیلانی، **اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر**، بیت الحکمت، لاہور، 2006ء۔

45. ثناء اللہ ندوی (مترجم)، **علوم اسلامیہ اور مستشرقین**، نشریات، کتاب سرائے، لاہور، 2009ء۔

46. مالک بن نبی، **جدید اسلامی فکر پر مستشرقین کے اثرات**، (ترجمہ: ڈاکٹر ظفر الاسلام خان)، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز، نئی دہلی، ط 1، 1996ء۔

47. محمد اکرم طاہر، **محمد رسول اللہ ﷺ: مستشرقین کے خیالات کا تجزیاتی مطالعہ**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ط1، 2014ء)۔

48. محمد شہباز منج، **فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ**، القمر پبلی کیشنز، لاہور، 2016ء۔

كتب الاستشراق العامة:

49. إبراهيم عوض، **دائرة المعارف الإسلامية الاستشراقية: أضاليل وأباطيل**، مكتبة البلد الأمين، جامعة الأزهر، ط1، 1419هـ / 1998م.

50. أحمد الشيخ، **من نقد الإستشراق إلى نقد الإستغراب: المثقفون العرب والغرب**، المركز العربي للدراسات الغربية، القاهرة، ط1، 2000م.

51. أحمد درويش، **الاستشراق الفرنسي والأدب العربي**، الهيئة العامة المصرية للكتاب، 1997م.

52. أحمد عبد الحليم عطية، **الصوت والصدي: الأصول الاستشراقية في فلسفة بدوي الوجودية**، دار الثقافة، القاهرة، د.ت.

53. أحمد عبد الرحيم السايح، **الاستشراق في ميزان نقد الفكر الإسلامي**، الدار المصرية اللبنانية، القاهرة، ط1، 1417هـ / 1996م.

.54 إسماعيل أحمد عمايرة، **بحوث في الاستشراق واللغة**، مؤسسة الرسالة، بيروت؛ و دار البشير، عمان، ط1، 1417ھ / 1996م.

.55 إسماعيل علي محمد، **الاستشراق بين الحقيقة والتضليل: مدخل علمي لدراسة الاستشراق**، الكلمة للنشر والتوزيع، ط3، 1421ھ / 2000م.

.56 جميل عبد الله محمد المصري، **دواعي الفتوحات الإسلامية ودعاوى المستشرقين**، دار القلم، دمشق، د.ت.

.57 حسن بن إدريس عزوزي، **آليات المنهج الاستشراقي في الدراسات الإسلامية**، مطبعة آنفو برانت، فاس، 2007م.

.58 خالد إبراهيم المحجوبي، **الاستشراق والإسلام: مطارحات نقدية للطروح الاستشراقية**، أكاديمية الفكر الجماهيري، ليبيا، 2010م.

.59 خيري منصور، **الاستشراق والوعي السالب**، المؤسسة العربية للدراسات والنشر، بيروت، 2001م.

.60 زكاري لوكمان، **تاريخ الاستشراق وسياساته: الصراع على تفسير الشرق الأوسط**، دار الشروق، القاهرة، ط1، 2007م.

.61 زكريا هاشم زكريا، **المستشرقون والإسلام**، المجلس الأعلى للشؤن الإسلامية، القاهرة، 1385ھ / 1965م.

.62 زكي محمد حسن بك وحسن أحمد محمود (إخراج)، **معجم الأنساب والأسرات الحاكمة في التاريخ الإسلامي**

للمستشرق **زامباور**، دار الرائد العربي، بيروت، 1400ھ / 1980م.

63. ساسي سالم الحاج، **نقد الخطاب الاستشراقي: الظاهرة الاستشراقية وأثرها في الدراسات الإسلامية** (جزءان)، دار المدار الإسلامي، بيروت، ط1، 2002م.

64. سعدون الساموك، **الاستشراق ومناهجه في الدراسات الإسلامية**، دار المناهج للنشر والتوزيع، عمان، ط1، 1431ھ / 2010م.

65. شوقي أبو خليل، **الإسقاط في مناهج المستشرقين والمبشرين**، دار الفكر، دمشق، 1419ھ / 1998م.

66. شوقي أبو خليل، **الحوار دائما وحوار مع مستشرق**، دار الفكر المعاصر، بيروت، ط3، 1416ھ / 1996م.

67. صلاح الدين المنجد، **المستشرقون الألمان: تراجمهم وما أسهموا به في الدراسات العربية**، دار الكتاب الجديد، بيروت، 1978م.

68. طارق سري، **المستشرقون ومنهج التزوير والتلفيق في التراث الإسلامي**، مكتبة النافذة، الجيزة، 2006م.

69. طيب تيزيني، **من الاستشراق الغربي إلي الاستغراب المغربي: بحث في القراءه الجابريه للفكر العربي و في آفاقها التاريخيه**، دار الذاكرة، حمص، سورية، ط1، 1996م.

70. عابد بن محمد السفياني، **المستشرقون ومن تابعهم وموقفهم من ثبات الشريعة وشمولها: دراسة وتطبيقا**، دار المنايرة، جدة، ط2، 1412هـ / 1992م.

71. عبد الرحمن بدوي، **التراث اليوناني في الحضارة الاسلامية دراسات لكبار المستشرقين**، مكتبة النهضة المصرية، 1940م.

72. عبد الرحمن بدوي، **موسوعة المستشرقين**، دار العلم للملايين، بيروت، ط3، 1993م.

73. عبد الرحمن عميرة، **الإسلام والمسلمون بين أحقاد التبشير وضلال الاستشراق**، دار الجيل، بيروت، د.ت.

74. عبد القهار داؤد عبد الله العالي، **الاستشراق والدراسات الإسلامية**، دارالفرقان، عمان، ط1، 1421هـ/ 2001م.

75. عبد اللطيف الطيباوي، **المستشرقون الناطقون بالإنجليزية: دراسة نقدية**، (ترجمه: قاسم السامرائي)، إدارة الثقافة والنشر بالجامعة، السعودية، 1411هـ / 1991م.

76. عبد الله بن عبد الرحمن الوهيبي، **حول الاستشراق الجديد مقدمات أولية**، مركز البحوث والدراسات، الرياض، ط1، 1435هـ.

77. عبد المتعال محمد الجبري، **الاستشراق وجه الاستعمار الفكري: دراسة في تاريخ الاستشراق وأهدافه وأساليبه الخفية**، مكتبة وهبة، القاهرة، ط1، 1416هـ/ 1995م.

78. عفاف صبرة، **المستشرقون ومشكلات الحضارة**، دار النهضة العربية، القاهرة، 1985م.

79. علي بن إبراهيم النملة، **الاستشراق والدراسات الإسلامية: مصادر الاستشراق والمستشرقين ومصدريتهم**، مكتبة التوبة، الرياض، ط1، 1418هـ / 1998م.

80. علي بن إبراهيم النملة، **مصادر المعلومات عن الاستشراق والمستشرقين**، مكتبة الملك فهد الوطنية، الرياض، 1414هـ / 1993م.

81. علي بهداد، **الرَّحالة المتأخِرون الاستشراق في عصر التفكك الاستعماري**، (ترجمه: ناصر مصطفى أبو الهيجاء)، دار كلمة، أبو ظبي، ط1، 1434هـ / 2013م.

82. فاروق عمر فوزي، **الاستشراق والتاريخ الاسلامي: القرون الاسلامية الأولى**، الأهلية للنشر والتوزيع، عمان، 1998م.

83. فاضل الربيعي، **ما بعد الاستشراق الغزو الأمريكي للعراق وعودة الكولونياليات البيضاء**، مركز دراسة الوحدة العربية، ط1، 2007م.

84. فاطمة هدى نجا، **المستشرقون والمرأة المسلمة**، دار الإيمان، 1411هـ / 1991م.

85. فالح عبد الجبار، **الاستشراق والإسلام**، مركز الأبحاث والدراسات الاشتراكية في العالم العربي، دمشق، 1991م.

86. قاسم السامرائي، **الاستشراق بين الموضوعية والافتعالية**، منشورات دار الرفاعي، الرياض، ط1، 1403هـ/ 1983م.

87. لجنة، **مناهج المستشرقين في الدراسات العربية الإسلامية** (مجلدان)، المنظمة العربية للتربية والثقافة والعلوم، تونس، 1985م.

88. محمد إبراهيم الفيومي، **الاستشراق رسالة استعمار: تطور الصراع الغربي مع الإسلام**، دار الفكر العربي، 1413هـ / 1993م.

89. محمد إبراهيم الفيومي، **الاستشراق في ميزان الفكر الإسلامي**، المجلس الأعلى للشوؤن الإسلامية، القاهرة، 1414هـ / 1994م.

90. محمد السيد الجليند، **الإستشراق والتبشير: قراءة تاريخية موجزة**، دار قباء، القاهرة، 1999م.

91. محمد جلاء إدريس، **الاستشراق الإسرائيلي في المصادر العبرية**، دار العربي للنشر والتوزيع، القاهرة، 1416هـ / 1995م.

92. محمد خليفة حسن أحمد، **آثار الفكر الاستشراقي في المجتمعات الإسلامية**، عين للدراسات والبحوث الإنسانية والاجتماعية، ط 1، 1997م.

93. محمد عبد الرحيم الزيني، **الاستشراق اليهودي: رؤية موضوعية**، دار اليقين للنشر والتوزيع، المنصورة مصر، ط 1، 1432هـ / 2011م.

94. محمد عبد القادر بافقيه، **المستشرقون وآثار اليمن: قصة المستشرق السويدي كارلو دي لندبرج من خلال مراسلاته مع**

اليمنيين **1895 - 1911**، مركز الدراسات والبحوث اليمني، صنعاء، 1408ھ / 1988م.

95. محمد عبد الله الشرقاوي، **الاستشراق وتشكيل نظرة الغرب للإسلام**، دار البشير، مصر، 1437ھ / 2016م.

96. محمد عبد الله الشرقاوي، **في الفكر الإسلامي المعاصر الاستشراق: دراسات تحليلية تقويمية**، 1992م.

97. محمد عللوه، **الغزو الفكري والرد على افتراءات المستشرقين**، الأقصى للدراسات والترجمة والنشر، دمشق، ط1، 2002م.

98. محمد فاروق الزين، **المسيحية والإسلام والاستشراق**، دار الفكر، دمشق، ط2، 1422ھ / 2002م.

99. محمد فاروق النبهان، **الاستشراق: تعريفه، مدراسه، أثاره**، منشورات المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة، إيسيسكو، 1433ھ / 2012م.

100. محمد فتح الله الزيادي، **ظاهرة انتشار الإسلام وموقف بعض المستشرقين منها**، المنشأة العامة، طرابلس، 1392ھ / 1983م.

101. محمد محمد أبو ليلة، **محمد صلى الله عليه وسلم بين الحقيقة والافتراء: في الرد على رودنسون**، دار النشر للجامعات، القاهرة، مصر، 1420ھ / 1999م.

102. محمد ياسين عريبي، **الاستشراق وتغريب العقل التاريخي العربي، نقد العقل التاريخي**، المجلس القومي للثقافة العربي، الرباط، المملكة الغربية، ط1، 1991م.

.103 محمود حمدي زقزوق، **الاستشراق والخلفية الفكرية للصراع الحضاري**، دار المنار، القاهرة، ط2، 1409ھ / 1989م.

.104 محمود حمدي زقزوق، **الاستشراق والخلفيه الفكريه للصراع الحضارى**، دار المعارف، القاهرة، 1997م.

.105 مصطفى السباعي، **الإستشراق والمستشرقون: ما لهم وما عليهم**، المكتب الإسلامي، بيروت، ط3، 1405ھ / 1985م.

.106 نبيل لوقا بباوي، **انتشار الإسلام بحد السيف بين الحقيقة والافتراء**، مصر، د.ت.

.107 نبيل لوقا بباوي، **زوجات الرسول بين الحقيقة والافتراء**، 2003م.

.108 نجيب العقيقي، **المستشرقون** (3 مجلدات)، دار المعارف، مصر، القاهرة، ط3، 1964م.

.109 نذير حمدان، **مستشرقون: سياسيون ، جامعيون ، مجمعيون**، مكتبة الصديق، الطائف، السعودية، ط1، 1408ھ / 1988م.

.110 يحيى مراد، **معجم أسماء المستشرقين**، ؟

.111 يوهان فوك، **تاريخ حركة الاستشراق: الدراسات العربية والإسلامية في أوروبا حتى بداية القرن العشرين**، (ترجمه: عمر لطفي العالم)، دار المدار الإسلامي، ط2، 2001م.

ملحق نمبر ۱۳

عربی زبان میں اصول الدین اور علم الکلام کی اہم کتب

علم أصول الدین، علم التوحید، علم أصول الاعتقاد اور علم الکلام ایک ہی اسلامی علم کے متعدد نام ہیں۔ اِس کے متعلق ذیل کی فہرست میں شامل کتب ۶ تا ۹ مارچ ۲۰۲۰ء کے دنوں میں مجھے انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹوں سے تلاش کے دوران ملیں۔ جن کتابوں کے نام میں اصول الدین کا لفظ تھا پہلے اُن کی فہرست ہے۔ یہ مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کی سینتیس کتب ہیں۔ جن کتابوں کے نام میں علم الکلام کا لفظ تھا اُن کی تعداد اٹھاون ہے۔ ان کی الگ فہرست اس کے بعد پیش ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کے دوران میری کوشش تھی کہ ہر کتاب کے مکمل اور درست حوالے کے لیے درکار تمام معلومات ان فہرستوں میں لکھوں لیکن بعض کتب کے متعلق سارے اجزائے حوالہ ڈاؤن لوڈ کردہ پی ڈی ایف فائلوں میں مجھے نہ ملے۔

یہاں انہیں پیش کرنے کا مقصد علم الکلام کے میدان کے متعلق موضوع میں تحقیقی کام کرنے والے تحقیق کاروں کی مدد کرنا ہے۔ یہ فہرست جامع اور حتمی ہرگز نہیں ہے۔ تحقیق کار خود تلاش کرے گا تو مزید کتابیں حاصل کر لے گا۔

کتب اصول الدین

1. إبراهيم بن محمد بن عبدالله البريكان، **الاختلاف في أصول الدين أسبابه وأحكامه**، دار السنة، 1422هـ.
2. ابن الأمير (المتوفى 736 هـ)، **الكامل في أصول الدين في اختصار الشامل في أصول الدين**، (تـ: جمال عبد الناصر)، دار السلام، القاهرة، ط1، 1431هـ/ 2010م.

3. ابن حزم الأندلسي (المتوفى 456 هـ)، **النبذة الكافية في أحكام أصول الدين**، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، ط1، 1985م.

4. ابن خلدون (المتوفى 808 هـ)، **لباب المحصل في أصول الدين**، (تـ: الدكتور عباس محمد)، دار المعرفة الجامعية، الإسكندرية، مصر، 1996م.

5. أبو القاسم جار الله محمود بن عمر الزمخشري (المتوفى 538 هـ)، **كتاب المنهاج في أصول الدين**، مكتبة مركز بدر العلمي والثقافي، صنعاء، 2004م.

6. أبو اليسر محمد البزدوى، **أصول الدين**، (تـ الدكتور أحمد حجازي السقا)، المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة مصر، 2003م.

7. أبو حامد محمد الغزالي (المتوفى 505 هـ)، **كتاب الأربعين في أصول الدين في العقائد وأسرار العبادات والأخلاق**، دار القلم دمشق، ط1، 2003م.

8. أبو حامد محمد الغزالي (المتوفى 505 هـ)، **كتاب الأربعين في أصول الدين**، المكتبة التجارية الكبرى، مصر.

9. أبو سعيد عبد الرحمن الشافعي النيسابوري (المتوفى 478 هـ)، **الغنية في أصول الدين**، (تـ: عماد الدين أحمد حيدر)، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت لبنان، ط1، 1406 هـ / 1987م.

10. أبو منصور عبد القاهر البغدادي (المتوفى 429 هـ)، **أصول الدين**، دار الكتب العلمية، ط1، 2002م.

11. أبو منصور عبد القاهر البغدادي (المتوفى 429 هـ)، **أصول الدين**، مدرسة الإلهيات بدار الفنون التوركية، إستانبول، ط1، 1346هـ/1928م.

12. الإمام أبو المعين النسفي (المتوفى 508هـ)، **تبصرة الأدلة في أصول الدين**، (ت: الدكتور محمد الأنور حامد عيسى)، المكتبة الأزهرية للتراث، الأزهر الشريف، ط1، 1432هـ/ 2011م.

13. إمام الحرمين الجويني، **الشامل في أصول الدين**، (ت: علي سامي النشار)، المعارف، الإسكندرية، 1969م.

14. الإمام سيف الدين الآمدي (المتوفى 631هـ)، **أبكار الأفكار في أصول الدين**، (ت: الدكتور أحمد محمد المهدي)، دار الكتب والوثائق القومية، القاهرة، 1424هـ/ 2004م.

15. الإمام شرف الدين عبد الله بن محمد التلمساني (المتوفى 658 هـ)، **شرح معالم أصول الدين للإمام فخر الدين الرازي**، (ت: نزار حمادي)، دار الفتح للدراسات والنشر، الأردن، ط1، 1431 هـ / 2010 م.

16. الإمام فخر الدين الرازي، **حاشية على الخمسون في أصول الدين**، (ت: الدكتور سعيد فودة)، الأصلين للدراسات والنشر،؟، ط1، 1438 هـ / 2017م.

17. الإمام ناصر الدين عبد الله بن عمر البيضاوي (المتوفى 685 هـ)، **مصباح الأرواح في أصول الدين**، (ت: سعيد فودہ)، دار الرازي، ط1، 1428هـ/2007م.

18. تبغورين بن داؤد المشلوطي، **أصول الدين أو الأصول العشرة عند الإباضية**، مكتبة الجيل الواعد، ط1، 1426هـ/ 2005م.

19. الدكتور مصطفى حلمي، **منهج علماء الحديث والسنة في أصول الدين**، دار الكتب العلمية، بيروت، ط1، 2005م.

20. السيد أبو القاسم الخوئي، **مقدمة في أصول الدين ويليها منهاج الصالحين** لشيخ حسين الوحيد الخراساني، إيران، ط5، 1428هـ.

21. الشريف المرتضى علي بن حسين الموسوي، **الملخص في أصول الدين**، (ت: محمد رضا قمي)، قم إيران، 1421هـ.

22. الشيخ ابن تيمية، **رسالة في أصول الدين**، مكتبة الإيمان، 1408هـ / 1987م.

23. الشيخ جمال الدين أحمد الغزنوي (المتوفى 593هـ)، **كتاب أصول الدين**، (ت: الدكتور عمر وفيق الداعوق)، دار البشائر الإسلامية، ط1، 1419هـ / 1998م.

24. الشيخ حسين بن عنام، **العقد الثمين في شرح أحاديث أصول الدين**، دار القاسم، الرياض، ب س.

25. الشيخ ركن الدين محمود بن محمد الخوارزمي (المتوفى 536هـ)، **كتاب المعتمد في أصول الدين**، الهدى لندن، 1991م.

26. الشيخ علي حمود العبادي، **أصول الدّين في تفسير الميزان (التوحيد و العدل)**، مؤسسة الكوثر للمعارف الإسلامية، قم، 2009م.

27. الشيخ محمد السبزواري، **معارج اليقين في أصول الدين**، مؤسسة آل البيت، قم إيران، 1410هـ / 1993م.

28. الشيخ محمد بن إبراهيم التويجري، **أصول الدين الإسلامي**، دار العاصمة، ط1، 1414 هـ.

29. الشيخ محمد بن سليمان التميمي، **أصول الدين الإسلامي مع قواعده اللأربع**، السعودية، 1410هـ/ 1989م.

30. الشيخ نور الدين الصابوني، **كتاب البداية من الكفاية في الهداية في أصول الدين**، (ت: الدكتور فتح الله خليف)، دار المعارف، مصر، 1969م.

31. طه محمد نجا رمضان، **أصول الدين عند الإمام الطبري**، دار الكيان، الرياض، 1426هـ/2005م.

32. عبد الله الغزّي، **المدخل إلى معرفة أسباب أوهام المعاصرين في علم أصول الدين**، (الزلفي، 1436هـ)

33. العلامة الحسن بن محمد الرصاص (المتوفى 584 هـ)، **الموجز في أصول الدين**، جمال الشامي، 1438هـ.

34. العلامة الحِليّ الحسن بن يوسف (المتوفى 726 هـ)، **مناهج اليقين في أصول الدين**، شبكة الفكر، إيران، ط1، 1416هـ.

35. القاضي أبي يعلى الحنبلي (المتوفي 458 هـ)، **كتاب المعتمد في أصول الدين**، (ت: وديع زيدان حداد)، دار المشرق، بيروت، ط1، 1986م.

36. محمد بن عبد الرحمن الخميس، **أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة**، دار الصميعي، الرياض، ط1، 1416هـ / 1996م.

37. محمود بن محمد الملاحمي الخوارزمي، **كتاب الفائق في أصول الدين**، (ت: فيصل بدير عون)، دار الكتب والوثائق القومية، القاهرة، 1431 هـ/ 2010م.

کتب علم الکلام

1. أبو إسحاق إبراهيم بن نو بخت، **الياقوت في علم الكلام**، مكتبة آية الله العظمى المرعشي، قم إيران، ط2، 2007م.
2. الإمام أبو الحسن علي بن إسمعيل الأشعري (المتوفى 324هـ)، **مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين**، (مصحح: هلموت ريتر)، المعهد الألماني للأبحاث الشرقية، بيروت، ط4، 1426 هـ/ 2005م.
3. الإمام أبو الحسن علي بن إسمعيل الأشعري (المتوفى 330هـ)، **مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين** (مجلدان)، (ت: محمد محي الدين عبد الحميد)، المكتبة العصرية، بيروت، 1411 هـ/ 1990م.
4. الإمام أبو الحسن علي بن إسمعيل الأشعري (المتوفى 330هـ)، **مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين** (مجلدان)، (ت: محمد محي الدين عبد الحميد)، المكتبة النهضة العصرية، القاهرة، ط1، 1369هـ/ 1950م.
5. الإمام أبو الحسن علي بن محمد المعروف بسيف الدين الآمدي (المتوفى 631 هـ)، **غاية المرام في علم الكلام**، (ت: أحمد فريد

المزيدي)، دار الكتب العلمية، بيروت، ط1، 1424 ھ / 2004م.

6. الإمام أبو الحسن علي بن محمد المعروف بسيف الدين الآمدي (المتوفى 631 ھ)، **غاية المرام في علم الكلام**، (تـ: الأستاذ حسن محمود عبد اللطيف)، المجلس الأعلى للشوؤن الإسلامية، القاهرة، ط1، 1391 ھ / 1971م.

7. الإمام أبو بكر محمد بن أحمد الإشبيلي، **أجوبة في علم الكلام**، دار الحديث الكتانية، طنجة المملكة الغربية، ط1، 1440ھ/2019م.

8. الإمام أبو حامد محمد الغزالي (المتوفى 505 ھ)، **الاقتصاد في الاعتقاد**، (الدكتورة إنصاف رمضان)، دار قتيبة، دمشق، لبنان، ط1، 1423ھ / 2003م.

9. الإمام أبو حامد محمد الغزالي، **الاقتصاد في الاعتقاد ومعه حاشية السداد** للدكتور مصطفى عمران، دار البصائر، القاهرة، 1430 ھ / 2009م.

10. الإمام أبو حامد محمد الغزالي، **قواعد العقائد في التوحيد**، (تـ: موسى محمد علي)، عالم الكتب، بيروت، ط2، 1405ھ /1985م.

11. الإمام أبو حنيفة (المتوفى 150 ھ) وأبو منصور السمرقندي (المتوفى 333ھ)، **شرح الفقه الأكبر**، الشوؤن الدينية، قطر، سنة؟

12. الإمام أبو حنيفة (المتوفى 150 هـ) وعلي بن سلطان محمد القاري (1014هـ)، **منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر**، مكتبة المدينة، كراتشي، ط1، 1435هـ/2014م.
13. الإمام أبو مظفر الأسفرائني (المتوفى 471 هـ)، **التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين**، المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة، 2010م.
14. الإمام أثير الدين الأبهري (المتوفى 663 هـ)؛ **رسالة في علم الكلام**، (ت: محمد أكرم أبو غوش)، دار النور المبين للدراسات والنشر، عمان الأردن، ط1، 1433 هـ / 2012م.
15. إمام الحرمين الجويني (المتوفى 478 هـ)، **الإرشاد إلى قواطع الأدلة في أصول الاعتقاد**، (ت: الدكتور محمد يوسف موسى)، مكتبة الخانجي، مصر، 1369هـ / 1950م.
16. إمام الحرمين الجويني (المتوفى 478 هـ)، **الإرشاد إلى قواطع الأدلة في أصول الاعتقاد**، (ت: الدكتور أحمد عبد الرحيم السايح) مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة، ط1، 1430 هـ / 2009م.
17. الإمام عبد الكريم الشهرستاني، **نهاية الإقدام في علم الكلام**، (مصحح: الفريد جيوم)، مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة، ط1، 1430هـ / 2009م.
18. الإمام عبد الوهاب الشعراني (المتوفى 973 هـ)، **مختصر الاعتقاد للإمام البيهقي** (المتوفى 458 هـ)، دار الكرز، القاهرة، ط1، 2008م.

19. الإمام فخر الدين محمد بن عمر الرازي (المتوفى 606 هـ)، **الإشارة في علم الكلام**، (الأستاذ هاني محمد حامد)، المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة، 2009م.

20. الإمام فخر الدين محمد بن عمر الرازي (المتوفى 606 هـ)، **تأسيس التقديس**، دار نور الصباح، لبنان، ط 1، 2011م.

21. الإمام محمد أبو زهرة، **تاريخ المذاهب الإسلامية في السياسة والعقائد وتاريخ المذاهب الفقهية**، دار الفكر العربي، القاهرة، سنة؟

22. الإمام مسعود بن عمر الشهير بسعد الدين التفتازاني (المتوفى 793 هـ)، **شرح المقاصد** (5 مجلدات)، (ت: عبد الرحمن عميرة)، عالم الكتب، بيروت لبنان، ط2، 1419هـ / 1998م.

23. الإمام ميمون بن محمد النسفي (المتوفى 508 هـ)، **بحر الكلام**، (الدكتور ولي الدين محمد صالح الفرفور)، مكتبة دار الفرفور، دمشق، ط2، 1421 هـ / 2000م.

24. د. آمنة محمد نصير، **أبو الفرج ابن الجوزي (المتوفى 597 هـ) وآرائه الكلامية والأخلاقية**، دار الشروق، القاهرة، ط 1، 1407 هـ / 1987م.

25. الدكتور أبو الوفا الغنيمي التفتازاني، **علم الكلام وبعض مشكلاته**، دار الثقافة، القاهرة، سنة؟

26. الدكتور أبو عبد الله محمد يسرى، **علم التوحيد عند أهل السنة والجماعة: المبادئ والمقدمات**، القاهرة، 1425هـ

27. الدكتور أحمد بن ناصر الحمد، **ابن حزم وموقفه من الإلهيات: عرض ونقد**، شركة العبيكان، الرياض ط1، 1406هـ.

28. الدكتور أحمد محمود صبحي، **في علم الكلام، 1: المعتزلة: دراسة فلسفية لآراء الفرق الإسلامية في أصول الدين**، دار النهضة العربية، بيروت، ط5، 1405هـ / 1985م.

29. الدكتور أحمد محمود صبحي، **في علم الكلام، 2: الأشاعرة: دراسة فلسفية لآراء الفرق الإسلامية في أصول الدين**، دار النهضة العربية، بيروت، ط5، 1405هـ / 1985م.

30. الدكتور أحمد محمود صبحي، **في علم الكلام، 3: الزيدية: دراسة فلسفية لآراء الفرق الإسلامية في أصول الدين**، دار النهضة العربية، بيروت، ط3، 1411هـ / 1991م.

31. الدكتور السيد رزق الحجر، **مسائل العقيدة ودلائلها بين البرهنة القرآنية والاستدلال الكلامي**، 1428هـ/ 2007م.

32. الدكتور السيد محمد عقيل، **قواعد العقائد في التوحيد للإمام أبو حامد محمد الغزالي: دراسة نصية**، دار الحديث، الأزهر الشريف، القاهرة، ط2، 1991م.

33. الدكتور رشدي راشد (مشرف)، **دراسات في التاريخ علم الكلام والفلسفة**، مركز دراسات الوحدة العربية، بيروت لبنان، ط1، 2014م.

34. الدكتور طه عبد الرحمن، **فى أصول الحوار وتجديد علم الكلام**، المركز الثقافي العربي، الدار البيضاء، ط2، 2000م.

35. الدكتور عبد الهادي الفضلي، **خلاصة علم الكلام**، مؤسسة دائرة معارف الفقه الإسلامي، قم، إيران، 1428 هـ / 2007م.

36. الدكتور على عبد الفتاح، **الفرق الكلامية الإسلامية: مدخل ودراسة**، مكتبة وهبة، القاهرة، ط3، 1415هـ / 1995م.

37. الدكتور فيصل بدير عون، **علم الكلام ومدارسه**، دار الثقافة، القاهرة، ط1 1976، ط2، سنة؟

38. الدكتور محمد صالح محمد السيد، **مدخل إلى علم الكلام**، دار قباء، القاهرة، 2001م.

39. الدكتور محمود محمد عيد نفيسة، **أثر الفلسفة اليونانية في علم الكلام الإسلامي حتى القرن السادس الهجري: دراسة تحليلية نقدية**، دار النوادر، دمشق، ط1، 2010م.

40. الدكتور يحي ذكري، **علم الكلام اليهودي**، الدار المصرية اللبنانية، القاهرة، ط2، 2015م.

41. سعود بن عبد العزيز بن محمد العريفي، **الأدلة العقلية النقلية على أصول الإعتقاد**، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة، ط1، 1419هـ.

42. السيد أحمد المرزوقي المالكي، **منظومة عقيدة العوام**، مكتبة الملك فهد الوطنية، الرياض، ط2، 1425 هـ/2004م.

43. السيد الشريف علي بن محمد الجرجاني (المتوفى 816هـ)، **شرح المواقف للإيجي (8 مجلدات)**، دار الكتب العلمية، بيروت، ط1، 1419هـ / 1998م.

44. السيد حسن الحسيني اللواساني، **نور الأفهام في علم الكلام**، مؤسسة النشر الإسلامي، قم، 1425هـ.

45. الشيخ إبراهيم بدوي، **علم الكلام الجديد: نشأته وتطوره**، دار المحجة البيضاء، ط2، 1430 هـ / 2009م.

46. الشيخ أبو الفضل عباس بن منصور السكسكي الحنبلي (المتوفى 683 هـ)، **البرهان في معرفة عقائد أهل الأديان**، (ت: الدكتور بسّام علي سلامة العموش)، مكتبة المنار، الأردن، ط1، 1408 هـ / 1988م.

47. شيخ الإسلام مصطفى صبري، **موقف العقل والعلم والعالم من رب العالمين وعباده المرسلين** (4 مجلدات)، دار إحياء التراث العربي، بيروت لبنان، ط2، 1401 هـ / 1981م.

48. الشيخ الدكتور حسن محمود عبد اللطيف الشافعي، **المدخل إلى دراسة علم الكلام**، مكتبة وهبة، القاهرة، ط2، 1411هـ / 1991م.

49. الشيخ الدكتور حسن محمود عبد اللطيف الشافعي، **المدخل إلى دراسة علم الكلام**، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، ط2، 1422هـ / 2001م.

50. الشيخ جمال صقر، **التبيان في الرد على من ذمّ علم الكلام**، شركة دار المشاريع، بيروت لبنان، ط2، 1426هـ / 2005م.

51. الشيخ حسن مكي العاملي، **بداية المعرفة: منهجية حديثة في علم الكلام**، الدار الإسلامية، بيروت، ط1، 1413 هـ / 1992م.

52. العلامة حسن بن يوسف الحلي (المتوفى 726 هـ)، **نهاية المرام في علم الكلام** (3 مجلدات)، (ت: فاضل العرفان)، مؤسسة الإمام الصادق، قم إيران، 1430هـ.

53. العلامة شمس الدين أحمد المعروف بابن كمال باشا، **مسائل الاختلاف بين الأشاعرة والماتريدية**، دار الفتح للدراسات والنشر، الأردن، ط1، 1430 هـ/2009م.

54. القاضي عبد الرحمن بن أحمد الأيجي (المتوفى 756 هـ)، **المواقف في علم الكلام**، عالم الكتب، بيروت،؟

55. كمال الدين أبو البركات عبد الرحمن بن محمد الأنباري النحوي (المتوفى 577هـ)، **الداعي إلى الإسلام**، دار البشائر الإسلامية، بيروت لبنان، ط1، 1409 هـ / 1988م.

56. محمد الحسيني الظواهري، **التحقيق التام في علم الكلام**، مكتبة النضهة المصرية، القاهرة، ط1، 1357 هـ / 1939م.

57. محمد سعيد رمضان البوطي، **كبرى يقينيات الكونية وجود الخالق ووظيفة المخلوق**، دار الفكر، دمشق، 1997م.

58. هاري ولفسون، **فلسفة المتكلمين في الإسلام** (مجلدان)، (ترجمه: مصطفى لبيب عبد الغني)، المركز القومي للترجمة، القاهرة، ط2، 2009م.

ملحق نمبر ۱۴

عربی زبان میں اصولِ تحقیق اور مناہج بحث کی اہم کتب

اس فہرست میں شامل کتب سے علوم اسلامیہ کے تحقیق کار عالم عرب میں تحقیق نگاری کے متعلق افکار اور رُجحانات سے کچھ واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کی تیاری سے بہت پہلے جب میں نے انٹرنیٹ سے عربی زبان میں شائع ہونے والی تحریریں تلاش اور ڈاؤن لوڈ کی تھیں تو مجھے تین سو سے زائد کتب ملی تھیں۔ ذیل کی فہرست میں ان میں سے کچھ اہم اور اکیسویں صدی میں شائع ہونے والی کتب شامل ہیں۔

آپ اس سلسلے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو صرف انہی پر اکتفانہ کریں بلکہ مزید بھی تلاش کریں اور اُن سے بھرپور استفادہ کریں۔

1. أبحاث المؤتمر الدولي، **مناهج العلوم وفلسفتها من منظور إسلامي**، كلية دار العلوم ، جامعة القاهرة، 2007م.
2. إبراهيم خليل إبراش، **المنهج العلمي وتطبيقاته في العلوم الاجتماعية**، دار الشروق، عمان الأردن، ط 2009.
3. أحمد بدر، **أصول البحث العلمي ومناهجه**، المكتبة الأكاديمية، الدوحة، 1994 م.
4. أحمد جمال الدين ظاهر ومحمد أحمد زبادة، **البحث العلمي الحديث**، دار الشروق، جده، ط 1، 1399 هـ / 1979 م.
5. أمين ساعاتي، **تبسيط كتابة البحث العلمي: من البكالوريوس، ثم الماجستير، وحتى الدكتوراه**، المركز السعودي للدراسات الاستراتيجية، مصر الجديدة، ط1، 1411هـ/1991 م.

6. أمين محمد سلام المناسية، **قواعد البحث العلمي ومناهجه ومصادر الدراسات الإسلامية**، مؤسسة رام للتكنولوجيا والكمبيوتر، الأردن، 1415هـ / 1995م.

7. جمال عبد الهادي محمد مسعود ووفاء محمد رفعت جمعة، **منهج كتابة التاريخ الإسلامي لماذا ؟ وكيف؟**، دار الوفاء، ط 3، 1414هـ / 1994م.

8. حسن عثمان، **منهج البحث التاريخي**، دار المعارف، ط8، 2000م.

9. حلمي عبد المنعم صابر، **منهجية البحث العلمي وضوابطه في الإسلام**،

10. داؤد بن درويش حلّس، **دليل الباحث في تنظيم وتوضيح البحث العلمي في العلوم السلوكية**، غزة، فلسطين، 1427هـ/2006م.

11. ذوقان عبيدات، عبد الرحمن عدس و كايد عبد الحق، **البحث العلمي: مفهومه وأدواته وأساليبه**، دار الفكر، 1984م.

12. ذياب بن سعد آل حمدان الغامدي، **المنهج العلمي لطلاب العلم الشرعي وبعض الفوائد والنكات العلمية**، ط4، 1429هـ / 2008م.

13. ربحي مصطفى عليان وعثمان محمد غنيم، **مناهج وأساليب البحث العلمي: النظرية والتطبيق**، دار صفاء، عمان، ط 1، 1420 هـ / 2000م.

14. ربحي مصطفى عليان، **البحث العلمي: أسسه ومناهجه وإجراءاته**، بيت الأفكار الدولية، عمان الأردن، 2001 م .

15. رجاء وحيد دويدري، **البحث العلمي: أساسياته النظرية وممارسته العملية**، دار الفكر المعاصر، بيروت لبنان، ط 1، 1421 هـ/ 2000م.

16. سامر عبد الرحمن رشواني، **منهج التفسير الموضوعي للقرآن الكريم**، دار الملتقى، سورية، ط 1، 1430هـ/ 2009م.

17. سعد الدين السيد صالح، **البحث العلمي ومناهجه النظرية: رؤية إسلامية**، مكتبة الصحابة، جدة، ط2، 1414هـ.

18. سعيد إسماعيل صيني، **قواعد أساسية في البحث العلمي**، مؤسسة الرسالة، ط 1، 1415هـ/ 1994م؛ ط 2، 1431هـ/ 2010م.

19. عبد الجواد بكر، **منهج البحث المقارن: بحوث ودراسات**، دار الوفاء، مصر، 2003م.

20. عبد الرحمن العيسوي، **مناهج البحث العلمي في الفكر الإسلامي والفكر الحديث**، دار الراتب الجامعية، مصر، 1997م.

21. عبد الرحمن بدوي، **مناهج البحث العلمي**، وكالت المطبوعات، الكويت، 1977م.

22. عبد العزيز عبد الرحمن الربيعة، **البحث العلمي: حقيقته ومصادره ومادته ومناهجه وكتابته وطباعته ومناقشته** (مجلدان)، مكتبة العبيكان، الرياض، ط 6، 1433 هـ / 2012 م.

23. عبد القهار داود العاني، **منهج البحث والتحقيق في الدراسات العلمية والإنسانية**، دار وحي القلم، بيروت و دمشق، ط 1، 1435هـ / 2014 م.

24. عبد الهادي الفضلي، **أصول البحث**، دار المؤرخ العربي، بيروت، ط 1، 1412 هـ / 1992 م.

25. عبد الوهاب إبراهيم أبو سليمان، **منهج البحث في الفقه الإسلامي: خصائصه ونقائصه**، المكتبة المكية و دار ابن حزم، ط 1، 1416هـ / 1996م.

26. عقيل حسين عقيل، **فلسفة مناهج البحث العلمي**، مكتبة مدبولي، 1999م.

27. علي سامي النشار، **مناهج البحث عند مفكري الإسلام واكتشاف المنهج العلمي في العالم الإسلامي**، دار النهضة العربية، بيروت، 1304هـ/1984م.

28. فاطمة عوض صابر وميرفت علي خفاجة، **أسس ومبادئ البحث العلمي**، مكتبة ومطبعة الاشماع الفنية، مصر، ط 1، 2002 م.

29. فرانتز روزنتال، **مناهج العلماء المسلمين في البحث العلمي**، (ت: أنيس فريحة)، دار الثقافة، بيروت، 1961 م.

30. فرج الله عبد الباري، **مناهج البحث وآداب الحوار والمناظرة**، دار الآفاق العربية، القاهرة، ط 1، 2004 م.

31. فريد الأنصاري، **أبجديات البحث في العلوم الشرعية**، منشورات الفرقان، 1417هـ / 1997م

32. قحطان عبد الرحمن الدوري، **مناهج الفقهاء في استنباط الأحكام**، كتاب ناشرون، بيروت لبنان، 1432هـ/ 2011 م.

33. ماهر عبد القادر محمد علي، **مناهج العلوم عند المسلمين قديما وحديثا**، أورينتال الإسكندرية، مصر، 2007م.

34. محمد الغريب عبد الكريم، **البحث العلمي: التصميم والمنهج والإجراءات**، المكتبة الجامعي الحديث، مصر.

35. محمد أمين الشنقيطي، **آداب البحث والمناظرة**، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، 1388هـ.

36. محمد بن صامل السلمي، **منهج كتابة التاريخ الإسلامي مع دراسة لتطور التدوين ومناهج المؤرخين حتى نهاية القرن الثالث الهجري**، دار ابن الجوزي، ط2، 1429هـ.

37. محمد بن صامل السلمي، **منهج كتابة التاريخ الإسلامي وتدريسه**، دار الوفاء، المنصورة، ط1، 1408هـ / 1988 م.

38. محمد راكان الدغمي، **أساليب البحث العلمي ومصادر الدراسات الإسلامية**، مكتبة الرسالة عمان، الأردن ، ط 2، 1417هـ / 1997م.

39. محمد زيان عمر، **البحث العلمي: مناهجه وتقنياته**، مطبعة خالد حسن الطرابيشي، جده، 1395 هـ/ 1975 م.

40. محمد عبد الكريم الوافي، **منهج البحث في التاريخ والتدوين التاريخي عند العرب**، جامعة قار يونس، بنغازي، ليبيا، ط 3، 2008م.

41. محمد عبيدات ومحمد أبو نصار وعقلة مبيضين، **منهجية البحث العلمي: القواعد والمراحل والتطبيقات**، دار وائل، عمان، ط2، 1999م.

42. محمد قاسم، **المنطق الحديث ومناهج البحث**، مكتبة الأنجلو المصرية، ط2، 1372هـ/1953 م.

43. محمد محمد قاسم، **المدخل إلى مناهج البحث العلمي**، دار النهضة العربية، بيروت، ط 1، 1999م.

44. محمود محمد الحويري، **منهج البحث في التاريخ**، المكتب المصري، القاهرة 2001م.

45. مروان عبد المجيد إبراهيم، **أسس البحث العلمي لإعداد الرسائل الجامعية**، مؤسسة الوراق، الأردن، ط1، 2000م.

46. مصطفى حلمي، **مناهج البحث في العلوم الإنسانية بين علماء الإسلام وفلاسفة الغرب**، دار الكتب العلمية، بيروت، 2005م.

47. مصطفى حلمي، **منهج علماء الحديث والسنة في أصول الدين (علم الكلام)**، دار الدعوة، الإسكندرية، 1402هـ/ 1982م.

48. مهدي فضل الله، **أصول كتابة البحث و قواعد التحقيق**، دار الطليعة، بيروت، ط2، 1998م.

ملحق نمبر ۱۵

انگریزی زبان میں بین العلومی تحقیق کی کتب

اکیسویں صدی عیسوی کی پہلی دو دہائیوں کے دوران علوم اسلامیہ میں بالعموم اور قرآن مجید، حدیث نبوی، سیرت النبی ﷺ، فقہ میں بالخصوص تحقیق کے لیے رائج پُرانے مناہج زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئے۔ اب تحقیقی کاموں میں بین العلومی تحقیق (Interdisciplinary Research) یا (Mixed Methods) کا رُجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الفقہ المقارن، الادب المقارن، المنہج المقارن وغیرہ کی اصطلاحات عام استعمال ہونے لگی ہیں۔

اگر کسی تحقیق کار نے اسلامی اور غیر اسلامی نظام معیشت، اسلامی اور غیر اسلامی نظام سیاست، اسلامی اور غیر اسلامی سماجی نظام، اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم، اسلامی اور غیر اسلامی نظام حکومت کے پس پردہ فلسفہ، وغیرہ کا تقابلی مطالعہ کرنا ہو تو ایک طرف اسلامی علوم میں تحقیق کے مناہج کا علم اور ان کے اطلاق کی مہارت حاصل ہونی چاہیے تو دوسری طرف اسے انہی میدانوں میں غیر اسلامی مناہج کا بھی اچھی طرح علم ہونا چاہیے تاکہ تقابلی مطالعے کے دوران وہ درست طریقے سے تحقیقی کام کو نہ صرف مکمل کر سکے بلکہ درست اور قابل توثیق نتائج تک پہنچ سکے۔

اس سلسلے میں علوم اسلامیہ کے تحقیق کار کو اردو میں لکھی گئی کتب اصول تحقیق میں شاید کوئی رہنمائی نہیں ملے گی کیونکہ اس جانب ابھی سینئر اساتذہ کا التفات نادر ہے۔ فی الحال اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انگریزی زبان میں شائع کردہ درج ذیل کتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

1. Allen F. Repko and Rick Szostak, *Interdisciplinary Research: Process and Theory*, Sage Publications, 2016.

2. C.F. Gethmann, et. al., *Interdisciplinary Research and Trans-disciplinary Validity Claims*, Springer, 2015.

3. Catherine Lyall, et. al., *Interdisciplinary Research Journeys: Practical Strategies for Capturing Creativity*, Bloomsbury USA, 2011.

4. Celia Lury, et.al., *Routledge Handbook of Interdisciplinary Research Methods*, Routledge, 2018

5. Dirk Wendt and Charles Vlek (eds.), *Utility, Probability, and Human Decision Making: Selected Proceedings of an Interdisciplinary Research*, Boston, 1975.

6. *Facilitating Interdisciplinary Research*, National Academies Press, 2005.

7. Frank Kessel, et.al., (eds.), *Interdisciplinary Research: Case Studies from Health and Social Science*, Oxford University Press, New York, 2008.

8. Helene Snee, et. Al. (eds.), *Digital Methods for Social Science: An Interdisciplinary Guide to Research Innovation*, Palgrave Macmillan, UK, 2016.

9. Ivan Zelinka, et. Al. (eds.), *How Nature Works: Complexity in Interdisciplinary Research and Applications*, Springer, 2014.

10. Jeffrey H. D. Cornelius-White, et. al. (eds.), *Interdisciplinary Handbook of the Person-Centered Approach: Research and Theory*, Springer, 2013.

11. Jesper Simonsen, et al. (eds.), *Design Research: Synergies from Interdisciplinary Perspectives*, Routledge, 2010.

12. John Sutton Lutz and Barbara Neis (eds.), *Making and Moving Knowledge: Interdisciplinary and Community-based Research in a World on the Edge*, McGill-Queen's University Press, 2008.

13. John W. Creswell, *Research Design: Qualitative, Quantitative, and Mixed Methods Approaches*, Sage, Los Angeles, 2009

14. Liora Salter and Alison Hearn, *Outside the Lines: Issues in Interdisciplinary Research*, Mcgill Queens University Press, 1997.

15. Lisa R. Lattuca, *Creating Interdisciplinarity: Interdisciplinary Research and Teaching among College and University Faculty*, Vanderbilt University Press, Nashville 2001.

16. M. Karanika-Murray and R. Wiesemes (eds.), *Exploring Avenues to Interdisciplinary Research: From Cross- to Multi- to Interdisciplinarity*, Nottingham University Press, 2009.

17. Mary Lee Hummert, et. al., *Interpersonal Communication in Older Adulthood: Interdisciplinary Theory and Research*, Sage Publications, 1994.

18. Michael Bollig and Olaf Bubenzer (eds.), *African landscapes: interdisciplinary approaches*, 2008.

19. Michèle Lamont and Patricia White, *Workshop on Interdisciplinary Standards for Systematic Qualitative Research: Cultural Anthropology, Law and Social*

Science, Political Science, and Sociology Programs, National Science Foundation, Virginia, 2005.

20. Nancy E. Snow and Darcia Narvaez, Self, *Motivation, and Virtue: Innovative, Interdisciplinary Research*, Routledge, 2020.

21. Patricia Leavy, *Research Design: Quantitative, Qualitative, Mixed Methods, Arts-Based, and Community-Based Participatory Research Approaches*, The Guilford Press, New York, 2017.

22. Philip H. Birnbaum-More, et. al., *International Research Management: Studies in Interdisciplinary Methods from Business, Government, and Academia*, Oxford University Press, New York, 1990.

23. Robert S. Chen, Elise Boulding and Stephen H. Schneider (eds.), *Social Science Research and Climate Change: An Interdisciplinary Appraisal*, Boston, 1983.

24. Ruth Page, Beatrix Busse and Nina Norgaard (eds.), *Rethinking Language, Text and Context:*

Interdisciplinary Research in Stylistics, Routledge, 2019.

25. Sharlene Hesse-Biber and R. Burke Johnson (eds.), *The Oxford Handbook of Multimethod and Mixed Methods Research Inquiry*, Oxford University Press, New York, 2015.

26. Victoria Perselli, *Education, Theory and Pedagogies of Change in a Global Landscape: Interdisciplinary Perspectives on the Role of Theory in Doctoral Research*, Palgrave, 2016.

27. Zoltan J. Acs David B. Audretsch (eds.), *Handbook of Entrepreneurship Research: An Interdisciplinary Survey and Introduction*, Springer, 2010.

کتابیات

کتب:

1. قرآن مجید
2. احمد خان، ڈاکٹر (مرتب)، قرآن کریم کے اردو تراجم (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء۔
3. احمد خان، ڈاکٹر، لائبریری سائنس کا ارتقاء اور مسلمانوں کی خدمات، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء۔
4. احمد سعید کاظمی، علامہ سید، البیان، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، ط۲، ۱۹۹۸ء۔
5. ارشاد احمد شاکر اعوان، ڈاکٹر، "حواشی و تعلیقات" مشمولہ: عطش دُرانی، اُردو تحقیق: منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ط۱، ۲۰۰۳ء۔
6. اسلم ادیب، ڈاکٹر، بیکن بکس، لاہور، ط1، ۲۰۰۳ء؛ ملتان، ط2، ۲۰۰۷ء۔
7. اعجاز راہی (مرتب)، تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط۱، ۱۹۸۶ء۔
8. اعجاز راہی، اِملاء و رموزِ اوقاف کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ط۱، ۱۹۸۵ء۔
9. افتخار احمد خان، ڈاکٹر، اصولِ تحقیق، فیصل آباد: شمع بکس، سن ندارد۔
10. امام ابو بکر بیہقی، شعب الایمان، (ت: ڈاکٹر عبد العلی)، بمبئی، ھند: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳ء۔
11. امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ماجہ القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ)، سُنن ابن ماجہ، (ت: الأرنؤوط)، دار الرسالہ العالمیہ، دمشق، ط۱، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء۔
12. امام مسلم (متوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، (تحقیق: محمد فواد عبد الباقی)، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

13. انصار الدین مدنی ،ڈاکٹر (مرتب)، کمال تحقیق، گریخ یونیورسٹی، پاکستان، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

14. انوار احمد، ڈاکٹر، اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ۱۹۲۰ء تا ۲۰۱۰ء، مجلس مرکزیہ حزب الانصار پاکستان، بھیرہ، ط۱، ۲۰۱۱ء۔

15. ایس ایم شاہد، تحقیقی مقالہ نویسی کا فن، مجید بک ڈپو، لاہور، ط۱، ۲۰۰۲ء۔

16. ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر (مرتب)، اُردو میں اُصول تحقیق، اسلام آباد: ورڈویژن پبلشرز، ط۴، ۲۰۰۱ء۔

17. آفتاب احمد نقوی ، ڈاکٹر (مرتب)، جامع فہرست مطبوعات پاکستان: اسلامیات (حصہ دوم ۱۹۷۳۔ ۱۹۸۳ء)، نیشنل بک کونسل آف پاکستان، اسلام آباد، ط۱، ۱۹۸۸ء۔

18. تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اُصول، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط ۱، ۱۹۹۲ء۔

19. تحسین اقبال، علم تحقیق کا تعارف، ادارہ تصنیف و تالیف وترجمہ وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی ۲۰۰۷ء۔

20. تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، (مرتب)، آزادی کے بعد دہلی میں اُردو تحقیق، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۰ء۔

21. تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، اُصول تحقیق و ترتیبِ متن، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۴ء۔

22. جابر علی سید، تنقید و تحقیق، کاروانِ ادب، ملتان، ط۱، ۱۹۸۷ء۔

23. جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادَبی تحقیق، مجلس ترقی ادب، لاہور، ط۱، ۱۹۹۴ء۔

24. جمیل نقوی (مرتب)، اردو تفاسیر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء۔

25. حکومت پاکستان محکمہ کتب خانہ جات نیشنل لائبریری آف پاکستان، قومی کتابیات پاکستان ۲۰۰۴ء۔

26. حکومت پاکستان محکمہ کتب خانہ جات نیشنل لائبریری آف پاکستان، کتابیات پاکستان، ۲۰۱۱ء۔

27. حکومت پاکستان محکمہ کتب خانہ جات نیشنل لائبریری آف پاکستان، قومی کتابیات پاکستان ۲۰۰۹ء۔

28. خالق داد ملک، "منہج البحث والتحقیق"، گنج بخش پرنٹرز لاہور، ط 1، ۱۹۹۹ء، ط 2، ۲۰۰۶ء اور ط 3، ۲۰۰۹ء۔

29. خالق داد ملک، پروفیسر ڈاکٹر، تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، لاہور: اورینٹل ٹیکس، ط۱، ۲۰۱۲ء۔

30. خورشید احمد، سفیر اختر اور محمد عمر چھاپرا (مصنفین)، تحقیق۔۔تصورات اور تجربات، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء۔

31. رانا سلطان محمود، فن تحقیق: مبادیات، اُصول اور تقاضے، بک ٹاک ٹمپل روڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

32. رشید حسن خان، اردو املا، مجلس ترقی ادب لاہور، ط۱، ۲۰۰۷ء۔

33. رشید حسن خان، اَدبی تحقیق کے مسائل اور تجزیہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ط۱، ۱۹۷۸ء۔

34. رضوی، سید جمیل احمد، لائبریری سائنس اور اُصولِ تحقیق، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط۱، ۱۹۸۷ء۔

35. سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، جمال الایمان فی مفاہیم القرآن، راولپنڈی: جامعۃ الزہراء اہل السنت، ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء۔

36. سید معین الرحمن، ڈاکٹر، یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق، یونیورسل بکس، لاہور، ط۱، ۱۹۸۹ء۔

37. ش، اختر، ڈاکٹر، تحقیق کے طریقہ کار، سنٹر فار سائنٹی فک اسٹڈیز اینڈ کلچر، رانچی، سن ندارد۔

38. الشريف حاتم بن عارف العوني، **العنوان الصحيح للكتاب: تعريفه وأهميته، وسائل معرفته وإحكامه، أمثلة للأخطاء فيه**، دار عالم الفوائد للنشر والتوزيع، مكة المكرمة، ط 1، 1419 هـ.

39. طالب الہاشمی، "اصلاحِ تلفظ و اِملا: صحیح بولیے۔ صحیح لکھیے" القمر انٹر پرائزز، لاہور، س ن۔

40. طفیل ہاشمی، مطالعاتی رہنما: تحقیق نگاری، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ایڈیشن اول، ۲۰۰۴ء۔

41. عارف نوشاہی، پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء۔

42. عبد الحمید خان عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، اُصول تحقیق، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ط۲، ۲۰۱۵ء۔

43. عبد الحمید خان عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، اصول تحقیق، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ط۱۳، ۲۰۱۳ء۔

44. عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، بمبئی: ادبی پبلشرز، ۱۹۶۸ء۔

45. عبدالقادر، قاضی ڈاکٹر، تصنیف و تحقیق کے اُصول، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط۱، ۱۹۹۲ء۔

46. عطش درّانی (مرتب)، اُردو تحقیق: منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء۔

47. عطش دُرانی، ڈاکٹر، جدید رسمیاتِ تحقیق، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط ا، ۲۰۰۵ء۔

48. عطش درّانی، اصول تحقیق: زبان وادب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ط ا، ۲۰۰۴ء۔

49. عطش درّانی، جدید رسمیاتِ تحقیق: زُبان وادب، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ط ا، ۲۰۰۵ء۔

50. عقیل، معین الدین، پروفیسر ڈاکٹر، رسمیاتِ مقالہ نگاری: اردو میں تحقیقی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹیفک اصول، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء۔

51. عقیل، معین الدین، پروفیسر ڈاکٹر، اردو تحقیق: صورتِ حال اور تقاضے، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط ا، ۲۰۰۸ء۔

52. عمر فاروق غازی، تحقیق کے اصول وضوابط احادیث کی روشنی میں، میٹرو پرنٹر، لاہور، ط ا، ۱۹۹۸ء، ط ۲، ۲۰۰۷ء۔

53. عمر فاروق غازی، تحقیق کے بنیادی عوامل وارکان قرآن کی نظر میں، میٹرو پرنٹر، لاہور، ط ا، ۱۹۹۹ء۔

54. غلام عباس ماہو، تحقیق وتدوین، مکتبہ دانیال لاہور، سن ندارد۔

55. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، تحقیق وتنقید، قمر کتاب گھر، اردو بازار، کراچی، ط ا، ۱۹۶۳ء، ط ۲، ۱۹۷۷ء۔

56. فہرست قومی نمائش کتبِ سیرت ۱۹۸۴ء، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، سنہ ندارد۔

57. گیان چند، پروفیسر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط ۳، ۲۰۱۲ء۔

58. محمد باقر خان خاکوانی، پروفیسر ڈاکٹر، اسلامی اصول تحقیق، لاہور: ادبیات، ط۱، ۲۰۱۳ء۔

59. محمد رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار، لاہور: دار الاشاعت الاسلامیہ، ط۱، ۱۹۶۹ء۔

60. محمد سعد صدیقی (مؤلف)، مسلمان مؤرخین کا اُسلوبِ تحقیق: عصر خلفاء راشدین، قائد اعظم لائبریری (شعبہ ریسرچ سیل)، باغ جناح، لاہور، ۱۹۸۸ء۔

61. محمد صدیق خان شبلی، ڈاکٹر، "اُردو میں حوالہ نگاری"،

62. محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری: طریق کار، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، ط۱، ۱۹۹۹ء۔

63. محمد نذیر رانجھا (مرتب)، احادیث کے اردو تراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء۔

64. محمد نذیر رانجھا، "برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات"، میاں اخلاق احمد اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۹ء۔

65. محمد ہارون قادر، ابجدِ تحقیق، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء۔

66. معین الدین عقیل، ڈاکٹر، "جدید رسمیاتِ تحقیق"،

67. معین الدین عقیل، پروفیسر ڈاکٹر، اُردو تحقیق: صورت حال اور تقاضے، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ط۱، ۲۰۰۸ء۔

68. معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو تحقیق: موضوعات اور معیار، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ط۱، ۱۹۸۷ء۔

69. مودودی، سید ابو الاعلیٰ، لیکچر، ستمبر ۱۹۶۳ء، ادارہ معارفِ اسلامی کراچی؛ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار 1، ۱۹۸۴ء۔

70. نثار احمد زبیری، ڈاکٹر، تحقیق کے طریقے، فضلی سنز، کراچی، ط ۱، ۲۰۰۰ء۔
71. نثار احمد قریشی، ڈاکٹر، ''تحقیق میں زبان اور اُسلوب کی اہمیت'' مشمولہ (عطش دُرانی، اُردو تحقیق: منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ط ۱، ۲۰۰۳ء۔
72. نجیب العقیقی، ''المستشرقون''، المکتبہ الوقفیہ
73. نذیر احمد، پروفیسر، تصحیح و تحقیق متن، ادارۂ یادگار غالب کراچی، ۲۰۰۰ء۔
74. نور الاسلام صدیقی، ڈاکٹر، ریسرچ کیسے کریں؟، شاد پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔
75. وحید قریشی، ڈاکٹر، مقالاتِ تحقیق، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ط ۱، ۱۹۸۸ء۔

مجلات و جرائد:

1. بنات نعیمیہ، لاہور، جلد ۲، شمارہ ۱، جنوری۔مارچ ۲۰۰۵ء۔
2. سہ ماہی حکمتِ بالغہ (قرآن اکیڈمی، جھنگ)، جلد ۸، شمارہ ۱۱، محرم ۱۴۳۶ھ / نومبر ۲۰۱۴ء۔
3. سہ ماہی حکمتِ بالغہ، جلد ۹، شمارہ ۱۱، محرم ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۵ء۔
4. سہ ماہی فکر اسلامی، (بستی انڈیا: دار العلوم الاسلامیہ، یوپی الہند)، ''معاصر فقہ اسلامی نمبر''، شمارہ نمبر ۱۶۔۱۹، جولائی ۱۹۹۹ء تا جون ۲۰۰۰ء۔
5. سہ ماہی فکر و نظر، برصغیر میں مطالعہ قرآن، جلد ۳۶، شمارہ نمبر ۳۔۴، جنوری۔جون ۱۹۹۹ء۔
6. سہ ماہی فکر و نظر، اشاریہ جلد دوم، ۱۹۹۹ء۔
7. سہ ماہی فکر و نظر، اشاریہ، شیر نوروز خان (مرتب)، جلد اول ۱۹۷۹ء۔

8. سہ ماہی فکر و نظر، جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، جلد ۵۰، ۵۱، شمارہ ۴، ۱، جمادی الاول۔ شوال ۱۴۳۴ھ / اپریل۔ ستمبر ۲۰۱۳ء۔
9. سہ ماہی فکر و نظر (سیرت نمبر)، اسلام آباد، ج ۳۰، شمارہ ۱۔ ۲، محرم۔ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ۔ جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء۔
10. سہ ماہی فکر و نظر، ڈاکٹر حمید اللہ، جلد ۴۰۔ ۴۱، شمارہ ۴، ۱، اپریل۔ ستمبر ۲۰۰۳ء۔
11. سہ ماہی فکر و نظر، برصغیر میں مطالعہ حدیث، جلد ۴۲۔ ۴۳، شمارہ نمبر ۴، ۱، اپریل۔ ستمبر ۲۰۰۵ء۔
12. سہ ماہی فکر و نظر، سیرت نگاری میں جدید رُجحانات، جلد ۴۹، شمارہ نمبر ۲۔ ۳، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۱۱۔ جنوری۔ مارچ ۲۰۱۲ء۔
13. سہ ماہی مجلہ البیان، سلسلہ نمبر ۳، مارچ تا مئی ۲۰۱۲ء / ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ۔
14. سہ ماہی مجلہ البیان، (کراچی: المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر)، سلسلہ نمبر ۱۲، جنوری تا مارچ 2015ء / ربیع الثانی تا جمادی الثانی 1436ھ۔
15. سہ ماہی مجلہ البیان، سلسلہ نمبر ۶۔ ۷، جنوری تا جون ۲۰۱۳ء / ربیع الاول تا شعبان ۱۴۳۴ھ۔
16. شخصیات نمبر، شمارہ ۱۸۔ ۱۹، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء؛ تفردات نمبر، شمارہ نمبر ۲۱، جنوری تا جون ۲۰۱۳ء؛ برصغیر کے مفسرین اور اُن کی تفاسیر، شمارہ نمبر ۲۳، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء۔
17. ششماہی فکر و تحقیق، تدریس دکنی ادب نمبر، جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۱۹۸۹ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، انڈیا۔
18. ششماہی معارفِ اسلامی، سیرت نمبر، جلد ۸، شمارہ ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء۔

19. ششماہی معارفِ اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی نمبر، جلد ۱۰، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۱۱ء تا جون ۲۰۱۱ء۔

20. ششماہی معارفِ اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ڈاکٹر محمد حمید اللہ نمبر، جلد ۲، شمارہ ۲، جلد ۳ شمارہ ۱، جولائی ۲۰۰۳ء تا جون ۲۰۰۴ء؛

21. ششماہی معارفِ اسلامی، فیکلٹی آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۱۳، شمارہ نمبر ۱، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء، ص ۸۳۔۱۱۸۔

22. ماہنامہ احکام القرآن، جلد ۳، شمارہ ۲۔ ۳، فروری۔مارچ ۲۰۰۸ء، کھاریاں، گجرات۔

23. ماہنامہ العاقب، لاہور، علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر، جلد ۲، شمارہ ۷۔۹، جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۹ء۔

24. ماہنامہ العصر، (پشاور: جامعہ عثمانیہ، پشاور صدر)، "تاریخی وثقافتی نمائش نمبر"، شمارہ نمبر 4، 5، 6، جلد 20، اپریل تا جولائی 2015ء/1436ھ۔

25. ماہنامہ جہان رضا، لاہور، جلد ۱۸، اپریل ۲۰۱۱ء/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ، شمارہ ۱۸۱۔

26. ماہنامہ جہان رضا، لاہور، جلد ۱۴، اگست ۲۰۰۸ء/ رجب ۱۴۲۹ھ، شمارہ ۱۵۵۔

27. ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد، اقبال نمبر، جلد ۹، شمارہ ۶، نومبر ۲۰۰۲ء۔

28. ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد، سید مودودی نمبر، جلد ۱۰، شمارہ ۷۔۹، دسمبر ۲۰۰۳ء۔ فروری ۲۰۰۴ء۔

29. ماہنامہ شمس الاسلام، "مولانا امین احسن اصلاحی نمبر"، شارع بگویہ، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔

30. ماہنامہ ضیائے حرم (اکتوبر ۱۹۷۰ء۔ ستمبر ۱۹۹۰ء)، اشاریہ، عابد حسین شاہ (مرتب)، ناشر: بہاؤ الدین زکریا لائبریری بمقام چھونبی، چکوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

31. ماہنامہ ضیائے حرم، ضیاء الامت نمبر، ادارہ ضیائے حرم بھیرہ، ۱۹۹۹ء۔
32. ماہنامہ ضیائے حرم، "تحفظِ ناموس رسالت" نمبر، جلد ۴۱، شمارہ ۶۔۷، ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء۔
33. ماہنامہ عرفات، (ادارہ عرفات، جامعہ نعیمیہ، لاہور)، جلد ۴۷، شمارہ ۳۔۴، مارچ۔ اپریل ۲۰۰۵ء۔
34. مجلہ 'جریدہ'، جامعہ کراچی، شعبۂ تصنیف و تالیف وترجمہ، شمارہ نمبر ستائیس، ۲۰۰۴ء۔
35. مجلہ جمال کرم، جلد ۴، شمارہ ۱، محرم۔ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ۔
36. مجلہ جمال کرم، جلد ۵۔۶، شمارہ ۴۔۱۰، شوال ۱۴۲۹ھ تا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء۔
37. مجلہ جمال کرم، (جمال کرم فاؤنڈیشن، دربار مارکیٹ، لاہور)، جلد ۳، شمارہ ۳، رجب۔ رمضان، ۱۴۲۷ھ۔
38. ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، اشاعت خاص: بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۰۸۔۱۹۸۷ء)، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء۔

انٹرویوز:

1. سمیع الحق، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بروز جمعہ، ۲۴ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 2:18 دوپہر۔
2. عبد الحمید عباسی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بروز جمعہ، ۶ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 12:38 دوپہر۔

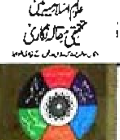
3. محمد سجاد، ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بروز جمعہ، ۶ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 11:40 دوپہر۔

4. محی الدین ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر، ذاتی انٹرویو، (انٹرویو کنندہ: خورشید احمد سعیدی)، (اسلام آباد: کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جمعرات، ۵ مئی، ۲۰۱۶ء)، وقت: 2:22 سہ پہر۔

ویب سائٹیں:

1. http://booksandjournals.brillonline.com/content/journals/22321969
2. http://ejum.fsktm.um.edu.my/VolumeListing.aspx?JournalID=22
3. http://islamfort.com/index.php/magazine
4. http://jqrs.qurancomplex.gov.sa
5. http://nihcr.edu.pk
6. http://shibliacademy.org/maarif/Ishariya-Index
7. http://vb.tafsir.net
8. www.ahlalhdeeth.com
9. www.alquran.org.sa
10. www.euppublishing.com/loi/jqs
11. www.feqhweb.com/vb
12. www.hamditabligh.net
13. www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/AECA/Pages/HECRecognizedSocialScienceJournals.aspx
14. www.hec.gov.pk/english/scholarshipsgrants/ASA/Pages/SearchaSupervisor.aspx
15. www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/QALI/QADivision/Pages/HECRecognizedJournals.aspx
16. www.hec.gov.pk/OurInstitutes/Pages/Default.aspx
17. www.iqsaweb.org
18. www.nlp.gov.pk/booking.html
19. www.tajziat.com/issue/main/archives/
20. www.waqfeya.com/book.php?bid=701

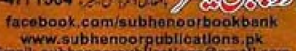
یادداشت



علومِ اسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری

تحقیق کے میدان، انتخابِ موضوع، خاکہ سازی، وسائل مواد، عناصرِ تحریر کے بنیادی قواعد وضوابط اور اطلاق تحقیق کے مسائل کے متعلق رہنمائی کرنے والی یہ کتاب علوم اسلامیہ میں بی ایس، ایم ایس/ایم فل اور پی ایچ ڈی کی تعلیم میں مشغول نوجوان اسکالرز اور نو آموز تحقیق کاروں کے ساتھ ہونے والی طویل مشاورتوں اور مقالات کی نگرانی (Supervision) کے تجربات پر مبنی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کے منظور کردہ تحقیقی مجلّات کے لیے لکھے گئے مقالات کے جائزوں (Reviews) کے تجربات کا نتیجہ ہے۔

یہ کتاب علوم اسلامیہ میں تحقیقی مضامین، مقالہ جات اور علمی ریسرچ کرنے والے اِسکالرز اور اپنی تدریسی پیشہ ورانہ ترقی کے لیے تحقیقی مقالات شائع کرنے والے اساتذہ کے مسائل کو زیرِ بحث لاتی ہے۔ اس میں ان کی ضرورت کے لیے قابلِ عمل مشورے اور حسبِ حال تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ حصولِ مواد کے لیے آن لائن لائبریریوں اور ویب سائٹوں کی طرف رہنمائی بھی شامل ہے۔ اس طرح یہ کتاب کئی ایسے خلا پُر کرتی ہے جو اس سے پہلے لکھی گئی کتب میں پائے جاتے ہیں۔



facebook.com/subhenoorbookbank
www.subhenoorpublications.pk
Email: subhenoorpublications@gmail.com

